www. channel.in

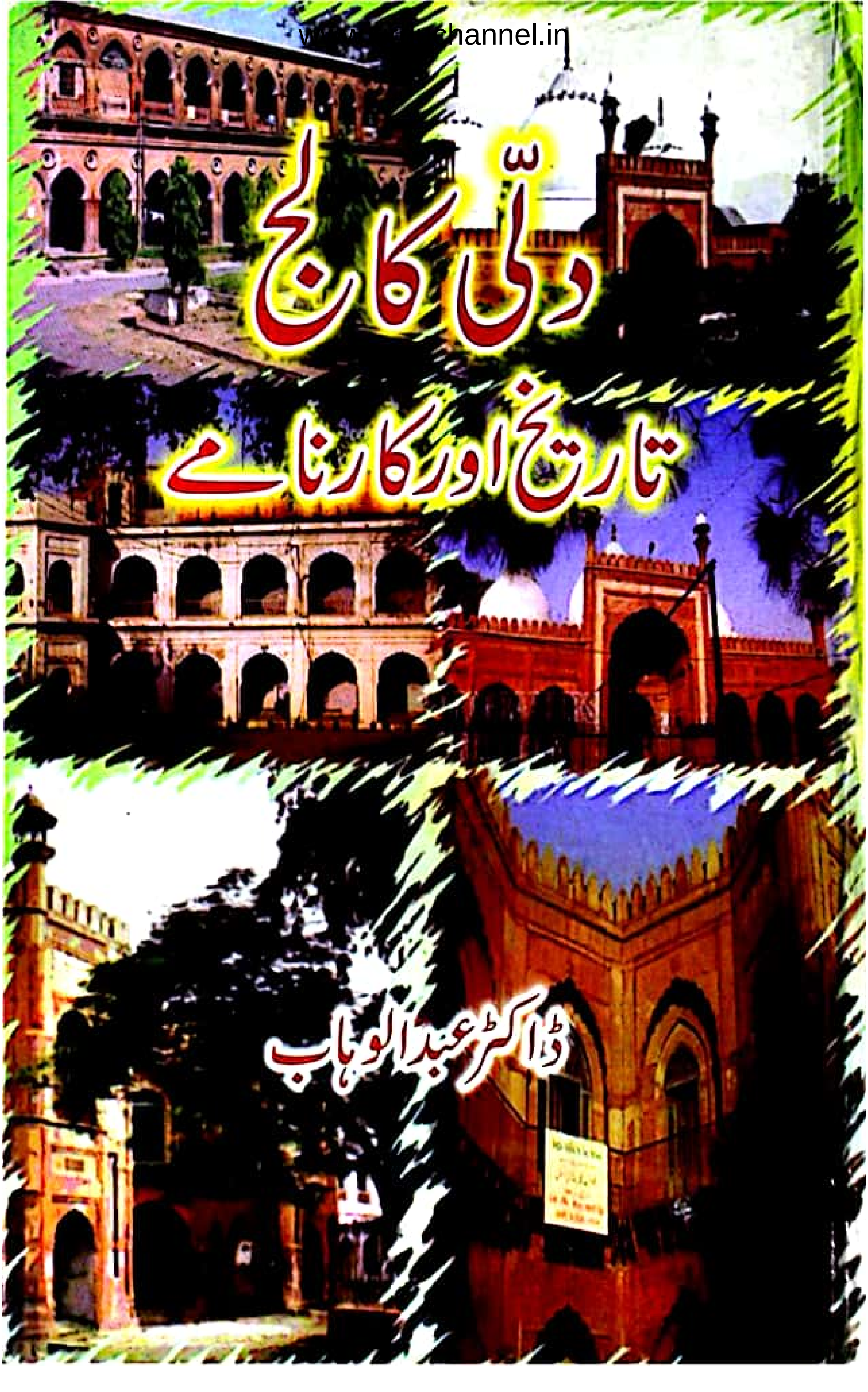

www.urduchannel.in

انتساب

اپنے

والدین واساتذہ

کے نام

☆☆

www.urduchannel.in

فہرست

☆ اظہار تشکر — ڈاکٹر عبدالوہاب — 7

☆ پیش لفظ — 9

باب اول: تعلیمی نظام کا تاریخی پس منظر — 15

ہندو تعلیم — 16

مُسلم تعلیم — 19

مشنری تعلیم — 22

ڈین مشنری — 23

ڈچ مشنری — 24

فرانسیسی مشنری — 24

پُرتگال مشنری — 24

برٹش مشنری — 25

مشنری اور کمپنی — 26

انیسویں صدی میں انگریزی تعلیم (۱۸۸۲ء۔۱۸۱۳ء) — 27

باب دوم: مدرسے سے دلّی کالج تک — 41

دلی کالج کیسے بن کر اُبھرا — 43

کالج اور غدر (۱۸۵۷ء) — 50

نصاب کا ارتقاء — 55

انگریزی جماعت — 56

IHSAN UL HAQ (Be urdu)

www.urduchannel.in

استاد اور طلبا 59

درس گاہوں کی فہرست میں خاص مقام کیسے بنایا 60

ورنیکلر ٹرانسلیشن سوسائٹی 61

علم و ہنر کا مرکز 69

مغربی ملکوں کی شخصیتیں 70

مشرقی شعبے سے جڑی شخصیتیں 72

دتی کالج کے مشہور شاعر 82

مغربی فلسفہ کا اثر 83

اساتذہ کی تنخواہ 85

مغربی شعبہ 87

باب سوم: دلی کالج سے ذاکر حسین کالج تک کا سفر 91

تحریک آزادی اور دلی کالج 95

دلی کالج گورننگ باڈی کے اہم اراکین 99

اساتذہ اور طلبا کے تعلقات 103

جن استاد کے لئے کلاسیں شروع ہوئیں 107

ڈگریاں 109

تہذیب و ادب 110

کالج کی عمارت 112

باب چہارم: انٹرویوز 114

باب پنجم: اختتام 147

کتب نامہ 151

☆☆

www.urduchannel.in

اظہار تشکر

اس تحقیقی کام کو مکمل کرنے میں لگ بھگ دو برس لگے۔ میرا خدشہ تھا کہ کافی وقت لگ جائے گا۔ مگر ہمارے والدین، اساتذہ، دوست واحباب، لائبریری، میوزیم، آرکائیوز سبھی نے مل کر بہت ہی تھوڑے وقت میں اس تحقیقی کام کو انجام تک پہنچانے میں میری مدد کی۔ لوگوں کی مدد کے بغیر میری کتاب کی کشتی کا ساحل تک پہنچنا ممکن نہ ہوتا۔ میں ان تمام حضرات کے تئیں اپنا اظہار تشکر پیش کرنا چاہتا ہوں۔

سب سے پہلے میں اپنے استاد جناب رضوان قیصر کا احسان مند رہوں گا۔ ساتھ ہی پروفیسر مشیر الحسن، پروفیسر عزیز الدین، پروفیسر عنایت علی زیدی، محترمہ پروفیسر سنیتا زیدی، جناب پروفیسر زاہد حسین، پروفیسر جی۔ پی شرما کا بھی بھرپور تعاون ملا، جنھوں نے اس کام کے ہر اسٹیج پر میری ہمت افزائی کی۔ میں ان تمام حضرات کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔

اس کام کو کرنے میں میرے مرحوم دادا دادی، والدین، بھائی بہن نے قدم قدم پر ساتھ دیا۔ ایک بھٹکے مسافر کو راستہ دکھایا۔ شاید وہ راستہ نہ ملتا تو اس کام کو اپنے ہنر سے آراستہ نہ کر سکتا تھا۔

دوست واحباب میں اوئیس عالم، بحر الاسلام، شفاعت احمد، سنور جمال، نثار احمد، ناصر خان، افسر عالم، جاوید صاحب، (ذاکر حسین کالج لائبریری)، امت ورما (I.P.S.)، فیروز اختر، محمود الحسن ساتھ ہی ساتھ ثنا امبرین، نوریہ فاروقی نے مل کر اس طرح مدد کی جس طرح تپتے ریگستان کو ایک بوند پانی کی تلاش رہتی ہے۔ ان لوگوں نے مل کر میری تحقیقی پیاس کو بجھایا۔ اسی طرح نیشنل میوزیم، نیشنل آرکائیوز، دلی آرکائیوز، تین مورتی لائبریری، ڈاکٹر ذاکر حسین کالج لائبریری، ذاکر حسین لائبریری (جامعہ ملیہ اسلامیہ) سے بیش بہا قیمتی

www.urduchannel.in

ماخذ ملے، جن کی مدد سے اس تعلیمی ادارے کی تاریخ کو بالترتیب لکھا جاسکا۔ آخر میں اس صفحہ پر جگہ،، نام جو نہ لکھا جاسکا ہے میں ان کا بھی تہہ دل سے شکر گذار ہوں۔ ساتھ ساتھ قمر جاوید صاحب، اسرار احمد، محفوظ بھائی، مولانا عبدالحمید، عمیر منظر، گجند راور اشرف کمال کا تہہ دل سے شکر گذار ہوں کہ انھوں نے اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔

ڈاکٹر عبدالوہاب
نیٹ، ایم فل، پی ایچ ڈی (تاریخ وثقافت)

☆☆

IHSAN UL HAQ (Bs urdu)

www.urduchannel.in

پیش لفظ

مدرسہ غازی الدین کے قیام کو تقریباً تین سو سال سے زائد عرصہ ہو چکا ہے اور آج بھی یہ اپنے ارتقائی منزل کی طرف گامزن ہے۔ اتنے لمبے عرصے تک اس ادارے کا چلنا ایک ایسی تاریخ ہے جس کی کوئی مثال نہیں۔ دنیا کے تمام مذاہب اور فرقوں کے ماننے والوں نے تعلیم ہی کو اپنی اور اپنے مذاہب و فرقوں کی ترقی کا راستہ سمجھا ہے۔ اور جس نے بھی تعلیم کو مکمل طور پر اپنایا ہے اس کی زندگی روز افشاں کی طرح نکھرتی گئی۔ اگر تعلیم نہ ہوتی تو ہم ترقی کی سیڑھیاں اتنی آسانی سے نہیں چڑھ پاتے۔ تمام قومیں تعلیم کے ذریعے ہی اپنی مشکلوں کو آسان بناتی ہیں۔ تعلیم ہی تہذیب و تمدن کو کسی قوم میں پیدا کر کے اسے بے نظیر بنا دیتی ہے۔

جب کوئی ادارہ انسان کو تعلیم دے کر اس کی مکمل شخصیت کو نکھارتا ہے تو اس ادارے کی کیا اہمیت ہوگی ہم اچھی طرح جانتے ہیں۔ ابھی تک نہ جانے کتنے لوگ اس ادارے سے جڑے تھے، جڑے ہیں اور جڑیں گے۔ لیکن جس ادارے سے وہ تعلیم حاصل کرتے ہیں اس کی تاریخ سے بہت سے اشخاص ناواقف رہ جاتے ہیں۔ حالانکہ اس کی تھوڑی بہت تاریخ کئی لوگوں نے بھی لکھی ہے لیکن اس کے باوجود تشنگی کا احساس باقی رہتا ہے۔ اپنی زندگی کے تین سو سالوں میں اس ادارے کی کیا خصوصیات رہیں اور یہ کن مشکلات اور مراحل سے گزرا ہے؟ میں نے اسے دکھانے کی کوشش کی ہے۔ مدرسہ غازی الدین سے لے کر ڈاکٹر ذاکر حسین کالج تک کا سفر کافی طویل رہا مگر اس کے باوجود اس کی تاریخ لکھنے میں ماخذ کے فقدان کا احساس بنا رہا۔ مجھے تحقیقی کام کرنے میں بہت سی مشکلوں کا سامنا کرنا پڑا، اور جو شخص بھی اس ادارے کی تاریخ لکھے گا اسے بھی انہیں مشکلوں کا سامنا کرنا پڑے گا،

www.urduchannel.in

اس کی اصل وجہ بنیادی ماخذ ہے، جو ابھی تک دستیاب نہیں ہے۔

میں نے اس کتاب کو چار حصوں میں تقسیم کرکے پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ اٹھارہویں صدی کے ہندوستان کی تاریخ پر مورخین نے بحث کی ہے۔ لیکن اس وقت کے فلسفہ اور نظام تعلیم کا کوئی خاص تاریخی نظریہ پیش نہیں کیا ہے۔ اس ادارے کی ۱۷۰۲ء میں بنیاد رکھی گئی جسے میں نے اس وقت کی ہندوستانی تعلیم خواہ کسی مذہب سے تعلق رکھتی ہو، ایک جھلک دکھانے کی کوشش کی ہے۔ عہد وسطیٰ میں خاص کر مسلمانوں کی تعلیم اور ہندوؤں کی تعلیم پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے۔

جب تک اس وقت کے تعلیمی نظام کو نہ سمجھا جائے، تب تک اس ادارے کی ابتدائی کہانی سمجھنا بڑا مشکل ہو جاتا ہے۔ ہندوستان میں مغربی تعلیم کی شروعات مشنریوں کے ذریعے کی گئی۔ بعد میں باہری طاقت جو مغربی ملکوں سے آئی تھی، اس نے بھی تھوڑی بہت کوشش کی۔ لیکن باہری طاقتوں میں انگریزوں نے ہندوستان میں حکومت کرنے کے بعد دھیرے دھیرے وقت کے لحاظ سے اور اپنی ضروریات کے مدنظر ہندوستانیوں کو تعلیم دینی شروع کی۔ ایک طرف انگریزی حکومت اور اس کی تعلیم کی کہانی کا سفر شروع ہوتا ہے تو دوسری طرف دلی کالج کا بھی سفر جاری رہتا ہے۔ انگریزی حکومت سے قبل مسلمانوں اور ہندوؤں کا تعلیمی نظام کیسا تھا؟ اور مضامین کیا تھے؟ اس کا بھی خاکہ کھینچنے کی کوشش کی گئی ہے۔

عہدِ وسطیٰ کے آخر تک مسلمانوں اور ہندوؤں کی تعلیم مذاہب کے بندشوں کے تحت ہوا کرتی تھی۔ مسلمان فارسی اور ہندو سنسکرت کے ذریعے اعلیٰ تعلیم حاصل کرتے تھے۔ اس وقت کے امیر اور امراء تعلیمی مراکز کی بنیاد ڈالتے اور اس کا سارا خرچ برداشت کرتے تھے۔ ۱۷۰۲ء میں ایسے ہی ایک ادارہ کی بنیاد غازی الدین فیروز خان نے رکھی۔ ۱۷۱۰ء میں ان کا انتقال ہوگیا۔ اسی وقت ان کے صاحبزادے قلیچ خان نے ان کے جسد خاکی کو دلی میں اسی مدرسے میں ہی سپرد خاک کیا۔ ان کی یاد میں دلی والوں نے ۱۷۹۲ء میں اس مدرسے کا نام "مدرسہ غازی الدین" رکھ دیا۔ ۱۷۰۲ء سے لے کر ۱۷۹۲ء تک کی تاریخ جاننے کے لئے ہمارے پاس کوئی اس دور کا اہم ماخذ نہیں ہے۔ ابتداء میں مدرسہ غازی الدین موجودہ

www.urduchannel.in

دلی کے اجمیری گیٹ کے پاس تھا، جو آج بھی اینگلو عربک اسکول کی شکل میں موجود ہے۔ مگر کالج اس سے الگ کر دیا گیا ہے۔ مدرسہ غازی الدین دلی کالج، اینگلو عربک کالج اور اب ڈاکٹر ذاکر حسین کالج ایک ہی ادارہ کے مختلف نام ہیں۔ سبھی نام اس ادارے کے ارتقائی سفر کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ وقت نے ادارے کے نام اور جگہ کو بدلا اور بے نظیر تاریخ بننے میں مدد کی۔ مدرسہ غازی الدین کی شروعات کس طرح سے ہوئی؟ اس وقت یعنی اٹھارویں صدی اور تھوڑا اس سے پہلے ہندوستان میں تعلیمی نظام کی شکلیں کیسی تھیں؟ ہندو کس طرح اور کہاں تعلیم یافتہ ہو رہے تھے؟ اعلیٰ تعلیم کے لئے مراکز کہاں کہاں تھے؟ اس کے بارے میں تھوڑی بحث کی ہے۔

دوسرے باب میں اس ادارے کے لگ بھگ پورے سفر کا جائزہ لیا گیا ہے۔ آغاز کے وقت کی کہانی اور اساتذہ اور طلبا کی تعداد، ان کی اہمیت کیسی رہی؟ کن کن مضامین کی تعلیم دی جا رہی تھی؟ اعلیٰ تعلیم کا ذریعہ کیا تھا؟ وغیرہ وغیرہ سبھی پہلوؤں کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔ انگریزوں نے کس طرح اسے مدرسے سے تبدیل کر کے کالج کی شکل دی۔ ۱۸۲۵ء میں دلی کالج کے نام سے اس ادارے کے دوسرے سفر کا حصہ شروع ہوتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ معاشی امداد کے لئے ۱۸۲۹ء میں نواب اعتماد الدولہ (اودھ کے نواب) نے ایک وقف قائم کیا۔ ایک مشت بڑی رقم وقف کے نام کر دی گئی، جس سے اس ادارے کی ترقی ہو سکے۔ مگر انگریزوں نے نواب کی منشاء اور تمنا کے موافق پورے وقف کی رقم کو اس ادارے پر خرچ نہیں کیا۔ ۱۸۳۵ء اور ۱۸۵۴ء کے درمیان ہندوستانی تعلیم کی تاریخ میں ایک اہم موڑ آیا۔ کیونکہ ۱۸۳۵ء میں لارڈ میکالے اور ۱۸۵۴ء میں ووڈ صاحب نے انگریزی تعلیم کی وکالت کی۔ تعلیم کا ذریعہ انگریزی مانا گیا لیکن ادارے نے انگریزی تعلیم کے ساتھ ساتھ ہندوستانی ادب و تہذیب کو بھی بچائے رکھا۔ انگریزی تعلیم سے تال میل بنا کر اپنی روایتی تعلیم سے منہ بھی نہیں موڑا۔ اس کا تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ ۱۸۵۷ء کے غدر میں اس ادارے کو لوٹ لیا گیا۔ محب وطن قوتوں نے سمجھا کہ یہ ادارہ انگریزوں کا ہے۔ اور یہاں پڑھنے والوں کو عیسائی بنایا جاتا ہے۔ اس بھرم نے اس ادارے کو نقصان پہنچانے میں کوئی

www.urduchannel.in

کسر نہ چھوڑی۔ کیونکہ اس سے پہلے دو ہندو طالب علم ماسٹر رام چندر اور چمن لال نے عیسائی مذہب کو قبول کرلیا تھا۔ غدر کے وقت کتب خانہ کو نذرِ آتش کردیا گیا۔ سبھی ماخذ جل کر خاک ہو گئے، جس کی وجہ سے پوری طرح تفصیلی جائزہ لینا یا لکھنا بڑا مشکل کام بن گیا ہے۔ اسی غدر کے دوران انگریز پرنسپل ٹیلر صاحب کی جان لے لی گئی۔ آخرکار کالج بند کردیا گیا اور غدر کا بدلہ انگریزوں نے بڑی بے رحمی سے لیا۔ خاص کر دلی والوں کو سبق سکھانے کے لئے کالج بند کردیا گیا۔ کالج کو پھر سے احیاء میں ۱۸۶۴ء میں لایا گیا۔ لیکن اسے پنجاب یونیورسٹی کے ساتھ الحاق کردیا گیا۔ اس کا مطلب دلی کالج کو پنجاب (لاہور) منتقل کردیا گیا اور دلی میں اینگلو عربک اسکول کے نام سے ۱۸۷۲ء میں اسی ادارے کو کھولا گیا۔ یعنی اب کالج کی شکل نہ دی گئی۔ ۱۸۸۴ء تک اس نے ہائی اسکول کی شکل اختیار کرلی۔ ادارہ بھی دوسری عمارت میں کھولا گیا تھا کیونکہ اس کی عمارت میں غدر کے وقت فوجیں بھر دی گئی تھیں۔ لیکن ۱۸۸۴ء تک پھر پرانی عمارت میں لوٹ آئی۔ پنجاب یونیورسٹی سے الحاق کے بعد کالج ۱۹۲۴ء میں انٹرمیڈیٹ کلاسوں کے ساتھ اینگلو عربک کالج کے نام سے شروع کیا گیا۔ دوسری طرف آزادی کی تحریک چل رہی تھی۔ ۱۹۴۷ء میں ہندوستان کو انگریزوں سے آزادی حاصل ہوئی لیکن پھر کالج کو دوبارہ بند کرنا پڑا کیونکہ ۱۸۵۷ء میں عیسائیوں کے نام سے اس ادارے کو لوٹ لیا گیا تو ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند کے وقت اسے مسلمانوں کا ادارہ ہے، سمجھ کر لوٹ لیا گیا۔ کہانی پھر وہی دہرائی گئی۔ کتابوں کو پھاڑا گیا اور جلایا گیا۔ عمارتوں میں جو پنکھے تھے توڑ دیے گئے۔ یعنی حالات بد سے بدتر ہو گئے۔ ۱۸۵۷ء سے ۱۹۴۷ء تک جو بھی ماخذ تھے، سبھی کو جلا دیا گیا یا غائب ہو گئے۔ ماخذ کی کمی اس ادارے کی تاریخ لکھنے میں دشواری پیدا کرتی ہے۔ آزادی کے بعد کالج کو دوبارہ دلی کالج کے نام سے شروع کیا گیا۔ ۱۸۲۵ء سے لے کر ۱۹۴۷ء تک کالج میں کن کن مضامین کی تعلیم دی گئی، نصاب کیا تھا، کن کن شخصیتوں نے اس ادارے کو اپنے سے جوڑے رکھا جو بعد میں اردو اور دیگر مضمون کے ماہرین بنے۔ جسے زمانہ اب اپنا رہنما مانتا ہے خواہ وہ ادبی حلقہ ہو یا سیاسی حلقہ ہو، اردو زبان کو اس ادارے سے کافی فائدہ حاصل ہوا، جس کا ذکر میں نے آگے کیا ہے۔

www.urduchannel.in

ہندوستان کا شاید ہی کوئی ایسا ادارہ ہو جو کئی بار بند ہونے کے بعد ابھی تک زندہ جاوید ہے۔ سب سے بڑی خصوصیت اس ادارے کی یہ رہی ہے کہ مغربی تعلیم سے بھی تال میل بیٹھا کر ہندوستانی زبان وادب کو بچائے رکھا۔ اس لئے اس ادارے کا ہماری آنے والی نسلوں پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے احسان رہے گا۔ ورنیکلر ٹرانسلیشن سوسائٹی قائم کی گئی تھی۔ جس میں انگریزی کتابوں کا ترجمہ اردو میں کیا جاتا تھا تاکہ مغربی ادب اور سائنس سے واقفیت حاصل ہو سکے۔ مغربی فلسفہ سے ادارہ کہاں تک متاثر ہوا؟ اس کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اساتذہ کی تنخواہ اور طالب علموں کی موجودگی کے بارے میں ایک جھلک پیش کی گئی ہے۔ ماخذ سلسلے وار نہیں مل سکا، جس وجہ سے کہانی کی سلسلہ واریت کا قائم رکھنا آسان نہیں رہا۔

تیسرے باب میں آزادی کے بعد ادارہ کس طرح دوبارہ شروع کیا گیا؟ کالج کا نام ۱۹۷۵ء میں کیوں بدلا گیا؟ ادب وتہذیب، مضمون، نصاب میں کیا کیا تبدیلیاں ہوئیں؟ کون کون سی ڈگریوں کے لئے کلاسیں شروع ہوئیں؟ ابتدائی اور موجودہ وقت، سبھی کا ذکر کیا گیا ہے۔ اساتذہ اور طلبا کے بیچ تعلقات کیسے تھے؟ ہندو مسلم اور دیگر مذاہب کے ماننے والے ایک ساتھ مل کر رہتے تھے، اس پر بھی روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔ دوسری طرف اس ادارے سے منسلک رہے اساتذہ یا طلبا وطالبات جو موجود ہیں یا سابق بنے، ان سے انٹرویو لیا ہے۔ انھوں نے اس ادارے سے منسلک ہو کر کیا کھویا اور کیا پایا، اب تک ان کا تجربہ کیسا رہا؟ ان کے جواب سے متاثر نہ ہونا ناممکن تھا، جس تحقیقی کام کی شروعات کی تھی، اسے ان لوگوں کے جواب نے انجام تک پہنچایا ورنہ کہانی ساحل کے بجائے بھنور میں پھنس جاتی۔ ان شخصیتوں نے ادارے سے کیا لیا اور کیا دیا؟ سبھی پہلوؤں پر روشنی، سوالات اور جوابات کے ذریعے ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ان کے نام سلمان غنی ہاشمی، جناب روی چتورویدی، جناب فیروز اختر، محترمہ اوشا عالم، جناب وریندر کمار، جناب یونس جعفری، جناب گوپی چند نارنگ صاحب ہیں۔

چوتھا باب اختتام پر مشتمل ہے۔ اس تحقیقی کام کے دوران انوکھا تجربہ حاصل ہوا۔ کئی نامور شخصیتوں سے ملاقات کرنے کا موقع ملا جو ہماری خوش نصیبی ہے۔ تحقیق کو پورا

www.urduchannel.in

کرنے کے لئے نیشنل میوزیم، نیشنل آرکائیو، دلی آرکائیو، تین مورتی لائبریری بھی جگہوں سے مدد ملی۔ اگر وہاں نہ جاتا تو ان ساری چیزوں سے کس طرح واقفیت حاصل کرتا۔ اتنی جد و جہد کے بعد بھی ماخذ نہ مل پانے سے تحقیق کے ذریعے تاریخ کو بالترتیب نہیں لکھا جا سکا ہے۔ پھر بھی میں نے پوری کوشش کی ہے کہ خاص خاص واقعات کو پیش کرتا چلوں۔ مجھے اس تحقیقی کام کے درمیان جو اچھا، برا محسوس ہوا، بھی پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے۔

☆☆

IHSAN UL HAQ (Bs urdu)

www.urduchannel.in

باب اول

تعلیمی نظام کا تاریخی پس منظر

"تعلیم انسان کی مکمل شخصیت کو نکھارنے اور معاشرے کی ترقی و تہذیب کی بنیاد ہے۔"

زمانۂ قدیم میں جب انسانوں نے غور و فکر کرنے کے ساتھ ساتھ لکھنا پڑھنا شروع کیا تو زندگی کے تمام شعبوں میں انقلابی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ انسانوں کو یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آ گئی کہ تعلیم و تربیت ہی ایک بہترین زندگی فراہم کر سکتی ہے۔ مؤرخین اس بات پر بار بار نظر ثانی کرنے پر آمادہ کرتے ہیں کہ زمانۂ قدیم سے لے کر زمانۂ جدید کے آغاز تک علم خاص کر مذاہب کی بندشوں پر پروان چڑھا ہے۔ جب انسانوں نے مکمل طور پر سائنس کو اپنایا تو مذہب کے چشمے کی ضرورت کم پڑنے لگی۔

مؤرخین نے ہندوستان کی تاریخ کو اس کی خصوصیت کے اعتبار سے تین حصوں میں تقسیم کر کے سمجھنے کی کوشش کی ہے۔

۱۔ عہدِ قدیم

۲۔ عہدِ وسطیٰ

۳۔ عہدِ جدید

ہندوستان کی تاریخ میں عہدِ جدید کا دور اورنگ زیب عالمگیر کی وفات ۱۷۰۷ء سے مانا جاتا ہے۔ مغرب میں خاص طور سے یوروپ میں عہدِ جدید کا آغاز تقریباً ۱۵۰۰ء سے مانا جاتا ہے۔ جب قسطنطنیہ پر ترکوں نے قبضہ کیا تو یورپی ممالک کے لئے تجارت کے تمام بڑی راستے بند ہو گئے کیونکہ ان راستوں پر ترکوں کا قبضہ ہو گیا تھا۔ ان یورپی ممالک

www.urduchannel.in

کے تجارتی قافلوں نے نے بحری راستے کی تلاش شروع کی۔ واسکوڈ گاما اور کولمبس جیسے جہاز ران نے سمندر کے راستے تجارت کرنے کا طریقہ تیار کیا۔ یہ وقت تاریخ میں 'جغرافیائی کھوج' کے نام سے جانا جاتا ہے۔ تجارت کے ذریعے یورپی ممالک کا تعلق ہندوستان سے کافی گہرا ہوگیا۔ تجارتی قافلے ہندوستان سے گرم مسالے، کپڑے، لکڑی لے جاتے اور اس کے بدلے میں سونا، چاندی دے جاتے۔ ۱۶۰۸ء میں ہندوستان میں برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی نے مغل بادشاہ جہانگیر کے دربار میں تجارت کرنے کی اجازت چاہی۔ اجازت مل جانے پر انگریزوں نے تجارت پر ہی اکتفا کئے رہے مگر بدلتے وقت اور حالات کے ساتھ ساتھ یہاں کی سیاست میں دخل اندازی کرنا شروع کردیا۔ مدتوں بعد جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انگریز ہندوستان کے حکمراں بن بیٹھے جو ہندوستان کی کئی معنوں میں خوش بختی یا بدبختی کہی جاسکتی ہے۔

انگریزوں نے ہمیں مغربی فلسفۂ حیات اور سائنس سے تعارف کرایا۔ انہوں نے ہندوستانیوں کو تعلیم یافتہ بنایا خواہ ان کا مقصد جو بھی ہو۔ کچھ مؤرخین کا کہنا ہے کہ انگریزوں نے اپنی تجارتی کمپنی میں کام کرنے والے ملازمین کے لئے انگریزی تعلیم یا مغربی تعلیم فراہم کی۔ یہ ایک حقیقت ہے۔ مگر اس کا اثر ہندوستانیوں کے ذہن پر گہرا پڑا اور وہ مغربی تعلیم کی طرف توجہ دینے پر مجبور ہوگئے۔ انگریزوں کے ہندوستان آنے سے قبل اور حکومت کی باگ ڈور انگریزوں کے ہاتھ میں چلے جانے تک علم کی بنیاد مذہبی اقدار میں ہی رہی۔

☆ ہندو تعلیم

ویدک عہد سے ہندوؤں کی قدیم تعلیم کی کہانی شروع ہوتی ہے۔ اس وقت تعلیم پر صرف برہمنوں کا ہی غلبہ تھا۔ اسی لئے اسے 'برہمن تعلیم' بھی کہا جاتا ہے۔ قدیم ہندوستان میں تعلیم کو اہمیت دی جاتی تھی۔ اس کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ تعلیم کو روشنی کا ذریعہ اور انسان کی تیسری آنکھ مانا جاتا تھا۔ قدیم تعلیم خاص کر علم اور احساس پر زور۔ قلبی کیفیت کی انسداد، خداپرستی، مذہب کا مرکب، تعمیر کردار اور شخصیت کا ارتقاً مقصد اوّل تھا۔

تعلیم کی شکل جو قدیم زمانہ میں تھی وہ تقریباً عہدِ وسطیٰ میں بھی رہی ہے۔ ہندوؤں

www.urduchannel.in

کے تعلیمی ادارے یہ تھے:

ٹول : اس میں سنسکرت کی تعلیم دی جاتی تھی۔

چرن : اس میں وید کے حصہ کی تعلیم دی جاتی تھی۔

گھٹیکا : اس میں مذہب اور فلسفے کی تعلیم دی جاتی ہے۔

گروکل : اس میں وید، مذہب اور ادب کی تعلیم دی جاتی تھی۔

پریشد : اس میں مختلف مضامین کی تعلیم دی جاتی تھی۔

وڈیاپیٹھ : اس میں معیاری اور فکر وعمل کی تعلیم دی جاتی تھی۔

عہدِ قدیم سے ہندوستانی سماج میں تعلیم کی ضرورت کو محسوس کیا جاتا رہا ہے۔ عہدِ وسطیٰ میں انگریزی حکومت سے قبل کچھ اس طرح کے تعلیمی نظام دکھائی پڑتے ہیں۔ یہ بات واضح ہے کہ جدید تعلیم کی بہ نسبت عہدِ وسطیٰ کے تعلیمی نظام اور موضوعات میں کافی فرق تھا۔ سبھی جگہوں پر ہندوستانی تعلیمی نظام حاوی رہا۔ تعلیمی نظام و شکل جیسا بھی رہا ہو، اس نے اس وقت کے سماج کی ضروریات کو پورا کیا۔ ملک کے مختلف حصوں میں خاص کر گاؤں میں نچلے طبقے کی پاٹھ شالہ ہوتا تھا۔ جس میں ابتدائی تعلیم دی جاتی تھی۔ ایسے تعلیمی مراکز بہت کم تھے۔ مگر کچھ کی حالت اچھی رہی ہوگی۔ زیادہ تر پاٹھ شالائیں مندروں یا مذہبی مرکزوں، برآمدوں، جھونپڑیوں یہاں تک کہ گئوشالاؤں یا پیڑوں کے نیچے ہوا کرتی تھیں۔

اساتذہ خاص طور پر ریاضی کو ترجیح دیتے تھے۔ چھپی ہوئیں کتابیں دستیاب نہیں تھیں۔ تھوڑا سا لکھنا پڑھنا اگر کسی کے بچوں نے سیکھ لیا تو ماں باپ بہت خوش ہو جاتے تھے۔ اساتذہ کی تنخواہیں مقرر نہیں تھیں۔ اساتذہ کا ڈر بچوں کے دل و دماغ میں پیدا کیا جاتا تھا۔ جس کی وجہ سے بچے اپنے اسباق جلدی یاد کر لیتے تھے۔ اس وقت کے سماج کی ذہنیت بھی ویسی ہی بن چکی تھی کہ بچے استاد کے ڈر سے ہی پڑھ پائیں گے۔ جو بچہ گنتی (پہاڑہ) اچھی طرح سے پڑھ لے اور ریاضی کے پیچیدہ سوالوں کے جوابات حل کر لے، اسے اساتذہ کی قربت ملتی تھی۔ ایسی ذہنیت ہندوستانی سماج کی رہی ہے۔ جو بچہ پڑھنے میں کمزور ہو اسے سزا ملتی تھی۔ ریاضی کے علاوہ بچوں کو مذہبی اور تصوراتی داستانیں جیسے مہابھارت،

www.urduchannel.in

رامائن کی کہانیاں پڑھائی جاتی تھیں۔

گاؤں کے اسکول کل ملا کر ضرورتوں کو پورا کر دیا کرتے تھے۔ سنسکرت کی اعلیٰ تعلیم کے لئے 'ٹول' ہوتا تھا۔ زمیندار، حکمراں، ان اداروں کو معاشی طور پر امداد فراہم کرتے تھے۔ ہندو طلبا کے لئے ذریعۂ تعلیم (خاص طور سے اعلیٰ تعلیم) سنسکرت تھا۔ جنوبی ہند میں متھ اور وہار سنسکرت پڑھانے کے مراکز تھے۔ طلبا کو وید، اُپنشد اور ہندو فلسفہ پڑھایا جاتا تھا۔ تعلیم پنڈت یا مشہور اساتذہ کے ذریعے دی جاتی تھی۔ شمالی ہند میں انفرادی ٹول تھے۔ اگرچہ طلبا کی تعداد کم تھی۔ اٹھارویں صدی کے آخر میں بنگال کے ایک ضلع چوبیس پرگنہ میں تقریباً ایک سو نوے ٹول تھے۔ انیسویں صدی کے آغاز میں کلکتہ میں اٹھائیس (۲۸) ٹول تھے۔ جہاں دو سو (۲۰۰) سے بھی کم طلبا تھے۔ خاص کر یہ ٹول برہمن، ویش کے لئے ہی تھے۔ تعلیمی نظام خاصہ فرسودہ تھا۔ صبح سے دوپہر، دوپہر سے شام اور شام سے رات تک پڑھائی کرنی ہوتی تھی۔ مضامین میں۔ قواعد، ادب، تصوراتی قصہ کہانی، منطق، قانون (مذہبی) اور پانِنی کے لکھے ہوئے قواعد کو پورا پورا یاد کرنا ہوتا تھا۔ طلبا کو ان کے سمجھے بغیر مکمل طور پر ان کو ذہن نشیں کرنا ہوتا تھا۔ اعلیٰ تعلیم صرف مذہبی مقاصد کو ہی پورا کرتی تھی۔ عہدِ وسطیٰ میں تعلیم گاہوں میں منوسمرتی اور کئی مذہبی کتابیں پڑھائی جاتی تھیں۔ اس کے ساتھ ساتھ قواعد، تاریخ، ناٹک، موسیقی، رقص، فلسفہ اور منطق کی تعلیم بھی دی جاتی تھی۔

عہدِ وسطیٰ میں ہندوؤں کے بہت سے تعلیمی مراکز تھے۔ مغلیہ سلطنت کے آخر وقت تک ہندوؤں کے اہم تعلیمی مراکز یہ تھے:

۱۔ کاشی	۲۔ اوجین	۳۔ متھرا	۴۔ پٹنہ	۵۔ دیجے نگر
۶۔ دھار	۷۔ مارواڑ	۸۔ نادیا	۹۔ پانڈی چیری	

عہدِ وسطیٰ میں کئی اور دیگر مضامین مثلاً علمِ کیمیا، علمِ حیات، علمِ طبعیات، علمِ سیاسیات، کی تعلیم دی جانے لگی۔ رفتہ رفتہ اس میں نکھار آیا۔ زمانۂ قدیم کی کئی یونیورسٹیاں جیسے نالندہ، وکرم شلا عہدِ وسطیٰ میں کھنڈر کی شکل میں تبدیل ہو چکی تھیں۔ جب عربوں، ترکوں سے ہندوستانیوں کا تعلق قائم ہوا تب یہاں کے ہندوؤں نے عربی کیمیا، ریاضی کی تعلیم حاصل

www.urduchannel.in

کی۔ ہندو حکمراں نے بھی کئی مشہور کتابیں تصنیف کی ہیں۔

☆ مُسلم تعلیم

"رَبِّ زِدنِی عِلماً" (قرآن پاک) (ترجمہ: میرے پروردگار مجھے زیادہ علم دے)۔ قرآن مجید میں جاہل لوگوں سے کنارہ کشی رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ایک حدیث میں ہے "علم حاصل کرو۔ چاہے اس کے لئے چین کا سفر کرنا پڑے۔"

تعلیم حاصل کرنے کا سب سے اہم سبب یہ تھا کہ قرآن مجید کی تعلیم نے مسلمانوں کے اندر غور وفکر کا مادّہ پیدا کیا۔ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں مسلمانوں کی توجہ صرف دینی تعلیم و علوم اسلامیہ کی طرف تھی۔ ان کے یہاں تعلیم کا مقصد قرآن مجید اور حدیث کی تعلیم حاصل کرنا تھا۔

قطب الدین ایبک (دلی سلطنت) کے زمانے سے اسلامی تعلیم کی سرگرمیاں ہندوستان میں شروع ہوئیں۔ دلی سلطنت ہو یا مغل سلطنت بھی دربار علماء فضلاء اور شعراء سے بھرے ہوئے تھے۔ ہندوستان میں مسلمانوں کا تعلیمی نظام بنیادی طور پر دینی تھا۔ ابتدائی تعلیم کے مراکز مکاتب تھے۔ ان مکتبوں میں بچے بچیاں ساتھ ساتھ تعلیم پاتے تھے۔ فارسی، عربی میں تعلیم دی جاتی تھی۔ تعلیم کا مقصد بچوں کو دینی، اخلاقی اصولوں سے روشناس کرانا نیز ان پر عمل کرانا تھا۔ یہاں زبانی تعلیم زیادہ دی جاتی تھی۔

تعلیم حاصل کرنے میں عمر کی کوئی قید یا بندش نہیں تھی۔ درس وتدریس کے زیادہ ساز وسامان نہ تھے۔ چھوٹے چھوٹے تعلیمی اداروں کے علاوہ اعلیٰ تعلیمی ادارے بھی تھے۔ جو مدرسہ کہلاتے تھے۔ اور یہ شہروں میں قائم تھے۔ یہ مدرسے زیادہ تر اہلِ ذوق امراء قائم کرتے اور اس کا خرچ اٹھاتے تھے، دینی علوم میں عربی، فارسی، فقہ اور حدیث پڑھائی جاتی تھی۔ ان مدرسوں میں تعلیم مفت دی جاتی تھی۔

اعلیٰ تعلیم کے لئے سلطنت کے بادشاہوں اور آگے چل کر مغلوں نے بے شمار مدرسے قائم کیے۔ ادارہ کے اخراجات کے لئے دل کھول کر جاگیریں وقف کیں۔ تعلیم کا

www.urduchannel.in

مقصد دینی اور دنیاوی افادیت پر مبنی تھا۔ تعلیم کا ڈھانچہ سادہ تھا۔ دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ تھوڑا بہت ریاضی اور روزمرہ کے استعمال میں آنے والی تعلیم بھی دی جاتی تھی۔ مشرقی دنیائے اسلام میں قیام مدارس کی تحریک اس لئے شروع ہوئی تھی کہ مذہبی لوگوں کی زندگی کے تقاضوں اور وقت کی تہذیبی ضرورتوں کو پورا کرنے کا یہ ایک وسیلہ سمجھے جاتے تھے۔ ہندوستان میں ترکوں کی حکومت کے قیام کے ساتھ مسلمانوں کی تعلیم وثقافت کی یہ خصوصیت بھی پہنچی۔ افسوس ہے کہ عہدِ وسطیٰ کے مسلم مؤرخین اور تذکرہ نگاروں نے تعلیمی موضوعات پر کوئی توجہ نہیں دی۔ اس لئے اس بات کا سراغ نہیں ملتا ہے کہ مدرسوں کے نصاب میں کب کب اور کیا کیا تبدیلیاں ہوئیں؟

تعلیم کی صورت مسلمانوں کے ساتھ ہندوستان میں وہی تھی جو ہندوستان کے باہر تھی۔ قرآن مجید پڑھانے والے کو ''مقری'' کہا جاتا تھا جو قرأت کے فن سے واقف ہوتے تھے۔ فارسی، عربی کے ساتھ فقہ پر زیادہ زور دیا جاتا تھا۔ دستکاری، کشیدہ کاری، موسیقی سبھی کی تعلیم دی جاتی تھی۔ عراقی کی لمعات اور مثنوی مولانا روم بھی مدرسوں اور خانقاہوں میں دلچسپی اور مطالعے کے موضوع تھے۔ انیسویں صدی کے نصف آخر تک مدرسوں کے نصاب میں تفسیر، حدیث، فقہ، عربی زبان اور فارسی زبان وادب پر زیادہ زور دیا جانے لگا۔ اٹھارویں صدی کے اوائل میں ملا نظام الدین سہالوی (۱۷۴۸ء) کے ہاتھوں باضابطہ نصاب تعلیم یا درس کا سلسلہ شروع ہوا جسے ''درس نظامی'' یا ''درس نظامیہ'' کہتے ہیں۔ جو آج بھی تھوڑے ردوبدل کے ساتھ مدارس میں رائج ہے۔ شاہ ولی اللہ دہلوی (۱۷۶۲-۱۷۰۳ء) نے اپنے زمانے میں مدرسوں میں جن مضامین کا مطالعہ کیا وہ تھے عربی، صرف ونحو، منطق، فلسفہ، کلام، فقہ، اصول فقہ، بیان ومعانی، ریاضی، ہیئت، طب، تصوف، حدیث، تفسیر۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ مدرسوں میں اعلیٰ تعلیم کے لئے یہ مضامین پڑھائے جاتے تھے۔

اورنگ زیب عالمگیر کے زمانے کا ایک یوروپین سیاح کپتان ''الکزنڈر ہملٹن'' سندھ کے ایک شہر ٹھٹھہ کے بارے میں لکھتا ہے:

شہر ٹھٹھہ میں مختلف علوم فنون کے چار سو (۴۰۰) مدرسے ہیں۔''(۱)

www.urduchannel.in

۱۷۸۸ء میں بنارس کے ریزیڈنٹ جوناتھن ڈنکن نے جونپور کو دیکھا تو اس کی بربادی پر افسوس ظاہر کیا۔ اس زمانے کے کمشنر اور کلکٹر (بنارس) کے سرکاری کاغذات میں اس کی گذشتہ عظمت کے غیر فانی نقوش اب بھی باقی ہیں:

"جونپور جو مسلمانوں کے علوم فنون کا مرکز اور علماء کا مرجع تھا جسے "شیراز ہند" کا خطاب حاصل تھا۔ جہاں بہت سے مدارس بھی قائم تھے۔ اس کی اب صرف گذشتہ عظمت کی داستان باقی رہ گئی ہے۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ شہر ہندوستان کا شیراز تھا۔ یا ازمنہ وسطٰی کا پیرس۔ جونپور کا ہر شاہزادہ اس پر فخر کرتا تھا کہ وہ علم وحکمت کا مربی ہے۔ علماء حکماء اس شاہی دارالحکومت کی پُرامن سرزمین میں ہر طرح کے علمی ترقیوں کے لئے سرتن کوشاں رہتے تھے۔ محمد شاہ کے زمانے تک بیس مدارس جونپور میں موجود تھے۔ جن کے اب صرف نام ہی رہ گئے ہیں۔" (۲)

مدارس پورے ہندوستان میں لگ بھگ موجود تھے۔

عہدِ وسطٰی میں بنوائے گئے انگریزی حکومت کے قبل ان جگہوں کے مدرسے کافی نامور تھے۔ اجمیر، دلی، پنجاب، آگرہ، اودھ، بہار، گجرات، بنگال، دکن، مالوہ، ملتان اور اُچہ، کشمیر، سورت۔

پنجاب : سیالکوٹ کے مدارس مشہور تھے۔

بہار : پٹنہ پھلواری شریف کے مدارس مشہور تھے۔

بنگال : رنگ پور، ڈھاکہ، مرشد آباد، بوہار کے مدارس مشہور تھے۔

دکن : بہمنی، گلبرگہ، گولکنڈہ، حیدرآباد، بیجاپور، احمد نگر، برہان پور، دولت آباد کے مدارس مشہور تھے۔

مالوہ : مانڈو، چتوڑ، سارنگ پور، اوجین کے مدارس مشہور تھے۔

گجرات: احمد آباد، عثمان آباد کے مدارس مشہور تھے۔

۱۷۰۷ء میں مغل بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر کی وفات کے بعد ملک کا سیاسی نظام کمزور ہوتا گیا۔ صوبہ دار خودمختار ہونے لگے۔ چھوٹے چھوٹے صوبے بنے۔ آپسی

www.urduchannel.in

نااتفاقی کا فائدہ انگریزوں نے بھی بھرپور اٹھایا۔ یہاں کی حکومتوں میں دخل اندازی کی اور آخر کار ۱۸۵۷ء کی غدر کے بعد مغل شہنشاہ کو جلاوطن کر کے ہندوستان پر برٹش پارلیامنٹ کی حکومت قائم ہوئی۔

اس طرح مغل نظامِ حکومت کے خاتمہ کے ساتھ تعلیمی نظام میں نئی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ انگریزوں نے حکومت سنبھالی اور اقتدار میں آئے تو مصلحتاً اور ضرورتاً انھوں نے ہندوستانیوں کو تعلیم دینے کا ذمہ اپنے ہاتھوں میں نہ لیا۔ لیکن بعد میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے ملازموں کو جو ہندوستانی تھے، تعلیم دینے کی ضرورت محسوس ہوئی اور ساتھ ہی یہ بھی کہ ہندوستانیوں کو بھی انگریزی تعلیم دینا چاہیے۔ اس بات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے انگریزوں نے ہندوستان میں جدید تعلیم کا آغاز کیا جس میں انگریزی کے علاوہ دوسرے مضامین بھی شامل تھے۔

☆ مشنری تعلیم

یورپ کے تاجروں کے ہندوستان آمد کے کچھ ہی دنوں بعد عیسائی مشنریوں کا قافلہ یہاں آنا شروع ہوگیا، جن کا خاص مقصد لوگوں کو تعلیم کے ذریعے عیسائی بنانا تھا۔ ان مشنریوں نے ہندوستان کے مختلف علاقوں میں تعلیمی ادارے قائم کیے اور انھیں مغربی طریقۂ تعلیم کی طرح چلانا شروع کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ ان مشنریوں کو ہندوستان میں ''جدید تعلیم کا محرک'' قرار دیا جاتا ہے۔ مشنریوں سے یہ امید نہیں تھی کہ اسکول چلائیں گے اور اساتذہ کا کام بھی انجام دیں گے۔ یورپ کے ملکوں کی سرکار نے پادریوں کو اپنے ملک میں اسکول کھولنے کے لئے کسی بھی طرح کا تعاون نہ دیا۔ لیکن انھوں نے عیسائی مذہب کا تبلیغ کے لئے تعلیمی ادارے کھولے۔ شروع شروع میں زیادہ تر ہندوستان میں ہندو سماج کے نچلے طبقے کو عیسائی بنایا جو بالکل ہی جاہل تھے۔ انجیل کو پڑھنا فرض قرار دیا۔ اب مشنریوں سے یہ امید تھی کہ پڑھنے لکھنے کے لئے اسکول کھولے جائیں۔ اس لئے ہندوستانی زبان میں انجیل کا ترجمہ کروایا۔ عوام کو سرکاری نوکری بھی دی۔ مشنریوں نے محسوس کیا کہ عیسائی بنانا ہی نہیں بلکہ ان کی سماجی، معاشی، تہذیبی ترقی بھی لازمی ہے اور عیسائی بنے لوگوں کا داخلہ دیشی، سرکاری

www.urduchannel.in

اسکولوں میں نہیں ہوتا تھا۔ مشنری کو چلانے والے اب اچھی طرح سے سمجھ گئے کہ اسکول کا عیسائی بنانے کے علاوہ اور ایک کام بھی ہے اس لئے دونوں کو ایک ساتھ چلانا ہوگا۔

☆ ڈین مشنری

ایسٹ انڈیا کمپنی کے علاقے میں پہلی کام کرنے والی مشنری ڈین مارک کی تھی جو عیسائی مذہب کے پروٹو اسٹینٹ فرقہ سے تعلق رکھتی تھی۔ جی کنھلنگ اور پلیو شانے مل کر ۱۷۰۶ء میں دکنی ہندٹراونکور سے شروع کی۔ تامل ناڈو میں ۱۷۱۳ء میں چھاپہ خانہ قائم کیا۔ اساتذہ کی ٹریننگ کے لئے اسکول کھولا۔ پھر مدراس (چینئی) میں چیریٹی اسکول بھی کھولے گئے۔

"گرانڈلر نے ۱۷۱۷ء میں گورے لوگوں کے لئے پرتگالی اسکول اور کالے لوگوں کے لئے مالاوار اسکول کھولا۔" (۳)

۱۷۴۲ء کا ئرینڈر یوریشیائی لوگوں اور ہندوستانیوں کے لئے فورٹ سینٹ ڈیویڈ میں فیاضانہ اسکول قائم کیا گیا۔ مگر شوارز کو مدراس (چینئی) حلقہ میں تعلیم کا پہلا محرک مانا جاتا ہے۔ تجور کے ریزیڈنٹ جان سلیوان کی مدد سے تجور، رام ناڈ، شیوگنگا میں ۱۷۸۵ء میں ہندوستانیوں کے لئے انگریزی اسکول قائم کیا گیا۔ اسے سب سے قدیم تعلیم گاہ کہا جاتا ہے۔ سبھی مشنریوں نے جو تعلیمی حلقہ میں کام کیا ان کے تئیں کمپنی کا اچھا نظریہ رہا۔ کچھ حد تک معاشی امداد بھی کمپنی نے فراہم کی۔ اٹھارویں صدی میں ڈین مارک کو کمپنی نے دکن ہندوستان میں تعلیم کے حصہ میں اپنی مدد دی۔ مگر ہندوستان میں ایسا نہ ہوسکا۔ بنگال میں ان مشنریوں کو کافی تکلیف کا سامنا کرنا پڑا۔ گرڈچ نے انہیں امداد فراہم کیا ہوتا تو شاید ایسا نہ ہوتا۔ کائرینڈر سے خوش ہوکر کلائیو نے اسے بنگال بلایا۔ اور وہ بنگال ہی میں تعلیمی سرگرمیوں میں کھو گئے۔ ۱۷۹۳ء میں ڈاکٹر کیئرے کلکتہ سے مالدہ گئے اور گاؤں میں اسکول کھولا۔ کیئرے، وارڈ اور مارش مین نے شری رام پور میں تعلیمی ادارہ کھولا۔ انجیل کا ترجمہ کیا۔ لڑکے لڑکیوں کے لئے کئی اسکول قائم کیے۔

www.urduchannel.in

☆ ڈچ مشنری

ڈچ مشنریوں نے چنسورا، ناگا پٹنم میں کچھ اسکول قائم کیے۔ ان اسکولوں میں ڈچ ایسٹ انڈیا کمپنی کے ملازموں اور ہندوستانیوں کے بچوں کو تعلیم دی جاتی تھی۔ مشنریوں نے تبلیغ مذہب کے کاموں کو اوّلیت نہیں دی۔ لہٰذا انہوں نے اپنے اسکولوں کو تبلیغ مذہب کا مرکز نہیں بنایا۔

☆ فرانسیسی مشنری

فرانسیسی مشنریوں نے ماہی، ینام، کاری کل، پانڈوچیری، چندرنگر میں پرائمری اسکول قائم کیا۔ ان اداروں کی خصوصیت یہ تھی کہ ان میں بچوں کو ان کی مادری زبان میں تعلیم دی جاتی تھی۔ ان اداروں میں مذہبی تعلیم لازمی تھی۔ مطالعہ کرنے والے بچوں کو کبھی کبھی مفت کھانا، کپڑا اور کتابیں دی جاتی تھیں۔

☆ پرتگال مشنری

پرتگال مشنری نے گوا، دمن، دیو، بیسن، ہگلی، کوچین، چٹگاؤں میں پرائمری ادارے قائم کیے۔ ان اداروں میں پرتگالی اور مقامی زبانوں میں تعلیم دی جاتی تھی۔ ساتھ ہی ساتھ کھیتی، حساب، عیسائی مذہب اور تھوڑی سی دستکاری، اعلیٰ تعلیم میں شامل تھی۔ پرتگالی مشنریوں نے پرائمری تعلیم کے ساتھ اعلیٰ تعلیم کا بھی انتظام کیا۔ انھوں نے گوا، بیسن، چاٹل اور بندوارا میں کالج قائم کیے۔ ان کالجوں میں لاطینی، قوائد، موسیقی، منطق، عیسائی مذہب اور پرتگالی زبان کی تعلیم دی جاتی تھی۔ ان کالجوں میں چاٹل کا جیسٹ کالج اور بندوارا کا سینٹ کالج خاص طور سے مشہور تھے۔

www.urduchannel.in

☆ برٹش مشنری

دیگر مشنریوں کے مقابلہ میں برٹش مشنریوں کے کام کرنے کا حلقہ زیادہ وسیع تھا۔ انھوں نے مدراس، بمبئی، بنگال میں چیریٹی اسکول قائم کیے، جس میں کمپنی کے بچوں کو مفت تعلیم دی جاتی۔ بنگال کو اپنے مذہب کی تبلیغ کا خاص مرکز بنایا۔ وہاں سری رام پور میں تین مشنریوں نے مل کر عیسائی مذہب کو فروغ دینے کی سعی کی۔ جن کے نام کیرے، وارڈ، مارش مین تھے۔ یہ تینوں سری رام پور میں ''تین مورتی'' کے نام سے مشہور تھے۔ انھوں نے ۱۸۰۸ء میں ''ہندوؤں اور مسلمانوں سے خطاب'' نام کی کتاب شائع کی تھی۔ جس سے ہندوستانی عوام کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچی۔ جس کے باعث ہندوؤں اور مسلمانوں کا حکومتِ وقت کے خلاف غصہ بھڑک اٹھا۔ اس مخالفت کو دبانے کے لئے اس وقت کے گورنر جنرل لارڈ منٹو (۱۸۱۳ـ۱۸۰۷ء) نے تینوں پادریوں کو قید کروایا اور مشنریوں کے تبلیغی کاموں پر پابندی لگادی۔

ان رویوں سے مشنریوں کو بہت زیادہ ناراضگی ہوئی اور انگلینڈ میں پادریوں نے تحریک شروع کردی۔ جس میں سب سے پہلے چارلس گرانٹ کلکتہ آئے اور کمپنی کی ملازمت شروع کردی۔ ۱۷۷۰ء میں بنگال میں بڑا ہولناک قحط پڑا۔ چارلس گرانٹ نے اس زمانے میں غریبوں اور مفلسوں کی امداد اور خدمت میں جی توڑ محنت کی۔ عیسائی مشنریوں کی تبلیغی سرگرمیوں میں مدد کرنے لگے تاکہ یہاں کے باشندوں کو زیادہ سے زیادہ عیسائی بنایا جاسکے۔ کچھ ہی دنوں بعد انگلینڈ چلے گئے۔ وہاں پارلیامنٹ کے سرگرم رکن ''ولبر فورس'' سے ملاقات کی۔ وہ بھی مذہبی خیالات کے تھے۔ ان کی مدد لے کر عیسائی بنانے کی تجویز پیش کی۔ گرانٹ کا کہنا تھا کہ:

> ''ہندوستان میں کمپنی کی حکومت کا سارا کاروبار انگریزی زبان میں ہونا چاہئے اور ہندوستانی مدارس میں ذریعۂ تعلیم انگریزی کردیا جائے۔'' (۴)

اس مضمون میں انہوں نے یہ رائے بھی ظاہر کی کہ ہمیں کام کی وسعت سے گھبرانا

www.urduchannel.in

نہیں چاہئے۔ خود ہندوستانی باشندے انگریزی پڑھنے کے بہت مشتاق ہیں۔ اگر ایک مرتبہ ہم نے انگریزی پڑھانا شروع کر دیا تو جلد ہی وہ اتنی مہارت اور قدرت حاصل کر لیں گے کہ وہ ہماری مدد کے بغیر اپنے ہم وطنوں کو یہ زبان پڑھانے کے قابل ہو جائیں گے۔

☆ مشنری اور کمپنی

"۱۸۱۳ء سے پہلے مشنریوں کو کمپنی نے نہ کہ برابر مدد کی۔ خاص کر ۱۷۶۵ء سے پہلے کمپنی کا نظریہ مشنریوں کے لئے اچھا تھا۔ مگر جیسے ہی ہندوستان کا سیاسی نظام کمپنی کے ہاتھ آیا اس کا رویہ مشنری کے لئے بالکل ہی بدل گیا۔" (۵)

۱۷۶۵ء کے بعد اب یہ صاف ہو گیا کہ کمپنی کو حکومت کرنی ہے۔ اس لئے مذہبی رجحان کی زیادہ ہمت افزائی نہ کرنے کا فیصلہ لیا۔ مذہبی پھیلاؤ اور پادریوں کے متعلق ان کے خیال بالکل الٹے ہو گئے۔ مشنری سے تعلق نہ کے برابر رکھنی شروع کی۔ لارڈ منٹو گورنر جنرل (۱۸۰۷ء۔۱۸۱۳) کے وقت مشنریوں کو اب کمپنی کے علاقے سے باہر رکھنے کی بات ہونے لگی۔

☆☆

www.urduchannel.in

اُنیسویں صدی میں انگریزی تعلیم

(۱۸۱۳ء۔۱۸۸۲ء)

ایسٹ انڈیا کمپنی نے ۱۸۱۳ء تک تعلیم میں دلچسپی نہیں لی۔ وارن ہسٹنگز کی انفرادی کوششوں کے نتیجے میں ۱۷۸۱ء میں کلکتہ مدرسہ کی بنیاد رکھی گئی۔ جس کا ذریعۂ تعلیم عربی و فارسی تھا۔ فلسفہ، قواعد، ریاضی، جومیٹری، منطق، ہیئت، قانون اور مذہبی اصول پڑھائے جاتے تھے۔ گجرات، کشمیر، کرناٹک وغیرہ سے طلبا یہاں علم حاصل کرنے آئے تھے۔ صوبہ بنارس کے ریزیڈنٹ جوناتھن ڈنکن کی انفرادی کوششوں کے بعد ۱۷۹۲ء میں بنارس میں سنسکرت کالج قائم کیا گیا۔ اس ادارے میں منوسمرتی کے مطابق ہندو مذہب کے اصول، قانون، ریاضی، تاریخ، منطق، فلسفہ کی تعلیم دی جاتی تھی۔

جس نقطۂ نظر سے مُسلم نوجوانوں کے لئے کلکتہ مدرسہ قائم کیا گیا اسی نقطۂ نظر سے ہندو نوجوانوں کے لئے بنارس سنسکرت کالج قائم کیا گیا۔ ہندو مُسلم اپنے مذہبی قانون کو اچھی طرح سے جانیں تاکہ انگریز ججوں کو فیصلہ دینے میں تعاون مل سکے۔ پھر ۱۷۸۱ء کے بعد مختلف ایجنسیوں نے مختلف مقاصد کے تحت بڑی تعداد میں تعلیمی ادارے قائم کئے گئے۔ دلّی، آگرہ، لکھنؤ، اجمیر اور دیگر مقامات پر مدارس کا قیام عمل میں آیا۔ جن مضامین کی تعلیم دی گئی ان میں عربی زبان و ادب، مذہب، قواعد، ریاضی، علم نجوم، جیومیٹری، تاریخ، طبعی فلسفہ، قانون اور علم بیان شامل تھے اور ذریعۂ تعلیم سنسکرت، عربی اور فارسی ہی تھا۔ ۱۸۱۳ء کے چارٹر ایکٹ کے ذریعے ہندوستانیوں کی تعلیم کے لئے کمپنی ایک لاکھ روپیہ خرچ کرے گی۔ جس میں یہ بھی کہا گیا کہ ایک منصوبہ تیار کیا گیا ہے مگر

"سرکاری پالیسی، تعلیم کس طرح کی، کہاں تک اور کس طرح دی جائے گی۔" (۱)

www.urduchannel.in

اس کا خاکہ نہ بن سکا۔

۱۸۲۳ء میں پبلک انسٹرکشن کمیٹی کا جوابی رُجحان نے سنسکرت کالج کے ذریعے مشرقی زبان اور اس کے ادب کی تعلیم دینے کی پرزور سفارش کی۔ ۱۸۰۰ء میں گورنر جنرل ولیزلی نے فورٹ ولیم کالج کا قیام عمل میں لایا تھا۔ یہ کالج کلکتہ میں کھولا گیا۔ اس میں خاص کر انگریزوں کو ٹریننگ دی جاتی تھی۔ ہندوستانی زبان کی پڑھائی ہونے سے ہندوستانیوں نے داخلہ لینا شروع کر دیا۔ کئی زبانوں کی کتابیں چھپیں۔ ہندی، اردو کو بھی نئی روح بخشی گئی۔ راجا رام موہن رائے نے، ایڈورڈ ہائیڈ کی مدد سے کلکتہ میں ہندو کالج ۱۸۱۷ء میں قائم کی۔ اس کالج کا انگریزی زبان وادب سے روشناس کرانا مقصد تھا۔ کلکتہ میں برٹش سرکار ایک سنسکرت کالج کھولنا چاہتی تھی۔ جس میں ہندوستانی زبان وادب کی تعلیم دی جاتی۔ اس کی پرزور مخالفت راجا رام موہن رائے نے ۱۸۲۳ء میں کیا۔ ایک خط گورنر جنرل کے نام لکھا:

''کلکتہ میں سنسکرت کالج کھلنے سے ہمیں وہی پرانی چیزیں پڑھائی اور سکھائی جائیں گی۔ ہندوستانی سماج کو انگریزی تعلیم ہی نئی چیز سکھا سکتی ہے۔'' (۷)

انگلش ایسٹ انڈیا کمپنی کی چارٹر ایکٹ بیس سال پر برٹش پارلیامنٹ کے ذریعہ تجدید کی جاتی تھی۔ ۱۸۱۳ء میں چارٹر کی تجدید کا مسئلہ جب پارلیامنٹ کے سامنے آیا تو اس موقع پر زبردست مخالفت کے باوجود گرانٹ اور ولبرفورس کے گروہ کو کامیابی ملی۔ ۱۸۱۳ء کے حکمنامہ میں درج ذیل دفعہ جوڑ کر ہندوستانی تعلیم کی اشاعت کی ذمہ داری کمپنی کے اوپر رکھی گئی۔

''ادب کی احیاء اور اس کی ترقی کے لئے ہندوستانی عالموں کی ہمت افزائی کے لئے اور ہندوستان میں برطانوی مقبوضات میں رہنے والوں میں سائنس کی ترویج اور ترقی کے لئے ہر سال کم از کم ایک لاکھ روپیہ کی رقم الگ رکھی جائے گی اور صرف کی جائے گی۔'' (۸)

یہ دفعہ ہندوستانی تعلیم کی تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ اس کی وجہ گرانٹ اور ولبرفورس نے ہندوستانیوں کی تعلیم کو کمپنی کی ذمہ داری بتائی۔ اس نے ہندوستان میں انگریزی تعلیمی پالیسی کی شروعات کر کے ہندوستانی تعلیم کو ایک نئی سمت عطا کی۔ ہندوستانی

www.urduchannel.in

باشندوں کو یہ امید تھی کہ ۱۸۱۳ء کے حکم نامہ میں جوڑی جانے والی نئی دفعہ سے انہیں تعلیم کی زیادہ سہولت حاصل ہو جائے گی لیکن ان کی امیدوں پر یہ کھری نہیں اتری۔

۱۸۱۳ء کے چارٹر ایکٹ میں ایک لاکھ روپیہ تعلیم پر خرچ کرنے کا حکم دیا گیا۔ لیکن دفعہ میں اس بات کی وضاحت نہیں کی گئی کہ یہ رقم کس قسم کی تعلیم پر صرف کی جائے۔ جدید مغربی علوم کی ترویج پر، اس مسئلہ پر بحث چھڑ گئی۔ اس بحث کو قدیم وجدید کا نام دیا گیا۔ اس بحث میں حصہ لینے والے دو اہم گروہ تھے۔ قدامت پسندوں کے گروہ میں کمپنی کے پرانے اور تجربے کار ملازمین تھے۔ اس میں سب سے اوّل مقام وارن ہسٹنگز اور جوناتھن ڈنکن کا تھا۔ لارڈ منٹو گورنر جنرل (۱۸۱۳۔۱۸۰۷) بھی اس خیال کے ہمنوا تھے۔ جنرل کمیٹی آف پبلک انسٹرکشن کے زیادہ تر ممبر ایچ۔ ایچ۔ ولسن، ایچ۔ ٹی۔ پرنسپ قدامت پسند گروہ کے لیڈر بھی تھے۔ جو اسی خیال کے تھے۔ انگریزی کی تعلیم دیے جانے کی مخالفت میں تین دلیلیں پیش کیں:

۱۔ ہندوستان میں مغربی علوم وفنون اور سائنس کی اشاعت کرنے سے ملک کی قدیم تہذیب کا خاتمہ ہو جائے گا۔

۲۔ ہندوستان میں انگریزی تعلیم کی حوصلہ افزائی سے اس ہندوستانی ادب کا خاتمہ ہو جائے گا جس میں سینکڑوں برسوں سے کئی علوم کا عہد محفوظ ہے۔

۳۔ جب ہندوستان کی اپنی خود ایک قدیم اور مضبوط روایت ہے تو اس کو دوسرے ملک کی زبان اور ادب کی معلومات حاصل کرنے کے لئے مجبور کرنا غلط ہے۔

مغربی یا جدید علوم کے دلدادہ گروہ میں کمپنی کے نوجوان ملازمین اور مشنری تھے۔ مشرقی خیال ماننے والوں کی بھرپور مخالفت کی۔ انھوں نے یہ خیال ظاہر کیا کہ قدیم نظام تعلیم قریب المرگ ہے اور اسے نئی زندگی دینے کی انسانی کوشش بے فائدہ ہے۔ اس کے علاوہ انھوں نے یہ اعلان کیا کہ عربی، فارسی اور سنسکرت کے ادب میں قدیم اور بے معنیٰ خیالات کے علاوہ کسی قسم کا مفید علم نہیں ملتا ہے۔ اس لئے ہندوستانیوں کی ذہنی نشو ونما کے لئے ان کو بذریعۂ انگریزی یوروپین علوم سے واقف کرایا جانا ضروری ہے۔ جدیدیت

www.urduchannel.in

پسندوں نے ہندوستانیوں میں یورپی علوم اور سائنس کی ترویج وحمایت کسی بے غرض جذبے سے نہیں بلکہ ذاتی مفاد کے جذبے سے مغلوب ہوکر کی تھی۔ انھیں اپنی تجارتی اور انتظامی دفتروں اور دیگر امور کے لئے انگریزی تعلیم یافتہ ''کلرک طبقہ'' کی ضرورت تھی۔ ایسا ممکن نہ تھا کہ ان کے ہم وطن انگلینڈ سے آکر نچلے طبقے میں شامل ہوں۔ اس لئے انہوں نے یہی بہتر سمجھا کہ ہندوستانیوں میں انگریزی تعلیم اشاعت کرکے کلرک طبقہ کو پیدا کیا جائے۔

اس طرح قدامت پسندوں اور مغربی مکتب فکر کے لوگوں کی بحث اور کشمکش ۱۸۳۴ء تک چلتی رہی۔ آخرکار جنوری ۱۸۳۵ء میں عام تعلیمی کاؤنسل کے وزیر نے دونوں گروہوں کے مباحث کو ہندوستان کے اس وقت کے گورنر جنرل لارڈ ولیم بینٹک کے سامنے فیصلہ کے لئے پیش کیا۔ لارڈ میکالے کو بنگال کی عام تعلیمی کاؤنسل کا چیرمین منتخب کیا گیا۔ مغربی علوم اور مشرقی علوم کے بارے میں میکالے نے اپنی رپورٹ ۱۸۳۵ء میں گورنر لارڈ ولیم بینٹک کے پاس بھیج دی۔

میکالے نے قدیم تعلیم اور ادب کی پرزور مخالفت کی اور انگریزی کے ذریعہ جدید علوم وسائنس کی تعلیم کی بھرپور حمایت کی۔ ہندوستانی زبانوں کو بے معنی ثابت کرنے کے بعد میکالے نے عربی، فارسی اور سنسکرت کے مقابلہ میں انگریزی کو زیادہ اونچا مقام دیتے ہوئے لکھا :

> ''ایک اچھی یوروپین لائبریری کی صرف ایک الماری قدر و قیمت میں ہندوستان اور عرب کے سارے ادب کے برابر ہے۔'' (۹)

اس طرح عربی، فارسی اور سنسکرت کو دائرۂ تعلیم سے خارج کرکے میکالے نے انگریزی کو ان کی بہ نسبتاً زیادہ مناسب اور مفید بتایا۔ اور اس کے حصول کی حمایت میں درج ذیل دلائل پیش کئے :

۱۔ ''انگریزی نئے علوم کی کنجی ہے۔ اس لئے عربی، فارسی، سنسکرت کے بہ نسبت زیادہ مفید ہے۔

۲۔ انگریزی حکمرانوں کی زبان ہے۔ اعلیٰ طبقوں میں بولی جاتی ہے اور مغربی ممالک میں

www.urduchannel.in

تجارتی زبان بھی بن سکتی ہے۔

۳۔ ہندوستانی، عربی اور سنسکرت کی تعلیم کے مقابلے میں انگریزی تعلیم کے زیادہ خواہشمند ہیں۔

۴۔ انگریزی تعلیم کے ذریعے اس ملک میں ایسا طبقہ پیدا کیا جاسکتا ہے جو رنگ اور نسل سے چاہے ہندوستانی ہو، لیکن خیالات، دلچسپیوں، اخلاق اور ذہن کے معاملہ میں انگریز ہوگا۔" (۱۰)

انگریزی زبان کی تعریف کرتے ہوئے میکالے نے کہا :

"انگریزی مغربی زبانوں میں ممتاز ہے۔ جو شخص انگریزی زبان سے واقف ہے وہ اس وسیع ذخیرۂ علم کو بآسانی پالیتا ہے جس کی تخلیق دنیا کے ذہین ترین اشخاص نے کی ہے۔"(۱۱)

بینٹک نے ان تمام دلائل کو فوراً منظور کرلیا جو میکالے نے اپنے نقطۂ نظر موافقت میں دیئے تھے۔ اس ریزولیوشن نے کمپنی کی تعلیمی پالیسی کو یکایک تبدیل کر کے ہندوستانی تعلیم کی تاریخ میں ایک نیا موڑ دیا۔ تعلیم کے لئے مقرّرہ رقم صرف اور صرف انگریزی تعلیم کے لئے مخصوص کردی گئی۔ اس ریزولیوشن نے حکومت کی تعلیمی پالیسی کو تو مقرّرہ شکل عطا کردی لیکن وہ انگریزیت اور مشرقیت کی کشمکش کو ختم نہ کرسکی۔ بینٹک کے اپنے وطن لوٹنے کے بعد فوراً ہی مشرقیت کے دلدادہ گروہ نے اپنی تحریک دوبارہ شروع کردی۔ بینٹک کے بعد ہندوستان کا گورنر جنرل آرک لینڈ (۱۸۳۵-۱۸۴۲ء) بنا۔ آرک لینڈ نے محسوس کیا کہ اس کشمکش کی وجہ حکومت کی ذریعے مشرقی علوم کی تعلیم پر کم روپیہ خرچ کیا جاتا ہے۔ آرک لینڈ نے مشرقی علوم کی حامیوں کو ہر سال اکتیس (۳۱) ہزار روپے زائد رقم دینے کا اعلان کیا۔ مشرقی علوم کے دلدادہ اشخاص کو خوش کردیا۔ نتیجتاً طویل عرصے سے چلی آرہی کشمکش کا خاتمہ ہوگیا۔ ۱۸۳۹ء میں آرک لینڈ نے یہ اپنا مشہور ریزولیوشن شائع کیا۔ انگریزی تعلیم کی شکل کو ۱۸۵۴ء تک کے لئے مقرر کردیا۔ اس پالیسی کا کمپنی کے ملازمین نے خیر مقدم کیا۔ نتیجے کے طور پر انگریزی تعلیم کے پھیلاؤ میں تیزی آگئی۔

www.urduchannel.in

ہندوستانی تعلیم کی تاریخ میں ۱۸۲۳ء سے ۱۸۵۳ء کی مدّت کو تعلیم میں انگریزیت کی مدّت کہا جاتا ہے۔ ۱۸۵۳ء میں انگلستان ایسٹ انڈیا کمپنی کے "اجازت نامہ" کی تجدید کا موقع آیا۔ اس موقعہ پر برٹش پارلیامنٹ نے یہ فیصلہ کیا کہ ہندوستانی تعلیم کی اہم مشکلات کا حل نکالنا چاہئے جو نا گزیر تھا۔ اس خیال کی بنیاد پر پارلیامنٹ نے ایک جانچ کمیٹی مقرر کی اور اسے ہندوستانی تعلیم کے متعلق اپنے مشورے دینے کا حکم دیا۔ اس کمیٹی کے مشوروں کی بنیاد پر کمیٹی کے منتظمین نے ۱۹ر جولائی ۱۸۵۴ء کو ایک دستاویز میں اپنی ہندوستانی تعلیم کی پالیسی کی اشاعت کی۔ اس وقت سر چارلس ووڈ کمپنی کے بورڈ آف کنٹرول کے صدر تھے۔ اس لئے دستاویز کو انھیں کے نام پر ووڈ ڈسپیچ (Wood's Despatch) کہا گیا۔ جس میں ہندوستانی تعلیم کے اہم پہلوؤں پر بحث کی گئی ہے۔ تعلیم کے ذریعے ہندوستانیوں کی ذہنی و اخلاقی نشوونما ہونا، جدید علوم سے روشناس کرانا، اچھے عہدے کے قابل تعلیم دینا، ملک کو خوشحال اور مضبوط بنانے کا طریقہ بتانا، شامل کیا گیا تھا۔ تعلیم کا ذریعہ ہندوستانی اور انگریزی مانا گیا۔ اس ڈسپیچ کی سب سے بڑی خصوصیت مدراس، بمبئی اور کلکتہ میں یونیورسٹیوں کے قیام کی اجازت دی گئی اور لندن یونیورسٹی کے طرز پر ان کی تنظیم کی گئی۔ حکومت کو ابتدائی تعلیم پر زیادہ سرمایا صرف کرنے کی سفارش کی گئی۔ دیشی مدرسوں کی اصلاح کرے اور ذہین لیکن غریب طلبا کے لئے وظیفوں کا انتظام ہو۔ تعلیمی اداروں کو مالی مدد دینے کے لئے "مالی امداد" شروع کرنے کا مشورہ دیا گیا۔ اس نے یہ بھی صلاح دی کہ عمارت کی تعمیر، وظیفہ، لائبریریاں، تجربہ گاہیں، اساتذہ کی تنخواہ وغیرہ کے لئے بھی الگ الگ مدد دی جائے۔ ایسے اسکول اور کالج کا انتظام کیا جائے جس میں طلبا کو مختلف پیشوں کی تعلیم حاصل کرنے کی سہولت دستیاب ہو سکے۔ مسلمانوں کی تعلیم کے فروغ کے لئے کوشش کی جائے۔ قدیم ادب اور دیشی زبانوں کی حوصلہ افزائی کی جائے اور جدید سائنس اور ادب کی کتابوں کی ہندوستانی زبان میں ترجمہ کرایا جائے اور انگریزی تعلیم حاصل کرنے والے اشخاص کو سرکاری نوکریاں دی جائیں۔

ہندوستانی تعلیم کی تاریخ میں ووڈ ڈسپیچ بے نظیر ہے۔ اس نے ہندوستانی تعلیم

www.urduchannel.in

کے سبھی پہلوؤں سے متعلق بڑی جامع سفارشات کیں۔ یونیورسٹیوں کا قیام عمل آیا۔

۱۸۵۴ء کے ووڈ ڈسپیچ (Wood's Despatch) کے نتیجے کے طور پر ہندوستانی تعلیم کے اندر انقلابی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ ۱۸۵۵ء کے آخر تک ملک کے ہر حصہ میں ''عام شعبۂ تعلیم'' قائم ہوگیا۔ امداد کی اسکیم (گرانٹ: این: ایڈ) شروع کی گئی اور طلبا کو وظیفے دینے کی اسکیم عمل میں آئی۔ ۱۸۵۷ء میں مدراس، ممبئی اور کلکتہ میں یونیورسٹیاں قائم کی گئیں۔ لیکن اسی سال ۱۸۵۷ء کے غدر کے نتیجے میں ہندوستانی تعلیم کی ترقی کا راستہ کچھ عرصے کے لئے رُک گیا۔ اور اس کا سلسلہ کچھ دنوں کے لئے بند ہوگیا۔ یہ انقلاب انگریزی حکومت (کمپنی) کے خلاف ہندوستانیوں کی بھرپور بے اطمینانی کا مظاہرہ تھا۔ اس لئے ۱۸۵۸ء میں برٹش پارلیمنٹ نے کمپنی کی حکومت کو ختم کرکے انگلینڈ کی ملکۂ وکٹوریہ کو ہندوستان کی حکمراں قرار دیا۔ ۱۸۵۴ء ووڈ ڈسپیچ کی باتوں پر مزید عمل ہوا کہ ۱۸۵۸ء میں کمپنی کی سیاسی حیثیت ختم ہوگئی۔ اس لئے اجمالی طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہندوستان میں کمپنی کے زیر اہتمام تعلیمی کاروبار ۱۸۵۴ء کی اس دستاویز کے ساتھ ختم ہوگئے۔

۱۸۵۴ء کے ووڈ ڈسپیچ اور ۱۹۰۲ء میں لارڈ کرزن کے مقرر کئے ہوئے ''انڈین یونیورسٹیز کمیشن'' کے درمیان پچاس سالوں کو ہندوستان میں نئی تعلیم کا تیسرا دور یا مختصراً وکٹوریہ عہد کہا جا سکتا ہے۔ کمپنی کے زیر نگیں ہندوستان کے مقابلے میں وکٹوریہ عہد نسبتاً امن و سکون کا زمانہ تھا۔ ۱۸۱۳ء سے ۱۸۵۳ء کے درمیان برطانوی حکام کا خاص کام فتوحات اور ان کا استحکام تھا۔ اس لئے یہ عہد تقریباً ایک مسلسل جنگ و جدال کا عہد رہا۔ مگر اس کے بعد کے دنوں میں جنگ نہ کے برابر کی گئی۔

''۱۸۵۷ء کے واقعات کے علاوہ اس زمانے میں ہندوستان کی سرزمین پر مزید جنگیں نہیں لڑی گئیں۔ (برما، افغان کو چھوڑ کر) اس طرح امن اور سماجی تحفظ کا ماحول جو تعلیم کے فروغ اور اس کے ارتقاء کے لئے ایک ناگزیر شرط ہے۔ سارے ہندوستان میں قائم ہوگیا۔'' (۱۲)

۱۸۵۴ء۔۱۸۸۲ء تک کئی دستاویز، تعلیمی پالیسیاں منظر عام پر آئیں جن کا مختصراً

www.urduchannel.in

ذکر کرنا بہتر ہے، کیونکہ اب کمپنی کی حکومت نہ رہ کر انگلینڈ کی پارلیمنٹ کا اقتدار قائم ہوا۔ بورڈ آف کنٹرول کے صدر لارڈ ایلین برو کا بھیجا ہوا ۲۸/اپریل ۱۸۵۸ء کا ایک ڈسپیچ ہے۔ اس دستاویز میں ۱۸۵۴ء ووڈ ڈسپیچ کی پالیسیوں کو بدلنے کی کوشش کی گئی تھی۔ پھر ۱۸۵۹ء میں لارڈ اسٹینلے کی دستاویز سامنے آئی۔ بہت حد تک ووڈ ڈسپیچ کو صحیح کہ کر لارڈ ایلین برو کے اٹھائے ہوئے طوفان کو ختم کر دیا۔ جس میں ایلین برو نے جیسے تعلیم عامہ کے لئے براہ راست سرکاری کوششوں کی ضرورت، عورتوں کی تعلیم کا فروغ، مشن اسکولوں کے گرانٹ، این ایڈ دینے کے بارے میں شبہات پیدا کر دئے تھے۔ اور نظریہ تقطیر کو جاری رکھنے، عورتوں کی تعلیم میں دخل نہ دینے اور مشن کے اسکولوں کو کوئی امداد نہ دیئے جانے کی سفارش کی تھی۔ لگ بھگ چوبیس سال بعد اس عہد کی ایک اہم دستاویز "انڈین ایجوکیشن کمیشن" کی رپورٹ آئی۔ اس کمیشن کے تقرر کئی ضروریات و اسباب کی بنا پر ہوئی تھی۔ ایک سبب حکومت ہند کی یہ خواہش تھی کہ ۱۸۵۴ء کی دستاویز کے بعد سے ہندوستان میں تعلیمی ترقی کا تفصیلی جائزہ لیا جائے۔ کمپنی کا چارٹر ایکٹ بیس سالوں پر تجدید کے لئے پارلیمنٹ (انگلینڈ) کے سامنے آتا رہتا تھا۔ اور تعلیم کے تفصیلی جائزے کا موقع فراہم کر دیتا تھا جو کمپنی کے خاتمے کے ساتھ ختم ہو گیا۔ مگر یہ محسوس کیا گیا کہ وقتاً فوقتاً جائزوں کا یہ پرانا طریقہ صحت مند اور مفید تھا۔ چنانچہ ۱۸۸۲ء میں اس مقصد کے لئے انڈین ایجوکیشن کمیشن کا تقرر عمل میں لایا گیا۔ ۱۸۵۷ء سے ہندوستان کے حکمرانوں میں تو تغیر ہو گیا لیکن کمپنی کے سارے ملازمین میں ذرا بھی تبدیلی رونما نہیں ہوئی۔ کیونکہ وہ ہندوستان کی حکمراں ملکہ کے خدمت گاروں کی شکل میں بدستور خدمات انجام دیتے رہے۔ کمپنی کے ماتحت رہنے کی وجہ سے ان کے ذہنی نظریات میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ اس لئے انھوں نے دستاویز (۱۸۵۴ء) کی اس اصلاح کی طرف ذرا بھی توجہ نہیں دی کہ حکومت کے ذریعہ اصول تقطیر کو ختم کر کے عوام کی تعلیم کے فروغ کے لئے فوری قدم اٹھائے جانے چاہئے۔ ان کی اس ضد سے نہ صرف ہندوستان میں بلکہ انگلینڈ میں بھی بے اطمینانی کی لہر دوڑ گئی۔ ہندوستان سے ہمدردی رکھنے والے انگلینڈ کے کچھ اشخاص نے اس بے اطمینانی کو جنرل کاؤنسل آف ایجوکیشن انڈیا یا ہندوستان

www.urduchannel.in

میں عام تعلیمی کاؤنسل منظم کرکے ظاہر کیا۔ ان کو اپنی تحریک میں مشنریوں سے کافی مدد ملی تھی۔ کاؤنسل اور ہندوستان کی خوش قسمتی سے برٹش پارلیمنٹ نے ۱۸۸۰ء میں لارڈ رپن کو اس ملک کا وائس رائے نامزد کیا۔ لارڈ رپن نے ہندوستانیوں کے حق میں کئی اچھے کام کیے۔ تاریخ میں اسی لئے اسے رحم دل وائس رائے کہا جاتا ہے۔ سارا نظام پارلیمنٹ نے اپنے ہاتھوں میں لیا تو اچھی طرح حکومت چلانے کے لئے خاص خاص شخصیتوں کو وائس رائے بنا کر بھیجنے لگی۔ ان وائس رائے کے ناموں میں ایک اچھا انسان نرم دل لارڈ رپن کا نام آتا ہے۔ جب لارڈ رپن ہندوستان آئے تو کاؤنسل کے کچھ ممبروں نے ملاقات کی۔ انھیں ہندوستان میں موجود انگریز عہد کی نامناسب تعلیمی پالیسی سے واقف کرایا۔ اور یہ مانگ کی کہ ہندوستانی تعلیمی کارگزاری کا جانچ کرکے اس کے فروغ کا راستہ ہموار کیا جائے۔ اپنے اس وعدے کو پورا کرنے کے لئے ۱۸۸۲ء میں ہندوستانی تعلیمی کمیشن مقرر کیا۔ اس کمیشن کے صدر وائس رائے کی مجلس عامہ کا سب سے قابل ممبر سر ولیم ہنٹر تھا۔ اس لئے اس کے نام سے اس کمیشن کو ہنٹر کمیشن بھی کہا جاتا ہے۔

۱۸۵۴ء سے ۱۸۸۲ء تک ابتدائی تعلیم کی ترقی کی سست رفتاری دیکھ کر فطری طور پر حکومت نے انڈین ایجوکیشن کمیشن کو ہدایت کی کہ وہ ابتدائی تعلیم کی طرف خصوصی توجہ دے۔ اس لئے ابتدائی تعلیم کا موضوع انڈین ایجوکیشن کمیشن کی رپورٹ میں بڑے نمایاں طور پر پیش ہوا۔ اور اس کی کچھ اہم سفارشات عوام میں ابتدائی تعلیم کی اشاعت و فروغ سے متعلق ہیں۔ انھیں بڑی آسانی سے مندرجہ ذیل عنوان کے تحت تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ پالیسی
۲۔ قوانین اور انتظامیہ
۳۔ دیشی مدرسوں کی ہمت افزائی
۴۔ استادوں کی تربیت
۵۔ مالیات

کمیشن کی جانچ کے خاص موضوع مندرجہ ذیل تھے۔

www.urduchannel.in

کیا حکومت نے اعلیٰ اور سیکنڈری تعلیم کی طرف زیادہ دھیان دے کر ابتدائی تعلیم کی حق تلفی کی ہے۔ ابتدائی تعلیم کی موجودہ حالت کیا ہے۔ اسے کس طرح کا فروغ چاہیے ساتھ ہی ساتھ سیکنڈری اور اعلیٰ تعلیم بھی۔ ملک کے تعلیمی نظام میں ان کی ضرورت ہے یا نہیں۔ ملک کی تعلیمی حالت میں مشن اسکولوں کا کیا مقام ہونا چاہیے۔ تعلیم کے میدان میں شخصی کوششوں کے متعلق حکومت کی پالیسی کیسی ہونی چاہیے۔ خاص بات ووڈ ڈسپیچ (۱۸۵۴ء) کے اصولوں کو کس طرح عمل میں لایا گیا اور پھر اسے کس طرح عمل میں لایا جائے۔ اس کے بارے میں تفصیل سے مشورہ دینا تھا۔

ہنٹر کمیشن نے اپنی رپورٹ میں سب سے پہلے تعلیمی پالیسی پر مشورے دیے اور کہا کہ ووڈ ڈسپیچ (۱۸۵۴) کو کبھی بھی عمل میں نہیں لایا گیا۔ صرف ابتدائی کوشش کی گئی ہے۔ اس پالیسی کے تحت یہ مشورے دیے کہ حکومت کو صوبائی اسکولوں کے قیام کی رفتار کو دھیرے دھیرے کم کر کے ان اسکولوں کی مکمل ذمے داری سے سبکدوش ہونا چاہیے، گرانٹ این ایڈ کے اصولوں کو آسان بنا کر انفرادی کوششوں کی حوصلہ افزائی کرے۔ ابتدائی اسکولوں کا ذمہ حکومت پر نہ رکھ کر اس کی ذمہ داری مقامی اداروں کو دی جائے۔ حکومت کو مستقبل میں صرف امدادی گرانٹ این ایڈ اسکیم کی بنیاد پر قائم کیے جانے والے ثانوی اسکولوں اور کالجوں کے قیام کی حوصلہ افزائی کرے۔ ریاستی تعلیمی اداروں کی ترقی اور اسے فروغ دینا چاہیے۔ کمیشن نے پرائمری کی تعلیم کے مقاصد فروغ، مالی انتظام، نصاب، معیار تعلیم کو اونچا اٹھانے اور حکومت کی پالیسی کے متعلق اس طرح کے مشورے دیے۔ ہندوستانی عوام خاص کر پسماندہ طبقے کو تعلیم دی جانے کی بات ہونے لگی۔ ثانوی یا سیکنڈری تعلیم کے فروغ نصاب، معیار تعلیم کو اونچا اٹھانے، ذریعہ تعلیم اور حکومت کی پالیسی سے متعلق بھی اہم مشورے دیے۔ میں اس جگہ کالج کی تعلیم خاص کر اعلیٰ تعلیم کی بات کرنا چاہتا ہوں۔ حالانکہ کالج کی تعلیم، کمیشن کی جانچ کا موضوع نہیں تھا۔ پھر بھی اس نے عوامی کالجوں اور ان کی تعلیم کے متعلق بہت مفید مشورے دیے۔

۱۔ معاشی امداد کی شکل میں دی جانے والی رقم کالج کے اساتذہ، قابلیت اور کام اور مقامی

www.urduchannel.in

ضروریات کو ذہن نشیں کر کے مقرر کیا جائے تو بہتر ہوگا۔

۲۔ جب بھی کالجوں میں اساتذہ کا تقرر ہو تو یونیورسٹی سے تعلیم حاصل کرنے والے ہندوستانیوں کو فوقیت دی جائے۔

۳۔ طلبا کے ذوق کے مطابق موضوعات منتخب کر کے نصاب میں تبدیلی لائی جائے۔

۴۔ طلبا کو انسانی اور شہری فرائض سے واقف کرانے کے لئے وضاحتی مجلس (وعظ وغیرہ) منعقد کرایا جائے۔

۵۔ اخلاق معیار کو ابھارنے کے لئے فطری مذہب اور انسانی مذہب کے اصولوں سے انھیں واقف کرایا جانا چاہیے۔

۶۔ کالجوں کو وقتاً فوقتاً فرنیچر، لائبریری، عمارت کی تعمیرات اور تعلیم سے متعلق دوسرے کاموں کے لئے ضرورت کے مطابق مالی امداد دی جائے۔

۷۔ ریسرچ (تحقیق) کرنے والے طلبا کے لئے مناسب وظائف کا انتظام ہو تو بہتر ہوگا۔

۸۔ مقامی کالجوں کو ریاستی کالجوں کے مقابلے میں کم فیس لینے کا حق دیا جائے۔

کمیشن نے ریاستی کالجوں کے مقابلے مقامی کالجوں کی ہی زیادہ حوصلے افزائی کیے جانے کی حمایت کی۔ اس لئے اس نے یہ خیال ظاہر کیا کہ ریاستی کالجوں کو چلانے کا کام صرف ان ہی مقامات میں کیا جائے جہاں عوام مقامی کالج قائم کرنے سے مجبور ہوں۔ اس طرح کمیشن نے واضح طور سے یہ پالیسی لاگو کی کہ حکومت کو سیکنڈری تعلیم کی طرح اعلیٰ تعلیم کی ذمہ داری سے بھی آزاد ہونا چاہیے۔ مسلمانوں کی تعلیم کی بات بھی کی گئی۔

اگر ہنٹر کمیشن کا مختصر جائزہ لیا جائے تو مختصر باتیں سامنے پیش ہوتی ہیں۔ یہ پہلا اس طرح کا اپنے آپ میں کمیشن تھا، جس میں ہندوستانی تعلیم کے مختلف پہلوؤں کا گہرا مشاہدہ کر کے، ان کے متعلق فیصلہ کن سفارشات و مشورے قلمبند کیے گئے تھے۔ ملک کے لئے ایسی تعلیمی پالیسی وضع کی جس میں پرائمری درجے سے لے کر اعلیٰ درجے تک ریاست اور عوام کو کندھے سے کندھا ملا کر تعلیم کے شعبہ میں کام کرنا ضروری ہو گیا۔ اس نے واضح کر دیا کہ گرانٹ این ایڈ کی ہمدردانہ پالیسی کو اپنانے سے تعلیم کا فروغ غیر معمولی رفتار سے

www.urduchannel.in

ہوگا۔ سیکنڈری تعلیم کے نصاب کو دو حصوں میں منقسم کر کے اس کی پیچیدگی کو سلجھانے کی اہلیت کا ثبوت دیا جسے سلجھانے کے لئے آزاد ہندوستان میں کئی مقاصد والے اسکولوں کی پالیسی کو عمل میں لایا گیا۔ اسی نقشِ قدم پر چلنے کی وجہ سے ہندوستانیوں نے شعبۂ تعلیم میں قدم رکھ کر تعلیم کی ذمے داری اپنے کندھوں پر لینا شروع کی۔

لارڈ رپن (وائس رائے) نے ہنٹر کمیشن کی کچھ سفارشات کو فوراً مان لیا۔ رپن کی شروع کی ہوئی ''لوکل سیلف گورنمنٹ'' کی اسکیم کا نام خاص طور پر لیا جانا چاہیے۔ اس کے بعد سے ہندوستان میں ابتدائی تعلیم کی تاریخ لوکل سیلف گورنمنٹ کے نشو ونما کا جز لاینفک رہی۔ رپن صاحب نے اپنے مشہور ومعروف ریزولیوشن میں کہا تھا کہ لوکل سیلف گورنمنٹ کو یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ وہ انتظامیہ کی ذمہ داریوں کو بانٹنے اور مالی وسائل کی لامرکزیت کا ذریعہ ہے۔ بلکہ اسے تعلیم کا ایک ایسا معقول ذریعہ سمجھنا چاہیے جس کی مدد سے ترقی پسند کمیٹیاں حکومت کے بڑھتے ہوئے مسائل سے نپٹ سکیں گی۔

میں نے ۱۸۱۳ء سے ۱۸۸۲-۸۳ء تک ہندوستانی تعلیم پر سفارشات کو سامنے رکھنے کی چھوٹی سی کوشش کی ہے کہ کس طرح تعلیم کو ہندوستانیوں تک پہنچانے کی کوشش کی گئی۔ ہندوستانیوں کو تعلیم یافتہ کر کے انگریزوں نے ہندوستانیوں کے ساتھ ساتھ خود بھی فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہے۔

''تعلیم ایک ایسا اوزار ہے، جس سے ہندوستان میں استعماری حکومت (کلونیل رول) کو مضبوط بنایا گیا۔''۱۳

۱۸۸۲-۸۳ء ہنٹر کمیشن تک استعماری حکومت کبھی بھی پیشہ وارانہ تعلیم جیسے صنعتی تعلیم نہ دی۔ ایسی کوشش صرف مشنریوں نے کی تھی جیسے کھیتی باڑی، جانور پالنا، جس سے گھریلو ضروریات کو پورا کیا جا سکے۔ تعلیم حاصل کرنے والے لوگ نوکری، عزت چاہتے تھے۔ ساتھ ہی ساتھ معاشی ترقی بھی۔ کچھ لوگوں نے انگریزی تعلیم کی مخالفت کی۔ کیونکہ ان کو اس بات کا ڈر تھا کہ تہذیب وثقافت بدل جائے گی۔ آدمی انگریزی تعلیم حاصل کر کے انگریز بن جائے گا اور انگریزی تہذیب پورے ملک میں پھیل جائے گی۔ بہت حد تک تعلیم

www.urduchannel.in

دینے کا نظام پوری طرح سے انگریزوں کے ہاتھوں میں ہی محدود رہا۔ یہ سچ ہے کہ اسکول میں سائنسی تعلیم کا عمدہ انتظام نہیں تھا۔ مگر لارڈ میکالے نے سائنسی تعلیم پر زیادہ زور ڈالا تھا۔ سائنس کی تعلیم ہندوستانی سماج کی ذہنیت میں زبردست تبدیلی لائی۔ ہندوستانی تعلیم یافتہ طبقہ بھی اخلاقی معیار کو تعلیم دے کر اونچا کرنا چاہا۔ برٹش حکمرانوں کا منصوبہ تھا کہ انگریزی میں تعلیم دی جائے تاکہ حکومت اچھی طرح سے چلائی جاسکے۔ اس مقصد میں بہت حد تک انھیں کامیابی بھی ملی۔

☆☆

www.urduchannel.in

☆ حوالاجات

۱۔ مولوی ابوالحسنات ندوی "ہندوستان کی قدیم اسلامی درس گاہیں" مطبع معارف، اعظم گڑھ، ۱۹۳۶ء، صفحہ۴

۲۔ ایضاً // // صفحہ۔۴۲

۳۔ نوراللہ اور نائک "بھارتیہ شکشا کا اتیاس (۱۹۷۳ء۔۱۸۰۰ء) میک ملن لمیٹڈ، دلی، ۱۹۷۶ء، صفحہ۔۳۹

۴۔ مالک رام "قدیم دلی کالج" مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی، ۱۹۷۵ء، صفحہ۔۲۱

۵۔ ایضاً // // صفحہ۔۳۲

۶۔ چوپڑا، پوری، داس "بھارت کا سماجک سانسکرتک اور آرتھک اتیاس۔ حصہ۳، میک ملن لمیٹڈ، پٹنہ، ۱۹۹۳ء، صفحہ۔۲۳۲

۷۔ ایچ، شارپ "ایڈ" "سلیکشن فرام ایجوکیشنل ریکارڈ۔ حصہ۱، (۱۸۳۹ء۔۱۷۸۱ء)، کلکتہ گورنمنٹ پرنٹنگ پریس، ۱۹۲۰ء، صفحہ۔۱۰۱

۸۔ ایضاً // // صفحہ۔۲۲

۹۔ ایضاً // // صفحہ۔۹۸

۱۰۔ ایضاً // // صفحہ۔۱۱۶

۱۱۔ جی ایم ینگ "ایڈ" "اسپیچ بائی لارڈ میکالے لندن۔ آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، ۱۹۳۵ء، صفحہ۔۱۵۳

۱۲۔ نوراللہ اور نائک، تاریخ تعلیم ہند ۱۹۶۵ء۔۱۸۰۰ء، نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا، نئی دہلی، صفحہ۔۱۸۲

۱۳۔ فلپ التباق اور کیلی، ایجوکیشن اور کلونیلزم (Colonialism)، اسٹیٹ یونیورسٹی آف نیویارک، ۱۹۷۸ء، صفحہ۔۵۳

☆☆

www.urduchannel.in

باب دوم

مدرسہ سے دلی کالج تک

۱۷۹۲ء۔۱۹۷۵ء

دلی کالج؛ دہلی کے قدیم کالجوں میں سے ایک ہے۔ جس کا آغاز اٹھاہویں صدی میں قائم شدہ ایک مدرسے سے ہوتا ہے۔ ۱۹۷۵ء سے یہ ڈاکٹر ذاکر حسین میموریل کالج ٹرسٹ کے زیر اہتمام رواں دواں ہے۔ دلی مدرسہ؛ دہلی کالج؛ اینگلو عربک کالج؛ دلی کالج اور اب ڈاکٹر ذاکر حسین کالج ایک ہی ادارے کے مختلف نام ہیں۔ اسکی ابتدا مدرسہ غازی الدین کے نام سے ہوئی تھی۔ اس کالج نے اتار چڑھاؤ سے بھر پور اپنی تاریخ کے دوران ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔ لگتا ہے کہ جدید ہندوستانی تاریخ اور ہندوستان کی تعلیمی تاریخ کے تانے بانے کے ذریعہ اس کالج کی ابتداء اور نشو ونما ہوئی ہے۔ وقت کبھی ٹھہرتا نہیں ہے اور مدرسہ غازی الدین کے لئے بھی ٹھہراؤ نہیں۔ بدلتے وقت نے اس ادارہ کے نام اور جگہ کو بدل کر اس کی حیثیت ذرّہ سے جوہر تک کر دی۔ یہ ادارہ آج بھی پرانی روایات ادب اور تہذیب کا چشم دید گواہ ہے۔ اپنی بہت سی داستانیں سینے میں سموئے ہوئے ہے۔ جب بھی اس ادارے کی پرانی عمارت کو دیکھا جاتا ہے جو آج بھی اجمیری گیٹ کے نزدیک موجود ہے۔ اس کی عمارت خود اپنی تاریخ کا پتہ دیتی ہے۔ ایک ایک اینٹ علم و ہنر کی زندہ مثال ہے۔ نہ جانے کتنی شخصیتوں کی یادیں اس کے سینے میں دفن ہیں۔ اس پر کیا کیا گزری اور اب تک کس طرح سے اپنی منزل کی جانب رواں دواں رہی ہے اسکی بھی کہانی عمارت کی کھڑکیوں سے آشکارہ ہوتی ہے۔ آج جس مقام پر اینگلو عربک اسکول ہے ساتھ ہی ساتھ ڈاکٹر ذاکر حسین کالج جس مقام پر ہے دیکھنے میں دونوں الگ الگ معلوم ہوتے ہیں۔ مگر

www.urduchannel.in

ڈاکٹر ذاکر حسین کالج اسی اسکول کی روح کا جز ہے۔ کئی مضامین کے مطالعے سے پتا چلتا ہے کہ یہ ادارہ اپنے آپ میں ایک خاص مقام رکھتا ہے۔ اس ادارے نے تین حکومتوں کی شکلیں دیکھی ہیں۔ مغلیہ، انگریزی، ہندوستانی۔ اس ادارے کی کہانی کچھ یوں شروع ہوتی ہے...

مدرسہ غازی الدین کی بنیاد ۱۷۰۲ء میں رکھی گئی۔ اس کے ٹھیک پانچ سال بعد ۱۷۰۷ء میں اورنگ زیب عالمگیر کا انتقال ہوگیا۔ اس وقت مغل سلطنت ایک ایسے حکمراں کی منتظر تھی جو اسکی دیکھ بھال کر سکے مگر ایسا نہ ہوا۔ آہستہ آہستہ مغلوں کا سیاسی نظام بگڑنے لگا، اور دبے پاؤں انگریزی حکومت دلّی کی طرف آرہی تھی۔ جس کی بھنک تو لگی مگر اپنے ہی کچھ اختلاف پسند طاقتوں نے انگریزی منصوبہ کو بھرپور تعاون دیا۔ کچھ وفادار مغلیہ صوبہ دار انگریزی چال سے آگاہ تھے۔ مگر وقت نے ان کا ساتھ نہیں دیا۔

انگریزی حکومت نے سب سے پہلے ایسٹ انڈیا کمپنی کے نام سے اپنی حکومت کی بنیاد رکھی۔ پلاسی کی جنگ (۱۷۵۷ء) نے حکومت کرنے کی جھنڈی دکھائی تو بکسر کی جنگ ۱۷۶۴ء نے باضابطہ حکومت کرنے کی مہر لگادی۔ اس وقت بنگال سے لے کر الہٰ آباد تک کا علاقہ برٹش کمپنی کے چنگل میں رہنا اپنا مقدر بنالیا۔ اور دلّی کے تخت جیسے اپنا منہہ انگریزی طاقت کی طرف کئے اس کی حکومت کا منتظر تھا۔ جنوبی ہند میں میسور اور مراٹھوں نے مخالفت کرنے کی پرزور کوشش کی۔ اس کے جواب میں انگریزوں نے ان کی کمر توڑ دی۔ جب بنگال میں ایسٹ انڈیا کمپنی کا گورنر وارن ہیسٹنگز نے ۱۷۸۱ء میں کلکتہ مدرسہ کی بنیاد رکھی ساتھ ہی بنارس کے ریزیڈنٹ جوناتھین ڈنکن نے ۱۷۹۲ء میں بنارس سنسکرت کالج کی بنیاد رکھی، ٹھیک اسی وقت مدرسہ غازی الدین نے بھی مدرسے کی مکمل شکل اختیار کرلی۔

یہاں خصوصیت کے ساتھ بانی مدرسہ کا مختصر ذکر بہتر ہے۔ عابد خان نام کا ایک شخص شاہ جہاں کے عہد حکومت میں دلّی آئے۔ جو مشہور بزرگ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ شاہ جہاں نے انھیں قلیج خان کے خطاب سے نوازہ اور اپنی حکومت میں صدر الصدری کی خدمات پر معمور کردیا۔ ساتھ ہی پانچ ہزاری منصب کا عہدہ دیا۔ قلیج خان گولکنڈہ کی فتح کرنے کے سلسلے میں زخمی ہوئے یہ عہد اورنگ زیب عالمگیر

www.urduchannel.in

کا تھا۔ ان کے صاحبزادے غازی الدین کا نکاح سعد اللہ خان کی بیٹی سے ہوا جو شاہ جہاں کا وزیر تھا اور انھیں غازی الدین خان فیروز جنگ کا خطاب ملا۔ یہ گجرات کے صوبہ دار مقرر ہوئے۔ اپنی زندگی میں ہی دلّی کے اجمیری دروازے کے باہر اپنے لئے ایک مقبرہ اور مسجد تعمیر کروائی۔ عام طور پر مغل امراء اپنی زندگی میں ہی مقبرہ تعمیر کر لیتے تھے۔ گجرات کی راجدھانی احمد آباد میں وفات ہونے سے ان کے صاحبزادے چین قلیچ خان جو بعد میں نظام الملک آصف جاہ کے نام سے مشہور ہوئے اور جنوبی ہند میں نظام شاہی خاندان کے حکومت کی بنیاد ڈالی، جو واقعی میں ۱۷۵۲ء میں ہی ان کی زندگی میں قائم ہو چکا تھا۔ جنازہ کو گجرات سے لا کر انھیں کے بنوائے ہوئے مقبرہ میں سپرد خاک کیا۔

ان کے خاندان والوں نے ان کی یاد کو دائمی شکل دینے کی خاطر ۱۷۹۲ء میں ایک مدرسہ قائم کیا۔ حقیقت میں اس مدرسہ کی بنیاد ۱۷۰۲ء میں رکھی جا چکی تھی۔ نیز ان کی یاد میں دلّی کے قریب غازی آباد نام کے ایک شہر کی بنیاد رکھی۔ ایک حوالے کے مطابق:

"غازی آباد شہر کی بنیاد مغل وزیر غازی الدین نے ۱۷۴۰ء میں رکھی۔" (۱)

مدرسہ غازی الدین کی عمارت (مقبرہ) کے بارے میں سر سید احمد خان فرماتے ہیں:

"اجمیری دروازہ کے باہر میر شہاب المخاطب بہ غازی الدین خان فیروز جنگ پدر نظام الملک آصف جاہ کا یہ مقبرہ ہے جو عالمگیر عہد کے بڑے نامی امیروں میں سے ہیں۔ یہ مقبرہ انھوں نے اپنے جیتے جی بنوایا تھا، جبکہ ۱۱۲۲ھ مطابق ۱۷۱۰ء کے سال چہارم جلوس شاہ عالم بہادر شاہ میں بمقام احمد آباد ان کا انتقال ہوا تو ان کی لاش کو انھیں کے بنوائے مقبرے میں دفن کیا۔ یہ مقبرہ سارا سنگ سرخ کا ہے۔ مدت تک اس مدرسے میں سرکاری انگریزی کی طرف سے مدرسہ ہی رہا اور اسی سبب سے مدرسے کا نام مشہور ہو گیا۔" (۲)

اپنی وصیت میں غازی الدین نے مدرسہ کی امداد کے لئے مخصوص رقم وقف کر دی، جس میں نہ صرف اساتذہ کو تنخواہ بلکہ طلبا کے لئے وظائف بھی شامل تھے۔ انیسویں صدی کی ابتدا میں غازی الدین کے وقف کی ہوئی آمدنی کم ہو گئی، جس سے طلبا کی تعداد بھی کم ہو گئی اور مدرسہ خود بوسیدگی کی حالت میں آ گیا۔ مولوی عبدالحق فرماتے ہیں:

www.urduchannel.in

''مسٹر ایچ ٹیلر کی رپورٹ سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۲۴ء میں مدرسہ غازی الدین میں صرف نو (۹) طلبا تھے اور مولوی عبداللہ ان کو روایتی تعلیم دیتے تھے۔'' (۳)

آج جس مقام پر اینگلو عربک اسکول ہے، اسی عمارت میں مدرسہ غازی الدین تھا۔ مدرسے کا ارتقائی سفر کے متعلق وہاں کے سابق پرنسپل (دلی کالج کے) فرماتے ہیں:

''بانی مدرسہ یقیناً نیک اور پرہیزگار بزرگ رہے ہوں گے اور یہ ان کی نیک بختی کا پھل ہے کہ جب سے اس مدرسے کی بنیاد پڑی ہے، اس وقت سے اب تک کسی نہ کسی شکل میں تعلیم کا سرچشمہ رہا ہے۔'' (۴)

کسی بھی مدرسہ میں اس وقت کے لحاظ سے خاص کر عربی، فارسی کی تعلیم دی جاتی تھی۔ قرآن مجید اور حدیث کی تعلیم تو لازمی رہی ہے۔ کئی مدرسوں میں اعلیٰ تعلیم عربی، صرف نحو، منطق، فلسفہ، کلام، فقہ، اصول فقہ، بیان و معانی، ریاضی، ہیئت، طب، تصوف اور تفسیر وغیرہ کی تعلیم دی جاتی تھی۔ ایسا کوئی ماخذ میرے پاس موجود نہیں ہے کہ جس کی بنیاد پر یہ واضح کیا جا سکے کہ ان مضامین کی تعلیم وہاں دی جاتی تھی یا نہیں۔

صرف مسٹر ایچ ٹیلر کی رپورٹ سے پتہ چلتا ہے کہ ۱۸۲۴ء میں نو (۹) طلبا تعلیم حاصل کرنے میں مشغول تھے۔ تدریس کی ذمہ داری مولوی عبداللہ کے سپرد تھی۔ اگر ۱۸۵۷ء کا غدر اور ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند کے وقت فساد نہ ہوتا تو شاید کچھ ماخذ ہمارے پاس موجود ہوتے اور کئی مضامین جو پڑھائے جا رہے تھے، استاد اور طلبا کے نام ضرور پیش نظر ہوتے۔

عموماً مدرسہ مسلمانوں کا تعلیمی مرکز مانا جاتا رہا ہے اور ہندوستان میں اس وقت کے لحاظ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان مدرسوں میں صرف مسلمان ہی تعلیم حاصل کرنے میں مصروف تھے۔ حکومت وقت کی عدالتی زبان فارسی تھی، اس لئے فارسی پڑھنا سیکھنا لازمی تھا۔ خواہ کسی مذہب کا ہو۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ ہندو ضرور فارسی کی تعلیم لیتے تھے جو مدرسہ میں ہوتی تھی۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ دوسرے مذہب کے ماننے والے بھی تعلیم پا رہے ہوں گے۔ مگر افسوس کہ کوئی ماخذ موجود نہیں ہے کہ اس بات کی تصدیق کی جا سکے اور کسی نتیجے پر پہنچا جا سکے۔

www.urduchannel.in

☆ دلی کالج کیسے بن کر اُبھرا

ایسٹ انڈیا کمپنی ہندوستان میں تجارتی مقصد کے تحت آئی تھی۔ لیکن اس کمپنی نے دیکھا کہ یہاں کا سیاسی نظام بالکل ہی لنگڑا اپاہج ہے۔ مغل سلطنت جو کبھی دیکھنے میں عظیم تھی، اب پوری طرح برباد ہو چکی تھی اور کئی حصوں میں تقسیم ہو چکی تھی جیسے اودھ، بنگال میسور، حیدرآباد اور پنجاب وغیرہ۔ مراٹھوں نے ایک بار پھر مذہب کے نام پر عظیم حکومت کی بنیاد ڈالنی چاہی، مگر احمد شاہ ابدالی نے ان کے خواب کو خواب ہی رہنے دیا۔ انگریزی کمپنی ہندوستان میں نااتفاقی کا جائزہ لے کر اس کا بھرپور فائدہ اٹھایا۔ ایک دوسرے کو آپس میں الجھا کر جنگ کروا کر ان کی قوت کو توڑ ڈالا، دوسری طرف اپنی طاقت مضبوط کرتے رہے۔ بنگال میں سراج الدولہ نے انگریزی کمپنی سے پلاسی کی لڑائی ۱۷۵۷ء میں مات کھائی۔ انگریزوں کی تجارتی کمپنی کے حوصلے بلند ہو گئے۔ دوسری طرف بنگال، دلی، اودھ نے مل کر کمپنی کو بکسر کی جنگ ۱۷۶۴ء لڑنے کی دعوت دی، مگر اس بار بھی بازی انگریزوں نے ماری۔ بس پھر کیا تھا، ہندوستان کا مقدر اب انگریزوں کی کمپنی کے رحم و کرم پر ٹنک گیا۔ کمپنی نے بنگال اور بہار کی دیوانی حاصل کر لی۔ مؤرخین کا کہنا ہے کہ بکسر کی جنگ نے انگریزی حکومت کی بنیاد ڈالی۔ انگریزوں نے جی بھر کر ہندوستان کی مال و دولت کو لوٹا، عجیب و غریب ماحول برپا تھا، جدھر دیکھئے انگریزوں نے لوٹ مچا رکھی تھی۔ مؤرخین نے ٹھیک ہی کہا ہے کہ بنگال میں لوٹ کھسوٹ کا راج قائم ہو گیا تھا۔

کمپنی کے پہلے گورنر لارڈ کلائیو نے من چاہی دولت لوٹی۔ وارن ہیسٹنگز نے انگریزی حکومت کو اچھا دکھانے کے لئے مغل سلطنت کو بدنام کرنا شروع کر دیا۔ ان کے مطابق یہ ایک مسلم کی حکومت تھی جو ہندوؤں کے لئے تکلیف دہ تھی۔ ہندوستانی دیکھ رہے تھے کہ انگریز کہتے کچھ تھے اور کرتے کچھ تھے۔ پھر بھی وارن ہیسٹنگز نے انفرادی کوشش کر کے کلکتہ مدرسہ کی بنیاد ڈالی۔ اب انگریزوں کے ہاتھوں ہندوستان کا سیاسی نظام آ گیا۔ ہندوستان میں جو تعلیمی درسگاہیں تھیں اس کا نظام اور معاشی خرچ وہاں کے امراء اٹھاتے

www.urduchannel.in

تھے۔ لیکن انگریزی حکومت کے باعث اب خود یہ لوگ معاشی حالت کی وجہ سے بدترین زندگی بسر کرنے پر مجبور تھے اس لئے جو بھی تعلیمی ادارہ تھا، وہ ٹھہر گیا۔ کیونکہ بغیر معاشی امداد کے اس کا چلنا ناممکن تھا۔

اس ماحول میں مدرسہ غازی الدین بھی دم توڑ رہا تھا، جس کی بنیاد ۱۷۰۲ء میں رکھی گئی تھی۔ ۱۸۲۴ء تک آتے آتے یہ ادارہ انگریزی کمپنی کا منہ تک رہا تھا۔ انگلینڈ کے پارلیمنٹ نے کمپنی کو ۱۸۱۳ء کے چارٹرا یکٹ میں کہا کہ کم سے کم ایسٹ انڈیا کمپنی ہندوستان میں تعلیم پر ایک لاکھ روپیہ خرچ کرے۔ اتنی چھوٹی رقم کو کمپنی کہاں اور کیسے خرچ کرتی، اس لئے کمپنی نے پبلک انسٹرکشن کمیٹی بنائی جسے مجلس تعلیم عامہ کہا گیا۔ سبھی جگہوں کے مقامی مجلس کو ایک مراسلہ لکھا گیا اور انھیں تعلیمی اداروں کے بارے میں رپورٹ میں دکھانا تھا کہ توسیع و ترقی تعلیم کے لئے کیا کیا وسائل اور ذرائع اختیار کیے جاسکتے ہیں۔ اضلاع کے قصبات و دیہات میں کون کون سے مکتب یا تعلیم گاہیں ہیں۔ اس میں کس قسم کی تعلیم دی جاتی ہے اور کون کون سے مدرسے سرکاری امداد و اعانت کے مستحق ہیں۔ امداد کی کون سی صورت زیادہ مناسب اور بہتر ہوگی۔ ان سے کہا گیا کہ گورنمنٹ کی منشاء کالج قائم کرنے کی ہے۔ دلی کی مقامی مجلس نے جنوری ۱۸۲۴ء میں اپنی رپورٹ بھیج دی۔ کئی باتوں پر بحث کی اور صاف صاف واضح کیا کہ مدرسے تو بہت ہیں جو مسلمانوں کے لئے قائم کیے گئے ہیں۔ اور جہاں عربی اور فارسی کی تعلیم دی جاتی ہے۔ زیادہ وقت قرآن حفظ کرنے کی اور فقہ کی تعلیم میں صرف ہوتا ہے۔ طلبا کی تعداد آبادی کے لحاظ سے بہت ہی کم ہے اور مدرسوں میں طلبا کو جو تعلیم ملتی ہے اس سے انھیں فائدہ کم نظر آتا ہے۔ ایسے اشخاص کی خاصی تعداد موجود ہے جو کسی زمانے میں بہت خوش حال تھے لیکن سیاسی تغیرات کی وجہ سے اب نان شبینہ کے محتاج ہیں۔ اگر کالج قائم کیا گیا تو وہ اس سے ضرور رابطہ قائم کرنے کو بیتاب ہو جائیں گے۔ جلد سے جلد جہاں تک ہوسکے کالج کی شروعات کردی جائے۔ تعلیم دینے کے لئے مولوی حضرات کا تقرر کیا جائے۔ مغربی زبان کی کتابیں جو مشرقی زبان میں ترجمہ کی گئیں ہیں۔ اسے اس کالج کے لئے مہیا کیا جائے۔ ایسا ماحول بنے کہ طلبا تعلیم کو خوشی سے حاصل کرنے

www.urduchannel.in

آ ئیں۔ایک خط مجلس نے لکھا تھا جس سے ان کی محبت کا پتہ چلتا ہے کہ دلی کو کس حد تک چاہتے ہیں۔

''جب آپ کمیٹی کے ارکان اس ملک کے گذشتہ عہد کے عروج اور شان وشوکت کو یاد کریں گے، جبکہ دلی اس عظیم الشان اور وسیع سلطنت کا شاندار دار الخلافہ تھی جو علوم وفنون کی سرپرستی اور ہنر پروری کے لئے چاردانگ عالم میں مشہور تھی، اور اس کے زرخیز وخوش حال خطوں کے فرزند علم کے شوق میں اس مشرقی علوم کے گہوارے جوق در جوق آتے تھے اور جہاں ایسا ایسے شاعر اور حکیم پیدا ہوئے ہیں جن کے نام اب تک تاریخ کے صفحات پر یادگار ہیں اور پھر جب آپ کے ارکان ان بے شمار تعلیم گاہوں کے کھنڈروں کا خیال کریں گے جوان شاہانہ فیاضوں کے آثار ہیں جو علم کی اشاعت وترقی کے لئے وقف تھیں اور اب خراب وخستہ اور شکستہ حال ہیں اور جب وہ گذشتہ عہد کی ان کی مقدس علمی یادگاروں کو دیکھیں گے جن پر اب ویرانی اور بے کسی برستی ہے۔اور کوئی ان کا پرسان حال نہیں تو ہمیں یقین ہے کہ آپ کے ارکان کے دلوں میں دلی کی ہمدردی کا جوش پیدا ہوگا اور آپ جن کے ہاتھوں میں رعایا کی ذہنی ترقی واصلاح کا کام تفویض کیا گیا ہے۔ضرور دلی کے لئے اس عطیے کا ایک حصہ مخصوص کردیں گے جو گورنمنٹ نے اس غرض کے لئے منظور کیا ہے۔''(۵)

چنانچہ یہ بات طے ہوگئی کہ ایسٹ انڈیا کمپنی نے جو ایک لاکھ روپے تعلیم پر خرچ کرنے کے لئے ۱۸۱۳ء میں منظور کی ہے۔اس میں سے مدرسہ غازی الدین کو پانچ سو روپے ماہانہ دیا جائے گا۔لیکن یہ رقم مدرسہ کی شکل پر خرچ نہ کرکے کالج کی شکل پر کی جائے گی۔ سورج کی پہلی کرن مدرسہ غازی الدین کی عمارت پر پڑی۔یہ روشنی اپنے اندر اس عمارت کو کالج بنانے کا خواب لے کر آئی تھی اور دیکھتے ہی دیکھتے ۱۸۲۵ء میں مدرسہ غازی الدین جو رات کو ایک مدرسے کی شکل میں سویا تھا،صبح ہوتے ہی اپنے آپ کو ایک بہترین اور عمدہ کالج کی صورت میں پایا۔یعنی مدرسہ غازی الدین کا نام دلی کالج رکھا گیا کالج کا افتتاح ہوا۔ کالج کو دیکھنے کے لئے ایک عجیب چہل پہل تھی۔مسٹر ایچ ٹیلر پرنسپل بنے اور مقامی مجلس کے سکریٹری بھی بنے۔انھیں ایک سو ستر روپے ماہانہ تنخواہ پر رکھا گیا۔ہیڈ مولوی کو ایک سو

www.urduchannel.in

ہیں اور دوسرے مولویوں کو پچاس پچاس روپیہ ماہانہ تنخواہ پر رکھا گیا۔ سالانہ رپورٹ باقاعدہ مجلس تعلیم عامہ کی خدمت میں بھیجی جاتی تھیں جن میں مولویوں کے عزل ونصب، سالانہ امتحانات کے نتائج اور دوسرے کالج کے متعلق درج ہوتے تھے۔

۱۸۲۹ء میں نواب اعتماد الدولہ کا وقف قائم ہوا۔ اس کالج کو معاشی امداد فراہم کرانے کی غرض سے انھوں نے (اودھ کے نواب) ایسا کیا۔ اس روپے سے اعزازی جماعت میں اضافہ اور کتب خانے کی توسیع، طلبا کو وظیفہ دینے کے لئے نواب اعتماد الدولہ میر فضل علی خان بہادر وزیر اودھ نے دہلی کے ریذیڈینٹ سے رابطہ قائم کر ایک لاکھ ستر ہزار (ایک لاکھ نوے ہزار کئی ماخذ میں) سرکار کے حوالے کیا۔ نواب اودھ کا منصوبہ تھا کہ اس رقم کو کسی ذرائع میں وقف کیا جائے اور اس سے جو بھی آمدنی ہو، اسے دلی کے مسلمان نوجوان کی تعلیم پر خرچ کیا جائے۔ ساتھ ہی ساتھ ممکن ہو تو نئی درسگاہیں قائم کی جائیں۔ گورنمنٹ نے اس فیاضانہ عطیہ کو تہہ دل سے قبول فرمایا۔ گورنمنٹ اور نواب سے جنرل کمیٹی تعلیم عامہ نے مشورہ کیا۔ مشورہ اس خط سے معلوم ہوتا ہے:

''اس خیال سے کہ پانچ سو روپے ماہوار مقصد پیش نظر کی تکمیل کے واسطے کافی نہیں ہے۔ لاٹ صاحب دوستانہ مشورہ دیتے ہیں کہ مذکورہ بالا مقصد کے لئے جو رقم آپ خرچ کرنا چاہتے ہیں اگر اسے اس رقم میں شامل کرلیا جائے جو گورنمنٹ نے شہر دلی میں اپنے کالج کے واسطے مقرر کی ہے۔ اور یہ دونوں رقمیں مل کر موجودہ کالج پر خرچ ہو تو لوگوں کو متوقع نفع حاصل ہوگا۔ اگر آپ اس تجویز کو منظور فرمالیں گے تو آپ گورنمنٹ کالج کے معاملات کے فہم یا افسر سمجھے جائیں گے اور پروفیسر اور طلبا کا تقرر آپ کے نام ہوگا...

...نواب نے اسے قبول فرمایا اور ایک وصیت جاری کی کہ میں ایک لاکھ ستر ہزار کی رقم نیک نیتی سے کالج کی امداد کے واسطے برٹش گورنمنٹ کی تحویل میں چھوڑتا ہوں۔ جو نواب غازی الدین خان مرحوم نے میرے وطن دہلی میں عربی اور فارسی علوم کی ترقی وتعلیم کے واسطے قائم کی تھی جو میرے مذہبی علوم اور اخلاقی سرچشمے ہیں اور میں وصیت کرتا ہوں کہ رقم موقوفہ کا منافع ان علوم کے طلبا اور اساتذہ پر خرچ کیا جائے۔'' (۶)

www.urduchannel.in

نواب صاحب نے اس وصیت کی دیکھ بھال یعنی نگرانی کرنے کے لئے اپنے داماد میر سید حامد علی خان کو چنا اور ان سے کہا اس وصیت پر گورنمنٹ کی بار ہا یاد دہانی کراتے رہئے گا۔ ہو سکے تو ایک الگ کالج بھی قائم کرائی جائے تو بہتر ہوگا۔ اس درمیان لگ بھگ ۱۸۳۰ء میں نواب اودھ کا انتقال ہو گیا۔ انھوں نے جیسی وصیت کی تھی ویسا نہ ہو سکا۔ اساتذہ طلبا کا تقرر ان کے نام کے ساتھ نہ کیا گیا اور یہاں تک کہ وظائف بھی ان کے نام سے نہ دیے گئے۔ اور کوئی الگ کالج بھی نہ قائم کیا گیا۔ البتہ کالج کی معاشی حالت میں سدھار آیا۔ نواب کے داماد بار ہا یاد دہانی کراتے رہے کہ ایک الگ کالج قائم کی جائے۔ لیکن گورنمنٹ نے ذرا بھی توجہ نہ دی۔ بس گورنمنٹ نے داماد حامد علی خان کو کالج کمیٹی کا ممبر بنا دیا۔ ساری کی ساری رقم کالج ہی کے حصے میں چلی گئی۔ نواب کے داماد حامد علی خان کا کہنا تھا کہ اس وقف کا پیسہ صرف شیعہ مسلمانوں کے لئے ہی تھا۔

> "وقف کا روپیہ جو ایک لاکھ ستر ہزار ہے اس سے جو نفع آئے، اس رقم کو صرف شیعہ مسلم طلبا کے تعلیم پر ہی خرچ کیا جائے اور یہ روپیہ نہ دلی کالج یا کسی کالج جو پنجاب یا لاہور سے متعلق ہو اسے نہ دیا جائے گا۔" (۷)

کالج کے قیام سے لے کر ۱۸۵۷ء تک اس کالج کے تین غیر برطانوی پرنسپل مقرر ہوئے۔ ڈاکٹر اسپرنگر کی ہندوستان آمد سے قبل ہی ہندوستان میں برطانوی حکومت کے زیر نگرانی چلنے والے تعلیمی اداروں میں ذریعہ تعلیم کے سوال پر زبردست بحث چھڑی ہوئی تھی۔ لارڈ میکالے کی ۱۸۳۵ء کی تعلیمی رپورٹ نے انگریز نواز گروہ کے حق میں اپنا فیصلہ سنایا۔ اکثریت کی جانبداری اور حکومت کے تائید سے انگریزی بحیثیت ایک علاحدہ مضمون کے اسکولوں میں داخل کر دی گئی۔ جبکہ دیگر مضامین کے لئے تعلیم مقامی زبانیں ہی رہیں۔ بہر حال یہ فیصلہ بھی کیا گیا کہ ان زبانوں کو اس طرح استعمال کیا جائے کہ وہ عصر جدید کی ضروریات کو پورا کر سکیں۔ رفتہ رفتہ مغربی علوم کا ان میں ترجمہ کیا جائے تا کہ مغرب کی ترقی کے اصل وسیلے تک ہندوستانی عوام رسائی حاصل کرنے کے قابل ہو سکیں۔ اسپرنگر، اس گروہ سے وابستہ تھے جو مقامی زبانوں کو ہی ذریعہ تعلیم بنانے کے حق میں تھا۔ ۱۸۳۹ء

www.urduchannel.in

میں سرکاری طور پر عدالتوں میں اردو نے فارسی کی جگہ لی۔ دلی کالج کے مشرقی علوم اور انگریزی شعبوں نے بھی سائنٹفک مضامین پڑھانے کے لئے اردو کو ذریعہ تعلیم کی حیثیت سے اختیار کرلیا۔ نئے مقرر پرنسپل بوترو نے انگریزی کی سائنٹفک اور تاریخی کتابوں کا اردو میں ترجمہ کرنے کے منصوبے پر بڑے جوش وخروش سے عمل کیا۔ ۱۸۵۷ء تک دلی کالج اپنے تین سو طلبا کے ساتھ بڑا کامیاب ومقبول سمجھا جاتا تھا۔ اس کی ۱۸۲۵ء۔۱۸۵۷ء تک تاریخ بتاتی ہے کہ لوگوں کی تعلیمی، سماجی اور ثقافتی زندگی میں اس نے ایک اہم کردار ادا کیا۔ اور سماجی تبدیلی کے عمل کی ایک اہم کڑی ثابت ہوا جو بعد میں علی گڑھ تحریک کی شکل میں رونما ہوئی، سرسید احمد خاں کی تعلیم مذہبی اور سماجی اصلاحات کے بارے میں زیادہ تر خیالات کا براہ راست تعلق دلی کالج میں ان کی اس جدید تعلیم سے ہے، جس نے مذہبی وثقافتی تعلیم کے روایتی کردار کو برقرار رکھا اور مغربی علم وادب سے منہ بھی نہیں موڑا۔

☆ کالج اور غدر (۱۸۵۷ء)

> ''۱۱ رمئی دوشنبہ کے دن کالج میں صبح کا وقت تھا۔ پڑھائی معمول کے مطابق ہو رہی تھی۔ ساڑھے آٹھ بجے چند لالہ ہانپتے آئے۔ ان کی سراسیمگی اور وحشت کا عجیب عالم تھا۔ دوڑے دوڑے آئے اور جماعتوں میں بے تحاشا گھس گئے اور اپنے لڑکوں سے کہا گھر چلو، غدر مچ گیا ہے۔''(۸)

یہ منظر غدر کے دن کا وہ منظر تھا جب محب وطن نوجوانوں نے اسکولوں اور کالجوں کو عیسائیت کے پھیلاؤ کی جگہ سمجھی اور وہ اسے ہندو، مسلم مذہب کے خلاف سمجھتے تھے۔ آج انھیں یہ موقع مل گیا کہ کسی طرح ان فرنگی اور انگریزی تعلیم سے چھٹکارا مل جائے۔ ۱۱ رمئی ۱۸۵۷ء کا دن عجیب وغریب تھا۔ سورج کی تپش تیز ہوتی جارہی تھی۔ روز مرّہ کی طرح عوام اپنے کام میں مشغول ہوگئی تھی اور طلبا کالج آچکے تھے۔ غدر کے دن چاروں طرف خون خرابا کا ماحول تھا۔ کچھ لوگوں کی بھیڑ کالج کے اندر جا گھسی۔ کالج کا چپراسی سارا منظر دیکھ رہا تھا۔ بدحواسی کے عالم اس پر غش طاری ہو گئے۔ بھاگتا ہوا پرنسپل کے روم میں گیا۔ ایک خط پرنسپل

www.urduchannel.in

کو دیا، جس میں لکھا تھا:

''شورش بپا ہو گئی ہے اور حالات بدستور بگڑ رہے ہیں۔ مصلحت یہ ہے کہ آپ فوراً انگریزی اسٹاف کے یہاں آ جائیں اور میگزین روم میں پناہ لیں۔''(۹)

اس وقت کالج کے پرنسپل کا دماغ کچھ بھی کام نہیں کر رہا تھا کہ کیا کرے۔ پرنسپل ٹیلر صاحب تھے۔ ہیڈ ماسٹر، رابرٹس، سیکنڈ ماسٹر اسٹورٹ تھرڈ ماسٹر اسٹینر تینوں مل کر بھاگے اور میگزین روم میں پناہ لی۔ چاروں طرف سے محب وطن نوجوانوں نے میگزین روم کو گھیر لیا اور نظر تیز کر دی تاکہ کوئی بھی بھاگ نہ سکے۔ نوجوان محب وطن کو بھنک لگ چکی تھی کہ اس میں انگریز چھپے بیٹھے ہیں۔ دیکھتے دیکھتے فسادات کا ماحول سرگرم ہونے لگا۔ انگریزوں نے سمجھا جان بچانا مشکل ہے، اس لئے انھوں نے سوچا کہ میگزین کو آگ کے شعلوں کے حوالے کر دیا جائے اور آگ لگا دی۔ آگ کی لپٹیں آسمان کو چھونے لگیں۔ گرمی کے موسم میں آگ نے آسانی سے میگزین کو جلا دیا۔ کتابوں کو جلنے میں موسم مدد کر رہا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے چاروں طرف آگ ہی آگ نظر آنے لگی۔ جب ہندوستانیوں نے ایسا منظر دیکھا تو لوٹ کر چلے گئے۔ پرنسپل ٹیلر آگ کی لپیٹ میں آنے سے بال بال بچے اور بھاگے۔ مولوی باقر علی نے ٹیلر صاحب کو آزاد صاحب کے گھر پہنچایا۔ ۲۱ رمئی ۱۸۵۷ء کو ان کی موت طے تھی۔ موت ان کا پیچھا کر رہی تھی۔ مسٹر ٹیلر کو ہندوستانی لباس پہنایا گیا تاکہ وہ عام ہندوستانی لگیں۔ محب وطن نے دیکھا کہ ٹیلر صاحب ہندستانی لباس میں ہیں اور چلے جا رہے ہیں، بس کیا تھا۔ اتنی لاٹھیاں برسی کہ ٹیلر صاحب ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دنیا سے چل بسے۔ ٹیلر صاحب نہایت قابل، نہایت ہمدرد اور شریف النفس انسان تھے۔ ان کے مرنے کا سب کو رنج ہوا۔

تقریباً کالج کے کتب خانے میں دو پہر کو محب وطن نوجوان گھس گئے۔ بھیڑ جاہلوں کی تھی۔ بس کیا تھا، انگریزی کتابوں کو اس طرح پھاڑا کہ اس سے معلوم ہوتا ہے جیسے اس کتاب سے کوئی ذاتی اور خاندانی دشمنی ہو۔ تھوڑی ہی دیر میں کتب خانے کا فرش پھٹی کتابوں سے بھر گیا۔ ایسا کر کے وہ لوگ کافی خوش تھے۔ انگریزی کی تمام کتابوں کی خوبصورت سنہری فرموں کی جلدیں پھاڑ دیں۔ ورقوں کا دو دو انچ موٹا فرش تیار ہو گیا تھا۔ عربی، فارسی

www.urduchannel.in

اردو کی جتنی کتابیں تھیں، جہاں تک ممکن ہو سکا گٹھریاں باندھ کر گھر لے گئے اور کباڑیوں کے ہاتھ پانی کے بھاؤ بیچ ڈالا۔ سائنسی آلات کو توڑ ڈالا، دھاتیں ساتھ لے گئے، پیتل، لوہا کو بھی بیچ ڈالا۔ ان تمام واقعات کو مولوی عبدالحق نے اپنی کتاب مرحوم دلی کالج میں لکھا ہے۔ اس زمانے میں ـ اردو اخبار شائع ہوتا تھا، جس کا نام 'دلی اردو اخبار' تھا۔ اس اخبار میں کالج کے لٹنے کا منظر بڑے عجیب وغریب انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

"جانب مدرسہ جو نظر کی تو دیکھا کہ تمام اسباب میز وکرسی و تصاویر اور ہزار روپے کا کتب خانہ انگریزی، فارسی، و ـ ـ جات سب لوگ لوٹ جاتے ہیں۔ انجام کو یہاں تک نوبت پہنچی کہ شطرنجی وغیرہ لے کر فرش زمین یعنی جو کہ ہائے سنگ اور چوکھٹ و دروازے تک نکال لے گئے۔ غرض کے تمام حالات بدیدہ عبرت دیکھا۔"

خیر انگریزوں نے سوچا کہ اس غدر کا بدلہ ضرور لیا جائے۔ بس مسٹر ایچ ٹیلر کی موت کا الزام مولوی عبدالباقر علی کے سر دے دیا کہا گیا کہ ایسے ماحول میں آپ نے ٹیلر صاحب کو باہر کیوں نکلنے دیا؟ یہ جرم آپ نے جان بوجھ کر کیا ہے۔ مولوی عبدالباقر کی قسمت میں شہید ہونا لکھا تھا اور ایسا ہی ہوا۔ انگریزوں نے اپنے من مانے قاعدے قانون کے مطابق انھیں صاف ستھرا کپڑا پہنا کر کھڑا کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے ان پر گولیوں کی بوچھار کر دی۔ سارا سینہ چھلنی ہو گیا۔ باقر علی اللہ کے نام کے ساتھ اس دنیا سے چل بسے۔ انھیں ۱۶ رستمبر ۱۸۵۷ء کو سزا کے طور پر موت دی گئی۔ اس واقعے سے انگریزوں کے دل کو بہت ہی سکون ملا ہوگا۔ ۱۸۵۷ء کے غدر نے سارے سیاسی نظام کو درہم برہم کر دیا۔ انگریزی کمپنی کے وحشی پن کا شکار لگ بھگ پورا ہندوستان ہوا تھا۔ اس سے کچھ انگریز بھی متاثر ہوئے اور انگلینڈ کے پارلیمنٹ میں اس واقعے کی آواز گونجنے لگی۔ بس کیا تھا، انگریزوں کو ایک اچھا خاصا موقع ہاتھ لگ گیا۔ کمپنی کی حکومت ۱۸۵۸ء کے فرمان کے ذریعے ختم کر دی گئی اور حکومت کی ڈور سیدھے انگلینڈ کی مہارانی کے نام ہو گئی۔ ادھر کالج بند کر دیا گیا۔ کالج بوسیدگی کی حالت میں چلا گیا۔

دلی کالج ۱۸۵۷ء۔ ۱۸۶۴ء تک بند رہا، یعنی سات سال تک اس ادارے کو بند

www.urduchannel.in

کر دیا گیا۔ اس کالج کو پھر سے احیا میں لانے کے لئے برٹشوں سے گذارش کی گئی اور برٹشوں نے کچھ سوچ سمجھ کر ادارہ کھولا مگر اس کی شکل کو ہی بدل ڈالا۔ یعنی اس کی شکل کالج کی نہ رہ کر اسکول کر دی گئی۔ ستمبر ۱۸۵۷ء تک برٹش افسر نیکولشن نے دلی کے دنگائیوں پر پوری طرح سے قابو پالیا۔ لڑائی کے دوران زخمی ہو جانے سے اس کی موت مقرر ہوگئی۔ لیفٹیننٹ ہڈسن نے بہادر شاہ ظفر دوئم کو قید کر رنگون کو جلا وطن کر دیا۔ لال قلعہ اور دلی کالج کی عمارتوں میں برٹشوں نے فوجیں بھر دیں۔

"دلی کالج ۱۸۶۴ء تک بند رہا کیونکہ اس میں یورپی اور ہندوستانی افواج کی ٹکڑیاں خیمہ زن تھیں اور مدرسہ غازی الدین پر پولیس نے قبضہ کر لیا۔"(۱۱)

کالج آٹھ سال بند رہا۔ وہ آگے کا سفر طے کرنے کے لئے اپنے آپ کو تیار کر رہا تھا۔ کالج تو کھلا مگر اس کی پہلی جیسی اہمیت اور مرکزی حیثیت نہ رہی۔ نہ اسے ویسے صاحب علم اور مشرقی علوم کے دلدادہ پرنسپل اور اساتذہ ہی نصیب ہوئے۔ کالج کا انتظام کچھ دنوں کے لئے پروفیسر مسٹر ہٹینسن کے ہاتھ میں رہا۔ پھر ایک پرنسپل ولایت سے آئے جس کا نام مسٹر ایڈمنڈ ولسوٹ تھا۔ ان کے بعد مسٹر کک پرنسپل کے عہدے پر فائز ہوئے۔ پرانی دلی کے ٹاؤن ہال میں کالج کو ۱۸۶۴ء میں کھولا گیا۔ ٹھیک اسی وقت لاہور میں بھی کالج کھلا، مگر دلی کالج پرانی والی عمارت میں نہ کھولا گیا کیونکہ یہ عمارت پولیس اور فوج کی بیرک بن چکی تھی۔ یہ ایک خط سے صاف واضح ہوتا ہے:

"لیفٹیننٹ گورنر نے فیصلہ لیا ہے کہ جو عمارت اینگلو عربک اسکول کی ہے، جس میں پولیس اور فوج قبضہ جمائے ہوئے ہے، اسے خالی کرایا جائے اور پرنسپل کے رہنے کا کمرہ اور پھر اسکول وہیں کھلے یا بنایا جائے۔"(۱۲)

۱۸۶۵ء میں اعتمادالدولہ وقف نے انٹرمیڈیٹ کی کلاسیں بھی شروع کر دیں۔ ۱۸۶۶ء میں بی۔اے کی کلاسیں شروع کی گئیں۔ ۱۸۷۱ء میں ایم۔اے کی کلاسوں کا بھی انتظام کر دیا گیا اور کالج کو پنجاب یونیورسٹی کے ساتھ الحاق کر دیا گیا لیکن پہلی مرتبہ طلبا کلکتہ یونیورسٹی سے امتحان میں شریک ہوئے کیونکہ ۱۸۸۱ء تک پنجاب یونیورسٹی تسلیم شدہ نہیں تھی۔

www.urduchannel.in

۱۸۵۷ء کے غدر کو دبانے میں پنجاب کی عوام نے برٹشوں کا بھرپور تعاون دیا تھا۔ انگریزوں کو رات رات بھر نیند نہیں آتی، جب یہ سوچتے تھے کہ ہمیں دلی والوں نے کتنا گہرا زخم دیا ہے۔

''انگریز دلی کی بغاوت کو بھولے نہیں تھے اور نہ پنجاب کی بروقت امداد کو۔ جب انگریزوں کے قدم دوبارہ مضبوطی سے جم گئے تو اب دوستوں کے لئے خوشنودی کے اظہار اور مخالفوں کے لئے پرعتاب کا وقت آیا... دلی کالج تعلیم پنجاب کے انتظام میں رہے۔ یہاں کے طلبا کے لیے وظائف کی جو رقم مقرر ہوا کرتی تھی، اسے کم کر کے صرف چھٹا حصہ (۱/۶) منظور ہوا۔'' (۱۳)

کالج میں طلبا کی تعداد کم ہونے لگی کیونکہ معاشی طور پر امداد نہ کے برابر ہوگئی، جبکہ آگرہ، بریلی کے تعلیمی اداروں کے لئے اس طرح کی شرائط نہیں لگائے گئے۔ ۱۸۷۲ء میں اینگلو عربک اسکول کو چاندنی محل میں قائم کیا گیا اور اعتماد الدولہ وقف کی رقم سے اسے کچھ عطا کیا جانے لگا۔ ۱۸۷۲ء میں وائس رائے لارڈ لٹن کے حکم سے دلی کالج بند کر دیا گیا۔ اسی سال ہندوستان کی مہارانی کا خطاب ملکہ وکٹوریہ کو ملا اور دلی کے دربار کا آغاز ہوا۔ کئی وجہوں سے لیٹنر اور دیگر افسران نے دلی کالج کو پنجاب (لاہور) منتقل کر دیا تھا۔ اس کے جواب میں دلی والوں نے کئی احتجاجی جلسے اور مظاہرے کیے۔ انگریز اس واقعے سے گھبرانے لگے تھے۔ چنانچہ دلی کالج کے اساتذہ کو منتقل کرنے کے خیال کو لیٹنر نے بدلا۔ لیفٹیننٹ گورنر میک لیوڈ نے دلی والوں کو یقین دلایا کہ کالج کی قطع و برید نہیں کی جائے گی۔ دلی کالج کے سبھی اسٹاف لاہور منتقل کر دیے گئے۔ اس کا مطلب صاف ہے کہ دلی کالج کو لاہور میں ضم کر دیا گیا۔

''ڈاکٹر لائنڈز جو گورنمنٹ کالج لاہور کے پرنسپل تھے اور پنجاب گورنمنٹ میں بڑا رسوخ رکھتے تھے، وہ گورنمنٹ کالج کو فروغ دینا چاہتے تھے۔ لیفٹیننٹ گورنر کی بھی یہ منشا تھی کہ صوبے کی تمام اچھی چیزیں سمٹ کر مرکزی حکومت یعنی لاہور آجائے۔'' (۱۴)

نتیجہ یہ ہوا کہ دلی اپنے عزیز کالج سے محروم ہوگئی۔ اب یہاں اسکول ہی رہ گیا۔

www.urduchannel.in

دلی کالج کی جگہ مشن کالج نے لے لی جو پہلے صرف ہائی اسکول تھا۔ ۱۸۸۴ء تک مڈل اسکول اب ہائی اسکول کی شکل اختیار کر چکا تھا۔ سر کیوالوں کی حویلی میں منتقل کر دیا گیا۔ رفتہ رفتہ وقت گذرتا رہا اور آخر کار اسکول اپنی پرانی جگہ لوٹ آیا جسے مدرسہ غازی الدین کہا جاتا ہے۔ بعد میں یہاں ٹھہری ہوئی افواج کو دوسری جگہ دے دی گئی۔

پنجاب یونیورسٹی سے الحاق کے بعد کالج ۱۹۲۴ء میں انٹرمیڈیٹ کلاسوں کے ساتھ اینگلو عربک کالج کے نام سے شروع کر دیا گیا۔ ۱۹۲۸ء میں اینگلو عربک کالج کو دلی یونیورسٹی کے ساتھ ختمی طور پر الحاق کر دیا گیا۔ ۱۹۲۹ء میں ڈگری کے لئے کلاس شروع کرنے کی سفارش کی گئی۔ ۱۹۴۳ء میں ایم۔ اے کی کلاس شروع کر دی گئی۔ محمد علی جناح نے جو کہ مینجنگ کمیٹی کے چیئرمین تھے، ایک معقول رقم کالج کے لئے وصیت کے ذریعے دی۔

۱۹۴۷ء میں ڈاکٹر ذاکر حسین، اینگلو عربک کالج کے وائس چیئرمین تھے اور جامعہ ملیہ اسلامیہ کے وائس چانسلر تھے۔ تقسیم ہند کے بعد ۱۹۴۷ء میں ایک بار پھر کالج کو بند کر دیا گیا۔

ہندو مسلم نے دنگائیوں کی شکل اختیار کر لی۔ مسلم طبقہ سہما نظر آنے لگا۔ اس کالج کو مسلمانوں کا اعلیٰ ادارہ سمجھنے سے ہندوؤں نے اس پر قبضہ کر لیا اور پنجابیوں نے اس کام میں ان کا بھرپور ساتھ دیا۔ ایسا ماحول تیار ہوا کہ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کالج کا حشر کیا ہوگا۔ ہندوؤں کی شکل میں جاہلوں کی بھیڑ تھی۔ اس ادارے پر مسلمانوں کے نام کی مہر لگی ہوئی تھی۔ بھلا اسے کس لحاظ سے ہندو اس ادارے کو پوچھتے؟ پورے ادارے کی تاریخ اور شکل کو ہی بدل ڈالی۔

☆ نصاب کا ارتقاء

''مدرسے کی کیا حالت تھی؟ تعلیم کیسی ہوتی تھی؟ تعلیم دینے والے کون تھے؟ دلی میں مقبول تھا یا نہیں؟ غرض اس کے کئی سالہ حالات پر بالکل پردہ پڑا ہوا ہے۔ قیاس غالب یہ ہے کہ یہاں بھی مثل دوسرے مدارس کے عربی، فارسی کی مروجہ تعلیم ہوتی ہوگی اور وہی رنگ ہوگا جو اس وقت دوسرے مدرسوں کا تھا۔'' (۱۵)

کسی بھی مدرسے میں اس وقت کے لحاظ سے خاص کر عربی اور فارسی کی تعلیم دی

www.urduchannel.in

جاتی تھی۔ قرآن مجید اور حدیث کی تعلیم تو لازمی ہی تھی۔ کئی مدرسوں میں اعلیٰ تعلیم عربی، صرف ونحو، منطق، فلسفہ، کلام فقہ، اصول فقہ، بیان ومعانی، ریاضی، ہیئت، طب، تصوف، تفسیر کی تعلیم دی جاتی تھی۔ ایسا لگتا ہے کہ مدرسہ غازی الدین میں بھی ان مضامین کی تعلیم دی جاتی رہی ہوگی۔ مگر افسوس کوئی ماخذ موجود نہیں ہے جو اس طرف اشارہ کرتا ہو جب مدرسہ غازی الدین نے ایک جون ۱۸۲۵ء کو کالج کی شکل اختیار کرلی۔ تب دھیرے دھیرے اس میں کئی اور مضامین کی تعلیم دی جانے لگی۔ اسی وقت نواب اعتمادالدولہ نے ۱۸۲۹ء میں ایک وقف کے ذریعے کچھ رقم دے کر اس کالج کی شاخ کو آگے بڑھانا چاہا۔

''۱۸۳۰ء۔۱۸۴۰ء کی دہائیوں میں کالج گراں بہار سائنٹفک اور ادبی وثقافتی نشوونما کا مرکز بن کر ابھرا، جس کو کہ دلی کی نشاۃ ثانیہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ پرسیول سپریئر اپنی کتاب ''دلی۔ ایک تاریخی خاکہ'' میں لکھتے ہیں: غدر سے قبل دلی میں پہلے یورپی ومغل رابطہ کا سب سے دلچسپ ونمایاں نتیجہ ایک دانش مندانہ نشاۃ ثانیہ کی شکل میں رونما ہوا، جب دلی کے تعلیم یافتہ لوگوں کا جدید تعلیم سے تعلق قائم ہوا تو ان کے ایک طبقے کو مغرب کی جدید سائنٹفک تعلیم میں تجدید وپیدائش ثانی کی ایک نئی راہ دکھائی...

...ممتاز شخصیتوں کے مابین سرگرم بخشیں ثمر آور ثابت ہوئیں، جن کا اظہار مغربی تصانیف کے اردو میں ترجموں اور دلی کالج کے ہر دو مشرقی وانگریزی شعبوں کے قیام کی شکل میں ہوا۔ دلی میں آج کے مقابلے سو سال قبل زیادہ حقیقی خیال وغور وفکر موجود تھے۔'' (۱۶)

۱۸۳۵ء تک کالج کے نصابوں میں علم نجوم، ہیئت، یورپی فلسفہ، منطق اور عالمی تاریخ شامل کیے جاچکے تھے۔ کمیٹی برائے تعلیم عامہ نے ایک مشرقی علوم کا شعبہ اور ایک انگریزی شعبہ کھولنے میں مدد دی۔ کئی یوروپین بھی تعلیم سے فیض یاب ہو رہے تھے۔

☆ انگریزی جماعت

چارلس منکاف جو برٹش ریذیڈینٹ کمشنر تھے ان کی کوششوں کے بعد اس کالج میں کہیں جا کر ۱۸۲۸ء میں انگریزی جماعت کا اضافہ کیا گیا، مگر ہندوستانیوں نے اس کی مخالفت کی

www.urduchannel.in

اور یہ کہا کہ اندر ہی اندر ہندو اور مسلمان کو عیسائی بنانے کی سازش ہے۔ آہستہ آہستہ وہم دور ہوتا گیا۔ ۱۸۳۱ء تک انگریزی پڑھنے والوں کی تعداد تین سو تک پہنچ گئی۔ مشرقی شعبہ والے انگریزی شعبہ میں دھیرے دھیرے آنے لگے اور تعلیم حاصل کرنے لگے۔ ایک دھمکی دی جا رہی تھی کہ اگر مشرقی شعبہ والے اسے چھوڑ کر انگریزی میں جائیں گے تو ان کا وظیفہ بند کر دیا جائے گا۔ بھلا کون مانتا؟ دھیرے دھیرے انگریزی پڑھنے والے لڑکوں کو بھی وظیفے کی رقم بڑھادی گئی۔ انگریزی پڑھنے والے طلبا امتحان کے سوالوں کا جواب بخوبی لکھ دیتے، انگریزی زبان میں ہی بات چیت کرتے۔ آرکلینڈ نے اعلیٰ قسم کی تعلیم کا انتظام کیا اور مدرسین کی تنخواہ میں اضافہ کر دیا۔ ۱۸۵۲ء میں تاریخ کے سوالات کے جوابات زیادہ تر طلبا نے انگریزی میں لکھے۔ ۱۸۵۳ء میں انگریزی پڑھنے والے طلبا کی تعداد ۱۹۹ تک ہوگئی۔ ۱۸۳۹ء کے شروع میں انگریزی کی اعلیٰ جماعت ملٹن کی پراڈائزلوسٹ اور پریکٹیکل ریڈر پڑھی تھی۔ اس کے علاوہ گورنمنٹ نے سفارش کی کہ رابرٹس کی تاریخ بھی پڑھائی جائے۔ یہ کتابیں طلبا کے لئے بہت مناسب ہیں۔ اس تحریک کے چلتے ہیوم کی تاریخ انگلستان، جغرافیہ اور نیچرل فلاسفی کے نصاب میں بھی اضافہ کیا گیا۔ مضمون نویسی اور ترجمہ پر بھی زور دیا گیا۔ اس کے علاوہ وڈ ولس میکانیکل لیکلنڈ اور برج کا الجبرا اور علم مثلث ستوری بھی پڑھایا جانے لگا۔ پوری نصابوں کا ذکر مولوی عبدالحق کی کتاب مرحوم دلی کالج میں موجود ہے۔
انگریزی شعبہ میں ڈرائڈن، شیکسپیر، ملٹن اور بیکن، نصاب میں شامل تھے۔

☆ مشرقی شعبہ

پہلے میں ۱۸۳۵ء میں جو واقعہ علم کے ذریعہ زبان پر پیش ہوا اس کا ذکر کرنا چاہوں گا۔
۱۸۱۳ء۔ ۱۸۳۵ء میں جب مشرقیت اور انگریزیت کی افادیت اور اثرات پر نظریاتی بحث اپنے عروج پر تھی۔ اس بحث میں عیسائی مبلغین، راجا رام موہن رائے ان کا پیروکار اور لارڈ میکالے مغربیت کے علم بردار تھے۔ جیمس مل اور افادیت پرستوں نے اپنے فلسفہ کے زیر اثر میکالے کی ہم نوائی کی۔
اس بحث میں آخر کار مغربیت فاتح رہی۔ اس طرح نو آبادیاتی نظام کا طرز تعلیم

www.urduchannel.in

وجود میں آیا۔ دلی کالج نے اپنی راہ خود متعین کی۔ مذہبی تعلیم، جدید تعلیم اور قدیم سب ہی کے لئے گنجائش تھی۔ لارڈ میکالے کا کہنا تھا کہ پورے ہندوستان اور عربی کا علمی سرمایہ مغربی ادب کی ایک الماری بھر کتابوں کا ہم پلہ نہیں ہوسکتا۔ دراصل اس وقت کے لحاظ سے انگریزی تعلیم لازمی ہوگئی۔ کیونکہ ماحول ویسا ہی بن رہا تھا۔ مغربی ادب اور طریقۂ تعلیم ذہنوں کو ایک نیا راستہ دکھاتا ہے اور دانشوری کی نئی راہیں کھولتا ہے۔

دلی کالج پہلا تعلیمی ادارہ تھا جس نے طلبا کو مغربی فلسفۂ یونانی۔ رومن، یوروپین، ہندوستانی اور اسلامی تاریخ، علم معاشیات، علم کیمیا اور علم طبیعیات سے روشناس کرایا۔

سبھی طرح کے مضامین کے لئے ذریعۂ تعلیم اردو تھی۔ ساری کتابوں کا ترجمہ اردو میں ہوا، جو انگریزی میں تھی۔ اس سے اردو زبان وادب میں کوئی کمی نہیں آئی بلکہ مشرقی ادب کی تعلیم کی اہمیت برقرار رہی۔ جب کالج کا آغاز ہوا تو عموماً مدرسے میں جو مضامین عربی فارسی میں تھے، وہ جوں کے توں رہے اور ہندوؤں کے لئے خاص کر سنسکرت کے شعبے کے قیام عمل میں آیا۔ ریاضی اور مبادیات اقلیدس کی تعلیم بھی دی جاتی تھی۔

> "۱۸۳۱ء میں جب لارڈ بینٹنگ نے کالج کا معائنہ کیا تو لارڈ صاحب کی فرمائش پر مسٹر میکناٹن نے عربی فارسی اور سنسکرت کی اعلیٰ جماعتوں کا امتحان لیا۔ نتیجہ کچھ زیادہ قابل اطمینان نہ پایا گیا۔" (۱۷)

اس کا مطلب صاف ہے کہ لڑکے انگریزی شعبہ کی طرف بڑھ رہے تھے۔ ۱۸۳۳ء کی رپورٹ سے پتا چلتا ہے کہ عربی کی اعلیٰ جماعتوں میں صرف تین طالب علم تھے۔ اس کی ایک وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ لوگوں کا خیال بن گیا کہ عربی اب ذریعۂ معاش نہ رہ سکے گی جس کے چلتے تعلیم عامہ نے اپنے رپورٹ میں افسوس ظاہر کیا۔ ۱۸۳۵ء۔ ۱۸۲۷ء میں امتحانات ہوئے۔ اس کا نتیجہ اچھا رہا۔ عربی، فارسی، سنسکرت کے سبھی مضامین میں طلبا نے بہتر جوابات دیے۔ ۱۸۳۹ء میں اردو کی اعلیٰ جماعتوں کا نتیجہ بہت ہی اچھا رہا۔ مسٹر ٹامسن مشرقی کالجوں کے انسپکٹر نے اپنی رائے میں دلی کالج میں عربی، فارسی، سنسکرت شعبہ کو اچھا نہیں کہا۔ چند سالوں بعد لوکل کمیٹی نے کہا کہ صرف کارآمد علوم کی تعلیم دینا اچھا ہے۔ عربی،

www.urduchannel.in

نحو، منطق، فقہ، احادیث پر فری لکچر ہوا کرے۔

۱۸۴۳ء میں انگریزی اور مشرقی شعبہ کا امتحان لیا گیا۔ دونوں شعبے کے سوالات ایک جیسے ہی رہے جو لیتا مشرقی شعبہ کے طلبا انگریزی شعبہ کے برابر ہی رہے۔ تاریخ، اخلاقیات، سائنٹفک، ریاضی، جیومیٹری، الجبرا، نیچرل فلسفہ، جغرافیہ، تاریخ ہند، معاشیات (پولیٹیکل اکانومی)، اصول قانون، مضامین کی تعلیم ہو رہی تھی۔

۱۸۴۷ء میں دونوں شعبہ (انگریزی، مشرقی) کے امتحان کے مضامین تقریباً یکساں تھے۔ مثلاً احصائے تفریقات، علم مثلث، اقلیدس، نیچرل فلسفہ، الجبرا، جغرافیہ، مضمون نویسی، البتہ تاریخ کے مضمون میں کچھ فرق نظر آتا ہے۔ انگریزی شعبہ میں مارشمین، ہیوم، گبن وغیرہ کی تاریخیں تھیں، ان کا ترجمہ اردو میں نہ ہو سکا۔ اس لئے مشرقی شعبہ میں موجود نہیں ہو پائی۔ کمیٹی نے فیصلہ کیا کہ سنسکرت اور ہندی کے شعبہ کو بند کر دیا جائے مگر قدیم علمی زبان سے محروم ہو جانے کا ڈر تھا، اس لئے ایسا نہیں کیا گیا۔

☆ استاد اور طلبا

اساتذہ اور طلبا کے رشتے کا کردار عضوی تھا۔ ایسا کالج کی تاریخ میں دیکھنے کو ملتا ہے۔ جہاں تک ممکن ہو سکتا تھا لوگوں نے اپنے بچوں کو تعلیم سے فیض یاب کرانے کی کوشش کی۔ مغربی تعلیم اور مشرقی تعلیم دونوں میں دلچسپی دکھائی۔

ایچ ٹیلر کالج کے پرنسپل بن نہ سکے پھر بھی ۱۸۲۵ء سے ۱۸۳۷ء تک کالج سے جڑے رہے۔ کبھی سکریٹری تو کبھی سپرینٹنڈینٹ بن کر کالج اور طلبا کی خدمت کی۔ بوتروس ۱۸۴۱ء میں کالج کے پرنسپل رہے۔ کالج کی اچھی خدمت کی۔ طلبا اور اساتذہ پر ان کا بڑا اثر تھا۔ پروفیسر ایلس بھی اچھے استاد مانے جاتے تھے۔

مولوی مملوک علی، مولوی امام بخش، مولوی سبحان بخش، ماسٹر وزیر علی، ماسٹر امیر علی، ماسٹر رام چندر، ضیاء الدین، ماسٹر پیارے لال، بھیرو پرشاد، مولوی ذکاء اللہ، مولوی احمد علی، میر اشرف علی، پنڈت رام کشن، ماسٹر حسینی، ماسٹر نور محمد تحتانی، مولوی حسن علی خان بھی کالج

www.urduchannel.in

کے اساتذہ تھے، جن کا پورا ذکر آگے آئے گا۔

☆ درس گاہوں کی فہرست میں خاص مقام کیسے بنایا

''فورٹ ولیم کالج کی بنیاد ۱۸۰۰ء میں رکھی گئی۔ فورٹ ولیم کالج کلکتہ کے بعد انگریزوں کا قائم کردہ یہ دوسرا کالج ہے۔ اردو زبان وادب کی خدمت کے لئے بہت زیادہ اہمیت کا حامل کہا جاسکتا اور اسے ایک امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ لیکن ان دونوں کالجوں (فورٹ ولیم کالج اور دلی کالج) میں بنیادی فرق ہے۔ فورٹ ولیم کالج کا مقصد ان انگریزوں کو اردو پڑھانا تھا جو کمپنی کی ملازمت کے سلسلے میں ولایت سے ہندوستان آئے تھے۔ اس لئے جو کتابیں وہاں لکھی گئیں اور شائع ہوئیں، ان کی زبان وبیان میں اس مقصد خاص پر مدنظر رکھا گیا۔ اور جہاں تک ہوسکا ان میں سادہ بول چال کی زبان استعمال کی گئی۔ دوسری بات یہ ہے کہ جو کتابیں اردو میں ترجمہ ہوئیں ان کا دائرہ صرف عربی اور فارسی تک محدود رہا۔ اور ان میں بھی دو ایک تاریخ اور مذہب کی کتابوں کو چھوڑ کر زیادہ توجہ قصص اور حکایات پر کی گئی۔ اس کے برعکس دلی کالج اس لئے قائم کیا گیا تھا کہ اس جگہ دیسی طلبا کو حتی المقدور انگریزی میں اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو اپنی زبان میں مغربی علوم وفنون سے واقفیت بہم پہنچائی جائے۔ لہٰذا یہاں سے جو کتابیں شائع ہوئیں، ان میں سب سے پہلے موضوع کو اہمیت دی گئی۔ یہی سبب ہے کہ اس دنیا میں نہ صرف عربی وفارسی ہی سے بلکہ مغربی زبانوں سے اردو میں ترجمہ ہوئے۔'' (۱۸)

تین سو سالہ قدیم اینگلو عربک اسکول اور دلی کالج کا نام مغل دربار کی ممتاز ادبی ہستی مرزا غالب سے بھی جڑا ہوا ہے۔ جس نے چالیس روپے ماہانہ تنخواہ پر بحیثیت اردو استاد درخواست دی تھی۔ اس وقت غالب کو اردو فارسی کے شاعر کی حیثیت سے ایک اعلیٰ مقام حاصل تھا۔ اس وقت کالج کے پرنسپل فریڈرگ ٹیلر بذات خود اردو وفارسی کے جید عالم تھے۔ چونکہ ٹیلر صاحب غالب کا استقبال کرنے کے لئے کالج کے باہر نہیں آئے۔ پرنسپل کے رویے سے غالب ناراض ہوکر واپس چلے گئے۔ بعد ازاں مولوی مملوک علی کا تقرر ہو گیا۔

www.urduchannel.in

☆ ورنیکلر ٹرانسلیشن سوسائٹی

دلی کالج پورے جوش وخروش کے ساتھ علم کی منزل کو طے کر رہی تھی۔ یہ اپنے آپ میں ایک ایسے شجر کی شکل اختیار کر چکا تھا، جس سے بھی علم حضرات وابستہ ہونا چاہتے تھے۔ انگریز پرنسپل استاد یہ سوچ رہے تھے کہ طلبا و اساتذہ کو بھی مغربی علوم وفنون سے واقف ہونا چاہیے۔ مجبوری تھی کہ مغربی علوم وفنون کے مختلف مضامین کی کتابیں خاص کر انگریزی زبان میں تھیں جسے عام ہندوستانی نہیں سمجھ سکتا تھا۔ اسی سلسلے میں ۱۸۳۵ء میں مغربیت اور مشرقیت میں زبان پر بحث ہوئی۔ مغربی زبان میں تعلیم ہو اس کے لئے انھیں کی جیت ہوئی۔ پھر بھی ذریعۂ تعلیم اردو ہی رہا۔

''۱۸۴۳ء میں انجمن اشاعت علوم بذریعہ السنہ ملکی قائم کی گئی۔'' (۱۹)

اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ دیشی زبانوں میں انگریزی کتابوں کا ترجمہ کیا جائے۔ اردو، ہندی، بنگالی میں کیا جائے۔ لیکن دیشی کتابوں کے ترجمے کو ترجیح دی جائے جو نصاب میں شامل ہیں یا ہو سکتی ہیں۔

''اس کالج کی بڑی خصوصیت اور اس کی کامیابی کا سب سے بڑا راز یہ تھا کہ اس میں ذریعۂ تعلیم اردو تھی۔ عربی، فارسی، سنسکرت کی تعلیم تو خیر اردو میں ہی ہوتی تھی لیکن دوسرے علوم جو داخلِ نصاب تھے، ان کی تعلیم کا ذریعہ بھی اردو ہی تھا۔'' (۲۰)

انگریزوں کی ذہنیت ایسی بن چکی تھی کہ مشرقی تعلیم کو بیکار خیال کرتے تھے۔ لارڈ آرکلینڈ نے اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ تعلیمی کتابوں کا ترجمہ اردو میں ہو، جس کے نتیجے میں کتابیں تھوڑی سہی مگر تیار کی گئیں۔ اس طرح کالج نے نہ صرف دیشی زبان (اردو) میں تعلیم کی شاندار روایات قائم کیں اور نثر کو مالا مال کر دیا، بلکہ نئی قدریں دیں اور ایک نئی تہذیب کی بنیاد رکھی۔

مسٹر فلکس بوتروس کا احسان ہمیشہ یاد رکھا جائے گا کیونکہ انھوں نے ہی مغربی علوم کو رائج کرنے کے لئے اردو زبان کو وسیلہ بنایا۔ اپنے زیرِ نگرانی کئی کتابوں کا اردو زبان

www.urduchannel.in

میں ترجمہ کروایا۔ فلسفہ، ریاضی، کیمیا، طبعیات، تاریخ، نباتات کی مضامین کی کتابوں کا ترجمہ اردو میں تھوڑے ہی وقفے میں پورا کرلیا گیا۔ مسٹر بوتروس کو ہندوستانی زبان کا علم اچھی طرح سے ہو چکا تھا۔ کیونکہ وہ ہندوستان میں کئی برسوں سے رہ رہے تھے۔ یہ پرنسپل مجلس کے سکریٹری بنے۔ اس ٹرانسلیشن سوسائٹی کے نام کئی تھے:

۱۔ دلی کالج ورنیکلر ٹرانسلیشن ۲۔ دلی ٹرانسلیشن سوسائٹی

۳۔ ورنیکلر سوسائٹی ۴۔ لائبریری آف یوزفل نالج

یہ نام صرف مصنفین نے اپنی سہولیت کے اعتبار سے رکھا ہے۔ سارے نام ایک ہی ٹرانسلیشن سوسائٹی کے ہیں۔

ترجمے کا قاعدہ تھا کہ جہاں تک ہو سکے انگریزی لفظ کے استعمال سے بچیں اور دیشی زبان کا بھی وہ لفظ لکھا جائے جو آسان ہو۔ اگر لفظ ملنا مشکل لگے تو پنڈت، مولوی سے رائے لی جائے۔ تب ایسا لگے کہ کہیں بہتر ہے کہ انگریزی لفظ ہی جوں کا توں اردو میں لیا جائے گا۔ اگر کوئی کتاب اردو میں ترجمہ ہو چکی ہے تو جو الفاظ استعمال ہو چکا ہے اسی لفظ کو استعمال کرنے کی کوشش کی جائے۔

انگریزی سے اردو میں ترجمے کے لئے ٹرانسلیشن سوسائٹی نے جو اہم اصول وضع کیے وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ انگریزی الفاظ کا اگر اردو میں معنی موجود ہو تو اسی اردو الفاظ کا استعمال ہو۔ جیسے سلفر (گندھک)۔ کچھ الفاظ کے اردو الفاظ نہ ملیں تو اسی کا استعمال کیا جائے جیسے پوٹاشیم، سوڈیم، آکسیجن۔

۲۔ انگریزی مرکب لفظ کا اردو میں معنی نہ ملے تو اس کا استعمال کیا جائے جیسے پوٹاشیم کلورائیڈ، ہائیڈروکلورک۔

انگریزی لفظ مرکب ہے اور ہمارے پاس اس کا مفہوم ظاہر کرنے والا لفظ ہے، تو اس کا استعمال ہو۔ کرانولاجی (علم زمان) اگر مرکب لفظ میں ایک کا معنی اردو میں ہے اور دوسرے کا نہیں تو موجودہ مترادف کے استعمال سے ایک نئی ترکیب بنالی جائے

www.urduchannel.in

جیسے آرک بشپ (اعلیٰ بشپ)

۳۔ کچھ انگریزی لفظ لغوی معنی کے علاوہ اصلاح کے طور پر بھی استعمال ہوتے ہیں۔ آرڈر، کلاس، انگریزی میں کئی خاص علوم کے شعبے ہیں، مثلاً نباتیات۔ اس میں درختوں کے کئی خاندان ہیں۔ ان کے نام اس کی خصوصیت پر رکھے گئے ہیں۔ اردو میں بھی اسی اصول کی پابندی کی جائے۔ اصطلاح کا لفظی ترجمہ نہ کیا جائے۔

اردو میں ترجمہ کرنے کا یہی اصول تھا۔ اس انجمن میں خاص کر اردو میں ہی ترجمہ ہوا، جبکہ بنگالی اور ہندی میں بھی کیا جاتا تھا۔ اس کی خاص وجہ سرمایہ کی کمی بتائی جاتی ہے۔ اردو میں زیادہ کام اس لئے ہوا کہ مسٹر بوتروس کی وجہ سے جو سکریٹری اور نگراں تھے۔ دھیرے دھیرے اس انجمن نے دلی کالج میں علم وادب کے ذوق کو مزید جلا بخشی۔ اس کام کے لئے چندہ دینے والے (۱۱۶) اصحاب میں (۵۲) انگریز ہی تھے۔

اس کی مرکزی مجلس عامہ کے رکن یہ اصحاب تھے:

۱۔ فیلکس بوترس ـ (سکریٹری) پرنسپل دلی کالج
۲۔ دوارکاناتھ ٹیگور ـ کلکتہ
۳۔ ٹامس مٹکاف ـ دلی
۴۔ ولیم سان کونسون ـ دلی
۵۔ ا۔ک۔دیون شاہ ـ دلی
۶۔ چارلس گرانٹ ـ دلی

تھوڑے ہی عرصے میں ٹرانسلیشن سوسائٹی نے کئی مضامین کا ترجمہ اردو میں کیا اور کئی کتابیں جس کی تخلیق فارسی میں ہی ہوئی تھی، اسے بھی منظر عام پر لانے کی کوشش کی اور سائنسی انداز اختیار کرنے کی تحریک پیدا کی۔ مولوی عبدالحق نے کچھ کتابوں کا ذکر اپنی کتاب میں کیا ہے، جس کا ذکر یہاں کرنا چاہوں گا:

۱۔ تحریر اقلیدس مقالہ ا تا ۶، ۱۱، ۱۲
۲۔ اصول قانون

www.urduchannel.in

۳۔ تاریخ ہندز مانہ قدیم سے تا زمانہ حال

۴۔ اصول حکومت

۵۔ اصول قوانین مال گزاری

۶۔ اصول قوانین اقوام

۷۔ تاریخ انگلستان، خلاصہ تاریخ گولڈ سمتھ کا ترجمہ

۸۔ الجبرا ترجمہ برجز

۹۔ علم مثلث وتراش ہائے مخروطی

۱۰۔ عملی علم ہندسہ "پریکٹیکل جیومیٹری"

۱۱۔ اصول علم ہیئت ترجمہ علم ہیئت، ہرشل ابتدائی آٹھ

☆ یہ باب علم ہیئت بونی کیسل بارہواں باب۔ از انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا

۱۲۔ تاریخ اسلام

۱۳۔ تاریخ یونان

۱۴۔ تاریخ روما

۱۵۔ رسالہ کیمسٹری ترجمہ پارکر

۱۶۔ استعمال آلات ریاضی

۱۷۔ اٹلس جغرافیہ

۱۸۔ قواعد اردو

۲۰۔ انتخاب الف لیلہ

۲۱۔ ضمیمہ منطق میں

۲۲۔ سراجیۃ السلامی قانون وراثت پر"

۲۳۔ ترجمہ انگلستان

۲۴۔ قانون محمدی فوج داری ترجمہ کتاب میکناٹن

۲۵۔ اردو لغات (یہ کتاب تیار ہوئی مگر چھپنے نہ پائی)

www.urduchannel.in

۲۶۔ قانون مال ترجمہ مارشمین

۲۷۔ لیلاوتی حساب

۲۸۔ رامائن

۲۹۔ نل دمن

۳۰۔ مہابھارت انتخاب

۳۱۔ دیوان سودا

۳۲۔ دیوان درد

۳۳۔ دیوان میر تقی میر

۳۴۔ دیوان جرأت

۳۵۔ نیچرل فلاسفی

۳۶۔ پولیٹیکل اکنامی "معاشیات ترجمہ ویلنڈ"

۳۷۔ تحلیلی علم ہندسہ

۳۸۔ خلاصہ شاہ نامہ (اردو میں)

۳۹۔ مبادیات تفرقی احصا و تکنیکی احصاء

۴۰۔ تاریخ ایران

۴۱۔ میکانیات "لارڈنر"

۴۲۔ نیچرل تھیلالوجی "پیلے"

۴۳۔ تاریخ اکتشاف بری و بحری

۴۴۔ محاورات اردو

۴۵۔ ترجمہ تزک تیموری

۴۶۔ ترجمہ مورل سینٹیمنٹ "سمتھ"

۴۷۔ یوسف خان کی سیاحت (یوروپ)

۴۸۔ جغرافیہ قدیم کے نقشے

www.urduchannel.in

۴۹۔ اصول جبر و مقابلہ

۵۰۔ مختصر خاکہ تاریخ عالم "بریف سروے آف ہسٹری از مارشمین دو جلد"

۵۱۔ انتخاب پلوٹارکس لاوز۔ "مشاہیر یونان و روما"

۵۲۔ دھرم شاستر

۵۳۔ شرح اسلامی

۵۴۔ سکپ وتھ کا خلاصہ قانون وفوجداری

۵۵۔ پرنسپ کا خلاصۂ قانون ودیوانی

۵۶۔ مارشمین کا سول گائڈ مع خلاصہ شرع اسلامی ودھرم شاستر

۵۷۔ ضابطہ مال گزاری "مارشمین"

۵۸۔ زلیخا

۵۹۔ بدر منیر

۶۰۔ لیلیٰ مجنوں

۶۱۔ حدائقۃ البلاغہ

۶۲۔ شکنتلا

۶۳۔ سنسکرت اور انگریزی ڈرامے

۶۴۔ رگھوونش (کالی داس کا ڈرامہ)

۶۵۔ تعلیم نامہ

۶۶۔ جامع الحکایات

۶۷۔ تاج الملوک وبکاؤلی

۶۸۔ اسسٹنٹ مجسٹریٹ گائڈ

۶۹۔ تاریخ خاندان مغلیہ (تیمور کے زمانے سے شاہ عالم تک)

۷۰۔ فلسفہ مینٹل فلاسفی (امر کروم بائی کا) زیر ترجمہ

۷۱۔ نگارستان (زیر ترجمہ)

www.urduchannel.in

۷۲۔ تاریخ چارلس دوازدہم (زیر ترجمہ)

۷۳۔ جغرافیہ طبعی (ترجمہ ٹریل)

۷۴۔ علم وعمل طب (عربی سے زیر ترجمہ)

۷۵۔ طبعی نباتیات (علم افعال عضویات زیر ترجمہ)

۷۶۔ حفظان صحت ''زیر ترجمہ''

۷۷۔ عضویات ''علم افعال عضویات'' زیر ترجمہ

۷۸۔ علم معدنیات

۷۹۔ تذکرۂ حکماء

۸۰۔ مساحت ''ترجمہ جمبوڈولک''

۸۱۔ چشمہ فیض ''مختصر قواعد اردو''

۸۲۔ طبعیات ''ترجمہ ارناٹ''

۸۳۔ صرف ونحو انگریزی ''اردو میں''

۸۴۔ عملی ساخت زمین

۸۵۔ سیکس تنٹ کا ترجمہ

۸۶۔ ہندوستان کے پیداواری ذرائع ''ترجمہ رایل''

۸۷۔ سوانح عمری رنجیت سنگھ

۸۸۔ رسالۂ طب

۸۹۔ ترجمہ ابوالفلدا ''تین جلدوں میں''

۹۰۔ تاریخ کشمیر

۹۱۔ جغرافیہ ہند

۹۲۔ فرائدالدہر ''تاریخ شعرائے عرب''

۹۳۔ تاریخ بنگال

۹۴۔ رسالۂ مقناطیس ''لائبریری آف یوسفل نالج کے رسالے کا ترجمہ''

www.urduchannel.in

۹۵۔ تذکرہ ہندو شعراء

۹۶۔ رسالۂ جراحی "سرجری"

۹۷۔ حرکیات و سکونیت کا ترجمہ

۹۸۔ علم المناظر "ترجمہ فلپ

۹۹۔ ویبسٹر کا ہائیڈ راس ٹالیکا "ترجمہ"

۱۰۰۔ حرارت "لائبریری آف یوسفل کے رسالے کا ترجمہ"

۱۰۱۔ ترجمہ ہائیڈ رولکس

۱۰۲۔ ترجمہ، ڈبل رفیر کیشن اینڈ پولیرائزیشن آف لائٹ

۱۰۳۔ رسالہ علم برق "ترجمہ زاجٹ"

۱۰۴۔ گالون ازم "ترجمہ زاجٹ"

۱۰۵۔ حکمائے یونان

۱۰۶۔ حالات ہندوستان ماخوذ از انسائیکلو پیڈیا آف جیوگریفی مرتبہ مرے

۱۰۷۔ ہدایت المبتدی

۱۰۸۔ مزید الاموال یا سلاح الاحوال "علم زراعت"

۱۰۹۔ رسالۂ اصول حساب "ترجمہ ڈی مورگن"

۱۱۰۔ ترجمہ تاریخ الحکماء ترجمہ تذکرہ المسفرین" جلال الدین سیوطی تذکرہ الفقہا" خلاصہ وفیات اعیان ترجمہ تاریخ ابن خلکان

۱۱۱۔ تذکرہ شعرائے ہند

۱۱۲۔ رسالہ طب "انگریزی سے"

۱۱۳۔ تذکرہ الکاملین

۱۱۴۔ سنن ترمذی "اردو ترجمہ"

۱۱۵۔ رسالہ ربون شادر اثبات وجود باری

۱۱۶۔ قصہ چہار درویش معروف بہ باغ و بہار

www.urduchannel.in

۱۱۷۔ قصہ یوسف سلیمانی

۱۱۸۔ تذکرہ سکندر اعظم

۱۱۹۔ رسالہ احکام الایمان

۱۲۰۔ تاریخ مسعودی

۱۲۱۔ رسالہ مرایا منظر "بریشل صاحب"

۱۲۲۔ تذکرہ سرو

۱۲۳۔ مختصر قدوری

۱۲۴۔ تاریخ یمینی

۱۲۵۔ کلیلہ و دمنہ

۱۲۶۔ احوال المفسرین "عبدالرحمان سیوطی"

۱۲۷۔ تذکرہ ڈلموسٹینیز

۱۲۸۔ فوائد الافکار فی اعمال الفرجاہ (۲۱)

☆ علم و ہنر کا مرکز

ایک بیج چھوٹا پودا بنا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس سرزمین نے اسے ایک شجر کی شکل دے دی۔ ایسا شجر جو علوم و فنون کی زندہ مثال بنا۔ دلی کالج ایک ادارہ نہیں تحریک تھا۔ اس کی حیثیت ادبی اور سائنسی دونوں رہی۔ اس پرانے شہر میں جو قدیم تہذیب کا علامتی مرکز تھا، مغربی تمدن کی برکتوں کا یہ احساس کبھی بھی اتنی جلدی پیدا نہ ہوتا اگر دلی کالج کی نامور شخصیتیں اس کے لئے شعوری کوشش نہ کرتیں۔ اور اپنی تصانیف کے ذریعے ان خیالات کی باقاعدہ اشاعت نہ کرتیں۔

www.urduchannel.in

☆ مغربی ملکوں کی شخصیتیں

۱۔ سر چارلس مٹکاف:

برٹش ریڈیذ یڈنٹ کمشنر تھے۔ ۱۸۲۸ء میں ایک سفارش کے ذریعے کالج میں انگریزی جماعت کا اضافہ کروایا۔

۲۔ مسٹر ایچ ٹیلر

مجلس مقامی کے سکریٹری اور کالج کے سپرینٹنڈنٹ مقرر ہوئے۔ ایک تجویز رکھی گئی کہ ٹیلر صاحب کو کالج کا پرنسپل بنایا جائے۔ مگر ایسا نہ ہو سکا۔ ان کی رپورٹ ۱۸۲۸ء کی مشہور ہے۔ جس سے صاف پتا چلتا ہے کہ دلی کالج میں اس وقت طلبا کی تعداد ۹ تھی اور استاد مولوی عبداللہ تھے۔ روایتی تعلیم دی جاتی تھی۔

۳۔ مسٹر ایف بوتروس

انھوں نے مشرق میں مغربی علوم ترویج میں بڑی کوشش کی۔ دیسی زبان میں ترجمے کے ذریعے علم کی اشاعت کے بڑے حامی تھے۔ ورنیکلر ٹرانسلیشن سوسائٹی کے قیام میں ان کا بڑا ہاتھ تھا۔ کتابوں کے ترجمے کرانے میں کوشش کی جو نہایت قابلِ قدر ہے۔ ان کے بارے میں مولوی عبدالحق نے لکھا ہے ''ان کا احسان اردو زبان پر ہمیشہ رہے گا۔'' (۲۲)

۴۔ ڈاکٹر اے سپرنگر

عربی زبان وادب کے عالم تھے۔ مسلمان ان کی عزت کیا کرتے تھے۔ ورنیکلر ٹرانسلیشن سوسائٹی جس نے اردو زبان کے ذریعے مغربی علوم کی اشاعت میں بڑا کام کیا تھا اور مشرقی شعبے کے طلبا کی تعداد اور توسیع میں بڑی مدد دی تھی۔ اس کے وہ روحِ رواں تھے۔ مشرقی شعبے کے نصاب میں معقول اصلاحیں کیں، تاریخ یمینی کو ایڈیٹ کیا اور چھپوایا۔ حماسہ

www.urduchannel.in

اور تحقیق کے نسخے بہم پہنچائے اور عربی ادب کے نصاف میں شامل کرایا۔ شاہان اودھ کے کتب خانے کی فہرست تیار کی جو بڑی یادگار ہے۔

۵۔ مسٹر جے کارگل

کالج کے پرنسپل بنے اور کالج کی بہت خدمت کی۔ نہایت ہی اصول پسند اور قابل ذکر انسان تھے۔

۶۔ مسٹر ایڈمنڈ ولموٹ

کالج کے پرنسپل بنے۔ ریاضی کے بڑے عالم تھے اردو عربی انگریزی ترجمے کی بھی تصحیح کرتے تھے۔

۷۔ پروفیسر ایلس

انگریزی ادب کے بڑے فاضل مانے جانے والے استاد تھے۔ کچھ دن کالج کے پرنسپل کے عہدے پر فائز رہے۔

۸۔ جے سائم

کالج کے پرنسپل بنے۔

۹۔ سی آر کنگ

کالج کے پرنسپل بنے۔

www.urduchannel.in

☆ مشرقی شعبے سے جڑی شخصیتیں

یہ کہنا بڑا مشکل ہے کہ کن کن نامور شخصیتوں کو اس ادارے نے جنم دیا؟ یا اس ادارے کو کون سی شخصیت نے روح بخشی؟ جو بھی ہوا اتنا ضرور ہے کہ ان شخصیتوں نے اس ادارے کو تعلیم کا سمندر بنایا۔ یہ ادارہ اپنے آپ میں سمندر بنا مگر اس میں جو پانی بہہ کر آیا، وہ اس ندی کا تھا جو وہاں کی نامور شخصیتیں تھیں۔

کچھ مخصوص اساتذہ کا ذکر کرنا چاہوں گا۔ ساتھ ہی ان طلبا کا جو اسی ادارے کے نامور اساتذہ بنے۔

۱۔ مولوی مملوک علی

عربی مضمون کے صدر مدرس تھے۔ ساتھ ہی ساتھ اردو فارسی زبانوں پر پکڑ تھی۔ سنن ترمذی کا ترجمہ اردو میں کیا۔

۲۔ مولوی امام بخش صہبائی

فارسی مضمون کے صدر مدرس تھے۔ ادیب اور شاعر بھی تھے۔ ان کی لکھی کتابیں نصاب میں شامل ہوگئی تھیں۔ مشہور تالیفات کے اردو، صرف ونحو پر ایک کتاب لکھی۔ شعرائے اردو کا انتخاب بھی تیار کیا۔

۳۔ مولوی سبحان بخش

ان کی لکھی کتاب ''محاورات ہند'' کافی مشہور ہے۔ قابل استاد مانے جاتے تھے۔ تاریخ ابن خلکان (وفیات اعیان) کا ترجمہ انھیں کا کیا ہوا ہے۔ تزک تیموری کا ترجمہ اردو میں کیا۔ تذکرہ مسفرین تذکرۃ حکماء بھی لکھا۔

www.urduchannel.in

۴۔ ضیاءالدین "شمس العماڈاکٹر ضیاءالدین"

اس ادارے کے طالب علم بنے۔ پھر استاد کے عہدے پر پہنچے۔ عربی کے جانکار بھی تھے۔

۵۔ مولوی احمد علی

فارسی کے استاد تھے۔قواعد اردو، کی بہ چشمہ فیض انھیں کی تالیف ہے۔

۶۔ میر اشرف علی

مدرسے میں منشی تھے۔ تاریخ کشمیر کا فارسی سے اردو میں ترجمہ کیا۔ رسالۂ حساب کی تالیف میں بابو ہردیو سنگھ کی مدد کی۔

۷۔ پنڈت رام کشن دہلوی

اسی ادارے میں مدرس تھے۔ انگریزی، فارسی کے اعلیٰ جانکار تھے۔ انگریزی سے ایک رسالۂ علم طب ترجمہ کیا۔ اصول قوانین، دیوانی وفوجداری، اصول قانون کلکٹری، اصول قانون گورنمنٹ، میرا اسلام کا چوتھا باب میکناٹن کا اصول، دھرم شاستر کا ترجمہ کیا۔ ڈاکٹر اسپرنگر کی مدد لے کر قواعد صرف نحو کی اردو میں تالیف کی۔ مزید الاموال باصلاح الاحوال، فن زراعت پر کتاب لکھی۔

۸۔ ماسٹر حُسینی

مدرسے میں بچوں کے استاد تھے۔ تاریخ مغلیہ کا اردو میں ترجمہ کیا۔ "مؤلفہ کوندر" جو تاریخ ایران ہے، اردو میں ترجمہ کیا۔ میکناٹن کی شرح شریف "قانون محمدی فوجداری" مؤلفہ میکناٹن قانون فوجداری کا ترجمہ کیا۔

www.urduchannel.in

۹۔ ہردیو سنگھ

منشی کے عہدے پر فائز تھے۔ رسالۂ پیائش "دو حصوں میں" انھیں کی تالیف ہے۔ پروفیسر ڈیمورگن کی کتاب اصول حساب کا ترجمہ اردو میں کیا۔

۱۰۔ مولوی حسن علی خان

فارسی کے استاد تھے۔ قانون مال" "گلستان سعدی"، "الف لیلیٰ" "منتخب کا ترجمہ اردو میں کیا۔ ساتھ پرنسپل کی گذارش پر کرۂ ارضی کا ترجمہ بھی کیا۔

۱۱۔ ماسٹر نور محمد تحتانی

مدرس تھے۔ تاریخ بنگال، تاریخ مغلیہ کا ترجمہ کیا۔

اوپر جن کا ذکر میں نے کیا ہے وہ خاص طور سے اساتذہ ہیں۔ اب میں طلبا اور کچھ وہ طلبا جو اساتذہ بنے، ان کا ذکر کروں گا۔

۱۔ ماسٹر رام چند

بچپن کی زندگی بڑی مشکل میں گذری ہے۔ چھوٹی عمر میں ہی والد صاحب کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ چنانچہ بڑی مشکل سے اپنی تعلیم جاری رکھی۔ اور کامیابی کی راہ میں آگے بڑھتے رہے۔ ذہین طالب علم تھے۔ معاشی تنگ دستی ہمیشہ انھیں ستاتی رہی۔ فکر معاش کی خاطر تعلیم کو خیر باد کہنا پڑا۔ آہستہ آہستہ دکھ کے بادل چھٹنے لگے۔ دلی کالج میں داخلہ لیا۔ وظیفے کے لئے کافی محنت کی۔ سبھی امتحان میں کامیاب ہوئے۔ ۱۸۴۴ء میں دلی کالج کے یوروپین سائنس کے استاد کے عہدے پر مامور ہوئے۔ الجبرا، مثلث پر کتابیں لکھیں۔ فوائد الناظرین نام کا رسالہ نکالا، جو بعد میں بند ہوگیا۔ عربی میں معقول استعداد پیدا کرلی۔ ویسے یہ ریاضی میں دلچسپی زیادہ دکھاتے تھے۔

www.urduchannel.in

رسالہ علم مثلث بالجبر اور تراش ہائے مخروطی میں علم ہندسہ بالجبر لکھا۔ ساتھ ہی ساتھ کتاب ''کلیات و جزئیات'' شائع کی۔ چمن لال کے ساتھ ماسٹر رام چندر خود عیسائی بن گئے۔

۲۔ بھیرو پرشاد

کالج کی رپورٹ میں جگہ جگہ ان کی تعریف کی گئی جس سے صاف واضح ہے کہ ذہین طالب علم تھے۔ بی۔ اے میں اول آ کر آرنلڈ گولڈ میڈل سے نوازے گئے۔ کالج میں آخر کار پروفیسر کے طور پر منتخب ہو گئے۔

۳۔ پنڈت من پھول

ماسٹر رام چندر کے شاگرد تھے۔ ذہین طالب علم ہونے کے ساتھ ساتھ ایک مددگار انسان بھی تھے۔ محمد حسین آزاد کو ملازمت میں رکھے جانے کی پُر زور سفارش کی۔ ذات کے اعتبار سے برہمن تھے۔

۴۔ ماسٹر پیارے لال

ماسٹر رام چندر اور مولانا صہبائی کے شاگرد رہ چکے تھے۔ اردو، فارسی، انگریزی میں قابلیت رکھتے تھے۔

۱۔ قصص ہند اول
۲۔ قصص ہند سوم
۳۔ رسوم ہند کا ابتدائی نصف حصہ
۴۔ تاریخ انگلستان ''کلاں''
۵۔ دربار قیصری ۱۸۷۷ء تالیف ماسٹر ویلر کا ترجمہ
۶۔ رسالہ اتالیق کے اکثر مضامین

www.urduchannel.in

۵۔ حکم چند

امتحان میں ہمیشہ بہترین نمبروں سے کامیابی حاصل کی۔ کلکتہ یونیورسٹی سے ایم۔اے کا امتحان اول درجے سے پاس کیا۔ حیدر آباد جا کر وہیں ملازمت کی۔ ان کی تالیف ''رشی کیڈیڈ'' نے بہت شہرت پائی۔

۶۔ نند کشور

پنجاب میں مدارس کے انسپکٹر کے عہدے پر فائز ہوئے تھے۔

۷۔ ماسٹر کیدار ناتھ

سیشن جج بنے۔ ''ہندو کالج'' کو نئی زندگی دی۔

۸۔ مدن گوپال

ماسٹر پیارے لال کے چھوٹے بھائی تھے۔ الہ آباد سے وکالت کی ڈگری لی۔ قانون کی کتابیں لکھیں۔ ولایت جا کر بیرسٹر بن کر لوٹے۔ پروفیسر جیوانز کی منطق کا اردو میں ترجمہ کیا۔

۹۔ ماسٹر جانکی پرشاد

عیسائی مذہب کو قبول کیا۔ ویسے پیدائشی برہمن تھے۔

۱۰۔ پنڈت دھرم نارائن

ذہین طالب علم تھے۔ پولیٹیکل اکنامی ''معاشیات'' کا ترجمہ اردو میں کیا۔ تاریخ انگلستان کا کچھ حصہ بھی اردو میں ترجمہ کیا۔ انھیں رائے بہادر کا خطاب ملا۔

www.urduchannel.in

۱۱۔ شیونارائن

ہونہار طالب علم تھے۔ تذکرہ ریماس تھمیز ''پلوٹارک'' کا ترجمہ اردو میں کیا۔ ہندوستان کا ایک جغرافیہ اردو میں لکھا۔

۱۲۔ پیرزادہ محمد حسین

سیشن جج کے عہدے پر فائز ہوئے۔ سفر نامہ ابن بطوطہ کا ترجمہ کیا، جو بہت مشہور ہے۔

۱۳۔ خواجہ محمد شفیع

کالج کے ذہین طالب علموں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ کئی کتابیں لکھیں۔

۱۴۔ میر ناصر علی

۱۵۔ مولوی کریم الدین

ان کا بھی شمار کالج کے ذہین طالب علموں میں ہوتا ہے۔ ان کی کئی تالیفات مشہور ہیں جیسے:

۱۔ تعلیم انساں ۲۔ گلستان ہند ۳۔ تذکرہ شعرائے ہند
۴۔ گلدستہ نازنینان ۵۔ تذکرہ انساں ۶۔ ترجمہ ابالفدا
۷۔ تاریخ شعرائے عرب

۱۶۔ پنڈت کاشی ناتھ

www.urduchannel.in

۱۷۔ آتمارام

۱۸۔ لچھمن داس

۱۹۔ موتی لال

یہ لوگ بھی کالج کے مشہور طالب علموں میں سے ہیں۔

سالانہ رپورٹ ۱۸۶۷ء سے پتہ چلتا ہے کہ ان طلبا کو بھی نوکری ملی جو یہاں کے پڑھے ہوئے تھے۔

کالج کے طلبا	اسکول کے طلبا
۱۔ پیارے لال	۱۔ مادھو سنگھ
۲۔ مکھن لال	۲۔ مادھو لال
۳۔ بلدیو سہائے	۳۔ ریاض الحسن
۴۔ سوہن لال	۴۔ گنگل سنگھ
۵۔ چندو لال	۵۔ بلدیو سہائے
۶۔ متھول	۶۔ بیج ناتھ
۷۔ بھولا ناتھ	۷۔ بدری پرساد
۸۔ ربی پرساد	۸۔ پنا لال
۹۔ وزیر سنگھ	۹۔ ہرگوبند
	۱۰۔ جیون لال
	۱۱۔ کالی بنرجی
	۱۲۔ پھول چند

www.urduchannel.in

اب میں کچھ ایسی شخصیتوں کا ذکر کروں گا جو ایک طرح سے دلی کالج کے تاج کے جوہر ہیں۔ان کی روشنی سے کالج اور اردو ادب نکھر رہا ہے۔ان مشہور و معروف بزرگوں کے حالات کا بیان اردو داں بخوبی کرتے ہیں۔ان کے کارناموں سے اردو داں حضرات اچھی طرح واقف ہیں۔اردو زبان پر خاص کر ان کے جو احسانات ہیں، وہ کبھی فراموش نہیں کیے جا سکتے ہیں۔ان شخصیتوں کی تصانیف اردو کے محل کو کھڑے رہنے میں مرکزی ستون کا کام کر رہی ہے۔

ا۔ شمس العلما نذیر احمد

بجنور میں پیدا ہوئے۔مولوی نصر اللہ سے عربی، فارسی کی تعلیم حاصل کی۔مزید تعلیم کی تلاش میں دلی پہنچے۔کتنی کوششوں کے بعد دلی کالج میں داخلہ لے کر عربی ادب، فارسی، ریاضی کی تکمیل کی۔انگریزی پڑھانا شروع کیا تھا کہ والد صاحب نے منع کر دیا۔دلی کالج میں ان کے ہم سبق حالی، آزاد، مولوی کریم الدین، ذکاء اللہ اور ماسٹر پیارے لال آشوب جیسے ذی علم لوگ تھے۔

اسکول میں مدرس تھے۔ترقی کر کے ڈپٹی انسپکٹر پھر انسپکٹر مدارس بنے۔الہ آباد میں انگریزی سیکھنے کا موقع مل گیا۔انڈین پینل کوڈ کا ترجمہ "تعزیرات ہند" کے نام سے کیا۔ گورنمنٹ نے ان کی قابلیت سے متاثر ہو کر پہلے تحصیلدار پھر ڈپٹی کلکٹر بنایا۔سالار جنگ نے حیدر آباد بلا لیا۔وہیں افسر بندوبست کے عہدے پر فائز ہوئے۔لیکن پھر دلی لوٹ آئے۔بقیہ عمر تعلیم و تدریس، کتابیں لکھنے اور اردو ادب کی خدمت میں گزار دی۔کہا جاتا ہے کہ بڑے زندہ دل، شگفتہ مزاج، اور رعب دار انسان تھے۔اردو داں حضرات نے ان کی سیرت اور شخصیت کا بڑا دلچسپ اور جاندار نقشہ کھینچا ہے۔اردو ادب میں ان کا مطالعہ طالب علموں کے لئے ناگزیر ہے۔ان کی کچھ مشہور کتابوں کا ذکر کرنا چاہوں گا۔

مراۃ العروس، بنات النعش، توبۃ النصوح، ابن الوقت، ایامی، رویائے صادقہ، منتخب الحکایات، ترجمہ قرآن، امہات الامہ، مبادی الحکمت۔حقیقت یہ ہے کہ ساری زندگی

www.urduchannel.in

تصنیف وتالیف کے کاموں ہی میں مشغول رہے، اور اپنے پیچھے اردو ادب کا ایک قابل قدر ذخیرہ چھوڑ گئے۔ انھیں اردو کا پہلا ناول نگار ہونے کا فخر حاصل ہے۔ نذیر احمد کی شہرت بحیثیت نثر نگار مسلم ہے اور وہ اردو نثر کے محسنین میں شمار کیے جاتے ہیں۔ علی گڑھ تحریک سے بھی جڑے رہے۔

۲۔ خواجہ الطاف حسین حالی

پانی پت میں پیدا ہوئے۔ والد کا سایہ بچپن میں ہی سر سے اٹھ گیا۔ دستور زمانہ کے مطابق انھوں نے رسمی عربی، فارسی کی تعلیم شروع کی اور قرآن بھی حفظ کیا۔ دلی آئے اور معلم مولوی نوازش علی سے عربی کی تعلیم حاصل کی۔ ۱۸۵۷ء میں غدر کے وقت پانی پت میں کافی دن رہنا پڑا۔ اسی وقت منطق، فلسفہ، حدیث، فقہ کی کتابیں پڑھیں۔ جہانگیر آباد سے شاعری کا شوق بیدار ہوا۔ غالب کو اپنی غزلیں اصلاح کے لئے بھیجنے لگے۔ لاہور میں آزاد سے ملاقات ہوئی۔ اردو شاعری کی روایتی انداز سے ہٹ کر مقررہ موضوعات پر آزاد کے ساتھ مل کر نظمیں لکھیں۔ دلی آئے، اینگلو عربک اسکول (کالج) میں استاد کے عہدے پر فائز ہو گئے۔ سر سید کی صحبت میں رہنے کا موقع ملا۔

حالی نہایت شریف الطبع اور نرم دل انسان تھے۔ ان کی غزلیں روایتی نہیں بلکہ ان میں دل سوزی اور جذبات کی گرمی موجود ہے۔ ''مسدس حالی'' نہ صرف مسلمانوں کی عظمت رفتہ کا نادر مرثیہ ہے بلکہ اس کے ذریعے انھوں نے ان کو ترقی کی راہ پر گامزن کرنے کی کوشش کی۔ چپ کی داد، مناجات بیوہ، عورت کی حالت پر لبریز نظمیں لکھیں۔ مقدمہ اردو نثر میں بھی حالی کا درجہ بہت بلند ہے۔ حیات سعدی، یادگار غالب، حیات جاوید حالی کی تاریخ تصنیفات میں۔ ان کا اسلوب بیان سادہ صاف اور رواں ہوتا ہے۔ ان کی نثر نگاری کی روش پر سر سید احمد خاں اور غالب کا گہرا اثر ہے۔ اینگلو عربک اسکول میں حالی فارسی کے استاد تھے۔

www.urduchannel.in

۳۔ شمس العلما مولانا محمد حسین آزاد

دلی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم سے فارغ ہو کر دلی کالج میں تعلیم حاصل کی۔ ان کے ہم عصروں میں نذیر احمد، ذکاء اللہ، ماسٹر پیارے لال آشوب قابل ذکر ہیں۔ ۱۸۵۷ء میں غدر کے وقت لکھنؤ کی راہ پکڑلی۔ وہیں سے لاہور پہنچے اور بچوں کے لئے کتابیں لکھیں۔ ایک نئی طرز کے شاعری کی بنیاد ڈالی۔ ایران جانے کا موقع ملا۔ لاہور کالج میں عربی، فارسی کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ ان کی تصنیفات یوں تو بہت زیادہ ہیں مگر ان میں آب حیات، سخندان فارس، نگارستان فارس، نیرنگ خیال، دربار اکبری زیادہ مشہور ہیں۔ استاد ذوق کے کلام کو مدون کر کے شائع کیا۔

۴۔ شمس العلما مولوی ذکاء اللہ

دلی میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں ہی ذہین ہونے کا ثبوت دیا۔ دلی کالج میں داخلہ لے کر قابلیت کا جوہر دکھایا۔ ریاضی، طبعیات، تاریخ، جغرافیہ، عربی، فارسی میں اپنی قابلیت کا سکہ جمانا شروع کیا۔

> ''ذکاء اللہ کے والد پابندی کے ساتھ کالج بھیجتے۔ کالج سے آنے پر سبق سنا کرتے تھے۔''(۲۳)

> ''ذکاء اللہ روزانہ نت نئے تجربات سیکھ کر آتے اور اپنے گھر والوں کو حیران کیا کرتے تھے۔(۲۴)

انھیں امام بخش، رام چندر کا شاگرد ہونے کا فخر حاصل ہے۔ ریاضی پر ایک کتاب لکھی۔ یہ کتاب ہاتھوں ہاتھ خریدی گئی۔ مقبولیت ان کے قدم چومنے لگی۔ دلی کالج میں ہی ریاضی کے استاد مقرر ہوئے۔ آگرہ کالج میں اردو کے استاد پھر مراد آباد میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس مقرر ہو گئے۔ دلی آکر نارمل اسکول کے صدر مدرس بنے۔ میور سینٹرل کالج الٰہ آباد میں پروفیسر ورنا کیولر سائنس اینڈ لٹریچر و فیلو الٰہ آباد یونیورسٹی مقرر کر دیے گئے۔ علی گڑھ تحریک

www.urduchannel.in

کے نام سے مسلمانوں کے لئے علوم جدید کی اعلیٰ تحصیل کے لئے بڑے غور وفکر کے ساتھ تعلیمی ترقی کا بیڑہ اٹھایا۔ ان کا ماننا تھا کہ:

''اگر میں دلی کالج میں نہیں پڑھا تا تو مولوی ہوتا۔'' (۲۵)

ایک کتاب میں عرض ہے کہ:

''ذکاء اللہ نے مدرسہ کریمہ کی بنیاد رکھی اور اسے شروع کیا۔ ساتھ ہی ساتھ بیواؤں کے لئے معاشی مدد فراہم کی۔ (۲۶)

ریاضی کی خداداد قابلیت اور پروفیسر رام چندر جیسے استاد کی سرپرستی نے انھیں کالج کا مقبول ترین ریاضی داں بنا دیا۔ مشکل سے مشکل ریاضی کے مسائل انھیں کھیل معلوم ہوتے تھے۔ سترہ سال کی عمر میں ہی ریاضی پر ایک کامیاب کتاب کی تصنیف کر کے انھوں نے دلی والوں کو سکتے میں ڈال دیا۔ تمام عمر تصنیف اور تالیف میں گزاری۔ ریاضیات، طبعیات، اقتصادیات، اخلاقیات، سیاست، ادب، تاریخ اور جغرافیہ وغیرہ کوئی ایسی شاخ نہیں جس پر انھوں نے قلم نہ اٹھایا ہو۔

☆ دلی کالج کے مشہور شاعر

ایسا سنا جاتا ہے کہ مغلیہ سلطنت کا جب زوال ہو رہا تھا تو دلی کے شاعروں کا خاص جمگھٹ دلی کالج ہی رہا۔

	شاعر	تخلص
۱۔	مولوی رشید الدین خان	تعشق
۲۔	مولوی احمد علی	احمد
۳۔	سرسید محمد خوشنوس	غافل
۴۔	ابوالحسن	شیدائی
۵۔	محمد بیگ محوی	محوی

www.urduchannel.in

۶۔	عبدالرزاق خلف منشی عبدالرحمٰن تمنا	اثر
۷۔	پنڈت موتی لال دہلوی	بجلی
۸۔	منشی شیونارائن آرام	آرام
۹۔	ماسٹر ذاکر حسین رمزی	
۱۰۔	مولانا یعقوب	گمنام
۱۱۔	منشی صدیق دہلوی	صدیق
۱۲۔	ماسٹر فضل الدین	
۱۳۔	محمود مرزا	محمود
۱۴۔	منشی محمد خلیل الرحمٰن خلف جناب محمد عوض خان مغفور	شعلہ
۱۵۔	علامہ راشد الخیری	راشد
۱۶۔	محمد میاں قریشی	جاذب

☆ مغربی فلسفہ کا اثر

جب ہندوستانیوں کا تعلق انگریزوں سے ہوا تو انھوں نے کئی شعبوں میں ہندوستانیوں پر اپنا گہرا اثر چھوڑا۔ چاہے وہ سماجی شعبہ ہو یا معاشی شعبہ ہو۔ یہ بات پوری طرح واضح ہے کہ انگریزوں سے ہمارا سابقہ نہ پڑتا تو شاید مغربی علمی تحریک سے ہم پوری طرح وابستہ نہیں ہو پاتے۔

انگریزوں نے ہندوستان میں ایک نئے ذہنی انقلاب کو پیدا کیا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کو ملازم کی ضرورت تھی اور ملازمت کرنے والوں کو انگریزی تعلیم حاصل کرنا اور اس کا جاننا لازمی تھا۔ لہٰذا اس چھوٹی سی کوشش نے یہاں کے لوگوں کو انگریزی پڑھنے کی جانب متوجہ کیا۔ چنانچہ آہستہ آہستہ لوگ مغرب کی سماجی تبدیلیوں سے آگاہ ہونے لگے اور اس کے رنگ میں رنگنے لگے۔ خاص کر تعلیم کے شعبوں میں بڑے پیمانے پر تبدیلیاں رونما ہو رہی تھیں۔ اب تک یعنی عہد وسطیٰ کے آخر دور تک تعلیم کو زندگی بسر کرنے کا پیمانہ نہیں بنایا گیا

www.urduchannel.in

تھا۔ بس کہ اتنا خیال کیا جاتا تھا کہ تعلیم وتربیت اتنی ہو کہ سماج کی ضروریات کو پورا کیا جاسکے۔ مگر انگریزوں نے تعلیم کو زندگی بسر کرنے کی نئی تحریک پیدا کردی۔ تعلیم کو جب انگریزوں نے روزگار سے جوڑا تو اس علم نے ہندوستانی سماج کی ذہنیت کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ کیونکہ اب یہاں کے لوگوں کو محسوس ہوا کہ بغیر تعلیم کے روزگار ملنا مشکل ہے، لہٰذا لوگوں میں تعلیم یافتہ بننے کی لہر پیدا ہوگئی۔ یہ انگریزی تعلیمی تحریک کا اثر معلوم ہوتا ہے۔ تعلیم کو پوری طرح روزگار ومعاش سے جوڑ دیا گیا۔ سماج میں ایک نیا طبقہ بننے لگا جسے تاریخ میں ''مڈل کلاس'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔

ہندوستانی سماج میں اب تعلیم کے ذریعہ یہاں کے عوام ڈاکٹر، وکیل، ماسٹر، پروفیسر، لیڈر، رہنما، سائنس داں، کلرک بننے کے لئے بیتاب ہواٹھے۔ کیونکہ یہ زندگی معاشی ضرورتوں کا ذریعہ بن چکی تھی۔ سماج نے انھیں پیدا کیا اور سماج کو ان لوگوں نے ایک نئی راہ دی۔ ہندوستان کی آزادی کی تحریک کو ان ہی لوگوں نے روح دی۔

تعلیم میں کئی ایسے مضامین تھے جسے پڑھ کر مرد وعورت روزگار تلاش کرتے تھے۔ مثلاً سائنس اور ٹیکنیک نے روزگار کے زیادہ مواقع فراہم کیے۔ یہ بات اب صاف طور پر واضح ہورہی ہے کہ تعلیم کو روزگار ومعاش سے جوڑ دیا گیا۔

تعلیم کو جب روزگار سے جوڑا گیا تو پڑھنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہونا لازمی تھا۔ اس کے مدنظر برٹش سرکار اور بعد میں ہندوستانی سرکار نے بڑے پیمانے پر اعلیٰ تعلیم کے لئے یونیورسٹیاں قائم کیں۔

> ''مغربی فلاسفر کی سوچ ہندوستانی سماج کے نوجوان طبقوں پر گہرا اثر ڈالا۔ قدیم سے چلی آرہی روایتوں پر سوالیہ نشان لگایا۔ اقلیت پسند کی ایک نئی سوچ کو جنم دے کر اسے فروغ دینا شروع کیا۔'' (۲۷)

اس طرح سے ہم دیکھتے ہیں کہ تعلیمی اعتبار سے مغربی فلسفہ نے زیادہ متاثر کیا۔ تعلیمی معیار کے لئے طور طریقے فراہم کیے۔ مغربی ادب نے خاص کر ہندوستانی علاقائی زبان پر گہری چھاپ چھوڑ دی۔ ناٹک، کہانی، افسانہ، سیاحی درقیات، سکھوں کا نظریہ

www.urduchannel.in

انگریزیت کی طرز پر مبنی دکھائی دیتا ہے۔

''اٹھارہویں صدی کی دوسری دہائی کے آس پاس اردو شاعر اپنی زبان کو کبھی ہندی اور کبھی اردو کا نام دیتے تھے۔ ان دونوں کے بیچ پہچان کی گنجائش نہیں تھی۔ انگریزوں کے فورٹ ولیم کالج نے جب ۱۸۰۱ء میں اردو زبان کی تعلیم کے لئے ایک شعبہ قائم کیا اسے ''ہندوستانی شعبہ'' کا نام دیا۔ ان کا مطلب اس سے اردو تھا۔ اس شعبہ کے لحاظ سے ہندوؤں سے تعلق رکھنے کے لئے برج بھاشا کی تعلیم کا انتظام تھا۔ اسے صدر گلکرائسٹ نے ہندوستانی ''اردو'' مسلم زبان کی شکل میں اور ''ہندی'' ہندو زبان کی شکل میں فرق ظاہر کیا۔ ہندوؤں کا رجحان قدرتی طور پر ہندوی کی طرف ہوگا۔ جبکہ مسلمان اصلیت میں عربی، فارسی کی طرف دار ہوں گے۔ جس سے دونوں زبان روایتی، درباری زبان، اعلیٰ ملکی یا قدیمی روایت سامنے آئی ہیں۔'' (۲۸)

مغربی فلسفہ نے سماج کو ایک نئے چہرے سے تعارف کرایا۔ جس کا نام معاہدہ ''سوشلزم'' ہے۔ اسی طرح انسانیتی ادب ''ہیومنزم'' کی نئی سوچ ہمارے سامنے پیش کی۔ پوری طرح سے نئی سوچ نے ہندوستانی سماج کو نئی راہیں مہیا کرائیں۔ قدیم روایات خاص طور سے مذہبی روایات پر کئی سوالیہ نشان لگا دیے۔ انسان پہلے مذہب کے دائرے سے باہر نہیں سوچ سکتا تھا۔ مگر اب سوچنا اور سمجھنا اس کے لئے مشکل نہیں رہا۔ کئی چیزوں کو منطق کے ذریعہ ثابت ہو جانے پر سماج کے کئی طبقوں نے قبول کیا۔ سائنس، ادب، زبان، تاریخ سبھی کو سمجھنے پڑھنے اور لکھنے کے نئے طریقے سے روشناس کرایا۔

☆ اساتذہ کی تنخواہ

شمالی ہندوستان میں ذہنی بیداری اور جدید علوم وفنون سے دلچسپی پیدا کرنے میں دہلی کالج نے جو اہم حصہ لیا اس کا اندازہ بہت کچھ اس دور کی اخبارات، تصانیف اور یادداشتوں سے ہوسکتا ہے۔ یہاں کی علمی محفلیں، جماعت کے خاص اسباق، تحریر و تقریر کے مقابلے دہلی کے پڑھے لکھے لوگوں کی دلچسپی پیدا کرنے کا مرکز بن گئے تھے۔ اخباروں میں

www.urduchannel.in

کالج کی اہم خبریں خصوصیت کے ساتھ شائع کی جاتی تھیں۔ کوئی نیا سائنسی تجربہ ہوتا تو اسے مشہور کیا جاتا کہ وہ کالج میں آ کر اپنی آنکھوں سے سائنس کے حیرت انگیز کرشمے دیکھیں۔ حقیقت یہ ہے کہ شمالی ہندوستان مشرق و مغرب کی کئی اعلیٰ اقدار کو یکجا کرنے کی پہلی کوشش دہلی کالج میں کی گئی۔

> ''مسٹر فرینچ کا واقعہ دلچسپ اور قابل ذکر ہے۔ کالج کے لائبریرین نے اپنے فرائض کی انجام دہی میں مسٹر فرینچ کے حکم کے خلاف قاعدہ پا کر اس پر عمل کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر مسٹر فرینچ کو غصہ آیا اور وہ لائبریرین کے ساتھ بُری طرح پیش آئے۔ بات پرنسپل تک پہنچ گئی اور ان سے جواب طلب کیا گیا۔ مسٹر فرینچ نے تمام دیسی ماتحتوں اور ملازموں کی شکایت کرتے ہوئے لکھا کہ ان کے رویے سے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے وہ یوروپی آقاؤں کو اپنے برابر سمجھتے ہوں۔ اس پر کالج کے پرنسپل مسٹر ایف بوتروس بہت ناراض ہوئے اور اس سلسلے کی تمام خط و کتابت اپنے نوٹ کے ساتھ مقامی کمیٹی کے ممبروں مسٹر ٹی میٹکاف اور مسٹر اے روس کے پاس بھیج دی۔ اس نوٹ میں انھوں نے ایک جگہ لکھا تھا... دیسی اساتذہ جن کا وہ ''مسٹر فرینچ'' اس قدر حقارت کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔ سب اسی کالج کے پرانے طلبا ہیں جو انگریزی زبان سے واقف، سائنس کی تعلیم سے بہتر اور بہت ہی باعزت کردار کے لوگ ہیں۔ مسٹر فرینچ کے رویے سے اگر وہ مجروح ہوں اور کسی حد تک مخالفانہ خفگی کا اظہار کریں تو یہ کوئی حیرت کی بات نہیں۔ وہ اگر ہر لحاظ سے مسٹر فرینچ کے برابر نہیں تو کم از کم بعض باتوں میں ان سے بہتر تو ہیں۔'' (۲۹)

اس خط کے پیش نظر مقامی کمیٹی نے محکمہ عامہ ''حکومت ہند'' سے درخواست کی کہ مسٹر فرینچ کو برخاست کر دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اس کے لئے احکامات جاری کر دیے گئے۔

مگر اس واقعے سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ انگریز اور ہندوستانیوں کر برابر سمجھا جاتا تھا۔ برابری کے عہدہ پر ہندوستانی اور انگریز متعین ہو ساتھ ہی ڈگری بھی برابر ہو تب بھی انگریزوں کو ہندوستانیوں کے مقابلے میں زیادہ تنخواہ ملتی تھی۔

www.urduchannel.in

"اسکول میں ہی بچہ انگریزی پڑھنے کے لئے سوچتا تھا۔ کیونکہ اس کے بغیر کام نہیں چلتا اور دماغ میں یہ بات بیٹھ گئی تھی۔ اسی وجہ سے لوگ معاشی ترقی کے بارے میں نہیں سوچ سکتے تھے۔ سوچ بھی تو صرف انگریزی زبان کے لئے، انگریزوں کی سوچ تھی کہ ہندوستانی ماسٹر کمزور ہوتا ہے۔ اس لئے نیچا سمجھا جاتا تھا اور تنخواہ کم دی جاتی تھی۔ اس کی وجہ انگریز اساتذہ کو ٹرینڈ سمجھا جانا بھی تھا۔"(۳۰)

میں کچھ اس طرح کا ثبوت پیش کرنا چاہوں گا جس سے یہ بات صاف طور پر ظاہر ہو سکے کہ برٹش کے مقابلے ہندوستانیوں کو کم تنخواہ ملتی تھی۔

☆ مغربی شعبہ

	نام	عہدہ	تنخواہ
۱۔	اے اسپرینگر	پرنسپل	۶۰۰
۲۔	ایف ٹاکر	ہیڈ ماسٹر	۴۰۰
۳۔	ای روبرٹ	//	۱۵۰
۴۔	آر ایسٹورٹ	//	۱۲۰
۵۔	حسین	//	۴۰
۶۔	وزیر حسین	//	۵۰
۷۔	رام کشن	//	۸۰
۸۔	شیو پرساد	//	۴۰
۹۔	نور محمد	//	۳۰
۱۰۔	تارک ناتھ	ماسٹر لکھنے والے	۳۰
۱۱۔	رادھا کشن	ناگری کے ماسٹر	۸
۱۲۔	ڈبلیو اکاٹ لینڈ	ڈرائینگ ماسٹر	۸
۱۳۔	ہردیو سنگھ	لائبریرین	۲۵

www.urduchannel.in

ماخذ: لوکل کمیٹی ۳۰/اپریل ۱۸۴۷ء

جنرل رپورٹ: گورنمنٹ آف انڈیا لائبریری

پبلک انسٹرکشن، نورتھ ویسٹ پروونس

بنگال پریذیڈنسی ۴۷-۱۸۴۶ء

مطبع، آگرہ، سال ۱۸۴۸ء

اس خاکے کو دیکھنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ای روبرٹ جو ماسٹر تھے، ان کی تنخواہ ۱۵۰ روپے تھی، جبکہ رام کشن بھی ماسٹر تھے اور ان کی تنخواہ صرف ۸۰ روپے تھی۔ ایسا کیوں ہوتا تھا، اس کے جواب میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ برٹش اپنے سے ہندوستانیوں کو نیچا اور غیر تربیت یافتہ سمجھتے تھے جبکہ ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا۔

☆☆

www.urduchannel.in

حوالاجات

۱۔ شیو پرساد بھارتی، غازی آباد ایک اتہاسک نگر، "جدید" وچار پرکاشن بھجن پورہ، دہلی ۱۹۹۸ء، صفحہ ۶

۲۔ سرسید احمد خان، آثار الصنادید، اردو اکادمی، دہلی ۱۹۹۲ء، صفحہ ۳۱۶

۳۔ مولوی عبدالحق، مرحوم دلی کالج، انجمن ترقی اردو "ہند"، دہلی ۱۹۸۹ء، صفحہ ۱۳

۴۔ مرزا محمود بیگ (سابق پرنسپل دلی کالج) قدیم دلی کالج اردو میگزین ۱۹۵۳ء، صفحہ ۲۵

۵۔ مولوی عبدالحق، مرحوم دلی کالج، انجمن ترقی اردو "ہند"، دہلی ۱۹۸۹ء، صفحہ ۱۵-۱۶

۶۔ ایضاً // // // صفحہ ۱۹-۲۰

۷۔ نارائنی گپتا، دلی بٹوین ٹو امپائرس دلی، ۱۸۰۳-۱۹۳۱، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، ۱۹۸۱ء، صفحہ ۱۰۵

۸۔ مولوی عبدالحق، مرحوم دلی کالج، انجمن ترقی اردو "ہند"، دہلی ۱۹۸۹ء، صفحہ ۶۹

۹۔ ایضاً // // // صفحہ ۷۰

۱۰۔ دلی اردو اخبار، نیشنل آرکائیو، دہلی، ۱۷ر مئی ۱۸۵۷ء

۱۱۔ نینا ڈے گپتا، فکرو میگزین، ذاکر حسین کالج، دہلی ۱۹۹۸ء-۱۹۹۹ء، صفحہ ۵۳

۱۲۔ دلی آرکائیو، ایجوکیشن ڈپارٹمنٹ نمبر ۸۱۷، تاریخ ۸ر مئی ۱۸۸۹ء، لاہور

۱۳۔ مالک رام، قدیم دلی کالج، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، دہلی ۱۹۷۵ء، صفحہ ۵۹

۱۴۔ خواجہ احمد فاروقی، قدیم دلی کالج اردو میگزین، ۱۹۵۳ء، صفحہ ۲۷

۱۵۔ مولوی عبدالحق، مرحوم دلی کالج، انجمن ترقی اردو "ہند" دلی ۱۹۸۹ء، صفحہ ۳۸

۱۶۔ نینا ڈے گپتا، فکرو میگزین، ذاکر حسین کالج، دہلی ۹۹-۱۹۹۸ء، صفحہ ۳۵-۳۶

۱۷۔ مولوی عبدالحق مرحوم دلی کالج، انجمن ترقی اردو ہند دہلی صفحہ ۱۳۳

۱۸۔ مالک رام، قدیم دلی کالج، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، دہلی ۱۹۷۵ء، صفحہ ۱۷

۱۹۔ مولوی عبدالحق، مرحوم دلی کالج، انجمن ترقی اردو "ہند"، دہلی ۱۹۸۹ء، صفحہ ۱۳۳

۲۰۔ ایضاً // // // صفحہ ۲۵-۲۴

۲۱۔ ایضاً // // // صفحہ ۱۵۵-۱۴۹

www.urduchannel.in

۲۲۔ ایضاً ،، ،، ،، صفحہ۔۱۵۷
۲۳۔ سی۔ایف اینڈریوس، ذکاءاللہ آف دہلی۔کیمبرج،۱۹۳۹ء، صفحہ۔۵۹
۲۴۔ ایضاً ،، ،، ،،صفحہ۔۵۹
۲۵۔ قدیم دلی کالج اردو میگزین۔دہلی ۱۹۵۳ء، صفحہ۔۲۱
۲۶۔ نارائنی گپتا، دلی بٹوین ٹو امپائرس ۱۸۰۳ء۔۱۹۳۱ء، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس۔دلی،۱۹۸۱ء، صفحہ۔۵۹
۲۷۔ روڈولف اینڈ روڈولف، تعلیم اور سیاست ہندوستان میں، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، دلی۔ ۱۹۷۲ء، صفحہ۔۲۹
۲۸۔ اندرا گاندھی راشٹریکت دلشودالیہ، سماجک وگیان پیٹھ و ثقافتی شعبہ،۱۹۹۶ء، جدید۔ی۔ایچ۔آئی، نمبر۵، صفحہ۔۱۱
۲۹۔ صدیق الرحمن قدوائی، ماسٹر رام چندر، شعبۂ اردو دلی یونیورسٹی، دلی۔۱۹۶۱ء، صفحہ۔۳۰
۳۰۔ فلپ اورالتباق، ایجوکیشن اینڈ کلونیلزم، اسٹیٹ آف نیو آرک لونگ مین ۱۹۷۸ء، صفحہ۔۶۱

☆☆

www.urduchannel.in

باب سوم

دلی کالج سے ذاکر حسین کالج تک کا سفر

اس سے پہلے والے باب میں کالج کی تاریخ کا ذکر ۱۹۵۰ء تک کیا گیا۔ اس باب میں مختصر طور سے آزادیٔ ملک کے بعد اس ادارے کے ادب، تہذیب، زبان اور مضامین میں کیا کیا تبدیلیاں رونما ہوئیں؟ کن کن اسناد کے لئے کلاسیں شروع کی گئیں؟ اساتذہ وطلبا کے مابین تعلقات کیسے تھے؟ اس موضوع پر تبصرہ کرنا چاہوں گا۔

۱۸۳۵ء سے ۱۸۵۳ء کے وقفہ کو انگریزی تعلیمی تحریک کا ایک حصہ کہیں تو قطعی کوئی غلط بات نہیں ہوگی۔ ۱۸۳۳ء میں چارٹر ایکٹ کے ذریعے بھی ملکوں کی مشنریوں کے لئے دروازے ہندوستان میں تعلیم کے فروغ کے لیے کھول دیے گئے۔ ۱۸۵۴ء آتے آتے تعلیم نے پوری طرح سے انگریزی لباس پہن لیا۔ برٹش پارلیامنٹ نے ایک ایسی جانچ کمیٹی مقرر کی جو ہندوستانی تعلیم کی پالیسی کے بارے میں مشورہ کرے۔ اس وقت کمپنی کے بورڈ آف کنٹرول کے صدر ''سر چارلس ووڈ'' تھے۔ اس لئے انھیں کے نام سے اس دستاویز کا نام رکھا گیا۔ ووڈ دستاویز میں ہندوستانی تعلیم کے اہم پہلوؤں پر بحث کی گئی تھی اور کئی طرح کے سفارشات بھی ساتھ میں پیش کی گئیں۔

کمپنی نے اس دستاویز میں تعلیم کے فروغ کی ذمے داری قبول کی اور کہا کہ یہ ہمارے سب سے اہم فرائض میں سے ایک ہے۔ اس دستاویز میں جو خاص اور اہم باتیں درج تھیں وہ اخلاقی نشوونما، جدید علوم، اچھے سرکاری عہدے کے قابلِ تعلیم اور ملک کو کیسے خوشحال ومضبوط بنایا جائے، انگریزی یا دیسی زبان میں تعلیم لینے کا حق دیا گیا اور کہا گیا کہ لندن یونیورسٹی کے طرز پر کچھ یونیورسٹیوں کا قیام عمل میں لایا جائے۔

www.urduchannel.in

پھر ہندوستانی تعلیمی کمیشن ''ہنٹر کمیشن'' ۸۳-۱۸۸۲ء قیام عمل میں آیا، جو ہندوستانی تعلیمی پالیسی کے بارے میں اپنی تجویز پیش کرتا ہے۔ ۱۸۵۷ء تک مدراس (چینئی) بمبئی (ممبئی) کلکتہ (کالی کاتا) یونیورسٹیاں قائم کی گئیں۔ یہ وقت غدر کا تھا جس سے تعلیم کی ترقی کا راستہ کچھ عرصہ کے لئے رک گیا۔ ہندوستان سے ہمدردی رکھنے والے کچھ انگریزوں نے کہا کہ اچھی تعلیم دی جائے۔ ۱۸۸۰ء میں ہندوستان کے وائس رائے ''لارڈ رپن'' بنے۔ اس ہنٹر کمیشن میں خاص توجہ پرائمری تعلیم کی طرف دی گئی اور اعلیٰ سیکنڈری تعلیم کہاں، کس طرح دی جائے اور ووڈ دستاویز میں کی کہاں تک باقی رہی، اس ہنٹر کمیشن نے رائے میں ظاہر کی۔ ایسی تعلیمی پالیسی وضع کی جس میں پرائمری درجے سے لے کر اعلیٰ درجہ تک ریاست اور عوام کندھے سے کندھا ملا کر تعلیم کے شعبے میں ہی کام کریں مگر کمیشن نے صنعتی اور پیشہ وارانہ تعلیم سے متعلق خاموش رہ کر ہندوستان کی مالی اور صنعتی ترقی میں رکاوٹ پیدا کی۔

۱۸۹۸ء میں لارڈ کرزن ہندوستان کا وائس رائے بنا۔ سخت اور نڈر ہونے کی وجہ سے کرزن کا قومی تحریک کا مخالف ہونا بہت حد تک فطری تھا اور اس لئے ہندوستانیوں کے ذریعہ اس سے نفرت کیا جانا بھی فطری تھا۔ تعلیمی سدھار کے کام کو عملی کی شکل دینے کے خیال سے کرزن نے ۱۹۰۱ء میں شملہ تعلیمی کانفرنس کا انعقاد کیا۔ لیکن اس نے ہندوستانیوں کے ایک بھی نمائندے کو اس میں جگہ نہیں دی۔ آگے چل کر ۱۹۰۲ء میں ''ہندوستانی یونیورسٹی کمیشن'' کا تقرر کیا گیا۔ اس کمیشن کے ذمے برٹش اور ہندوستانی یونیورسٹیوں کے موجودہ حالات اور ان کی ترقی کی جانچ کرنا، یونیورسٹیوں کے نظم ونسق اور ان کی علمی پالیسی میں بدلاؤ لانا اور ان کے اندر سدھار پیدا کرنا، معیار تعلیم کو اونچا اٹھانا، تعلیم کی ترقی کے لئے مناسب طریقوں کی صلاح دینا تھا۔ ایم۔ اے کی ڈگری یونیورسٹیوں سے ہی دی جائے، کالجوں کی منظوری میں سختی برتی جائے، انٹر میڈیٹ کلاسیں کالجوں کی ذمے نہ ہوں، بی۔ اے کو تین سال کا کرنا، وغیرہ اپنی تجویز ظاہر کی۔ اس رپورٹ کے تحت ۱۹۰۴ء میں کرزن نے ہندوستانی یونیورسٹی ایکٹ تیار کیا۔ جس میں حقوق، عمل دخل، انتظام وغیرہ میں تبدیلیاں کی گئیں اور یونیورسٹیوں کو گرانٹ ان ایڈ ملنے لگی۔

www.urduchannel.in

۱۹۰۴ء کے یونیورسٹی ایکٹ، ۱۹۱۳ء کے سرکاری ریزولیشن اور کلکتہ یونیورسٹی کمیشن نے اعلیٰ تعلیم میں نئی جان ڈال دی۔ نتیجتاً نئے کالجوں اور یونیورسٹیز کا قیام عمل میں آیا جیسے

۱۹۱۶ء میں میسور یونیورسٹی کا قیام

۱۹۱۷ء پٹنہ " "

۱۹۱۸ء بنارس " "

۱۹۱۸ء عثمانیہ " "

۱۹۱۹ ڈھاکہ " "

۱۹۲۰ء لکھنو " "

۱۹۲۰ علی گڑھ " "

۱۹۲۷ء میں برٹش پارلیامنٹ نے سائمن کمیشن کو ہندوستان بھیجا۔ اس کمیشن کے تقرر کے وقت ہندوستان میں قومی تعلیمی تحریک چل رہی تھی اور ہندوستانی، غیر ملکی تعلیمی پالیسی کی تنقید کر رہے تھے۔ لہٰذا کمیشن نے ہندوستانی تعلیم کی جانچ کرنا ضروری سمجھا۔ اس مقصد کے حصول کے لئے کمیشن کے ایک ممبر "سر فلپ ہارٹوگ" تھے۔ ہارٹوگ نے ۱۹۲۹ء میں ہندوستانی تعلیم کے سبھی پہلوؤں کا مطالعہ کر کے اپنی رپورٹ پیش کی اور کہا کہ یونیورسٹیوں کی تعداد میں اضافہ تو ہوا ہے مگر تعلیم کا معیار گر گیا ہے۔ کالج اور یونیورسٹی میں صحیح تال میل نہیں ہے۔ لائبریری کی کمی ہے، انگریزی سمجھنے کی صلاحیت طلبا میں نہیں ہے۔ یونیورسٹیوں نے پوری طرح سے "آنرز" کورس کو منظم نہیں کیا۔ پھر کالج، یونیورسٹیوں میں تال میل نہیں بیٹھا پائی۔ دوسری طرف "ہارٹوگ" نے صلاح دی کہ انفرادی یونیورسٹی اچھی ہوتی ہے۔ تعلقاتی یونیورسٹی کی بھی حوصلہ افزائی کی جائے۔ یونیورسٹیوں کی تعلیم کا معیار اونچا اٹھانا ہوگا۔ داخلہ ان کو ملے جو اعلیٰ تعلیم سے فائدہ حاصل کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ لائبریری، تجربہ گاہوں تحقیقی کاموں کا بہترین انتظام ہونا چاہیے۔ صنعتی تعلیم دے کر طلبا کو نوکری دی جائے۔ "روزگار بیورو" قائم ہو جو گریجویٹ کی نوکری کے بارے میں مدد

دے سکے۔

ووڈ ایبٹ رپورٹ ۱۹۳۷ء تعلیم پر سامنے آئی، جس میں ووڈ، ایبٹ دونوں اپنے وقت کے ماہرین تعلیم تھے۔ دہلی، پنجاب، اتر پردیش کے تعلیمی حالات کا معائنہ کیا اور سارے ملکوں کی تعلیمی حالات کا اندازہ لگا لیا۔ اس رپورٹ کی سفارشوں کے نتیجے میں ہندوستان میں کچھ صنعتی اور پیشہ وارانہ اسکول کھولے گئے۔

اس کے ساتھ ساتھ ملک میں سب سے پہلا پولی ٹیکنیک اسکول وجود میں آیا۔ حکومت ہند ووڈ ایبٹ کی چند سفارشوں پر عمل درآمد کر پائی تھی کہ ۱۹۳۹ء میں دوسری جنگ عظیم کے یکا یک شروع ہو جانے سے تمام دنیا میں بحرانی حالات پیدا ہو گئے۔ ادھر ۱۹۴۲ء میں ہندوستان چھوڑو تحریک شروع ہو گئی، جس کی وجہ سے پورے رپورٹ کو ایک طرف رکھ دیا گیا۔

سارجنٹ رپورٹ ۱۹۴۴ء میں سامنے آئی۔ دوسری عالمی جنگ اختتام پر تھی۔ ہندستان میں بھی جنگ کے بعد منصوبہ بندی کے لئے قدم اٹھائے گئے تھے۔ ان منصوبے میں تعلیم کو بھی ایک خاص اہمیت دی گئی تھی۔ اس رپورٹ میں نرسری تعلیم سے لے کر یونیورسٹی تعلیم تک روشنی ڈالی گئی۔ پرائمری تعلیم یا بیسک تعلیم، ہائی اسکول کی تعلیم، سبھی کے لئے سفارشیں پیش کی گئیں۔ یہاں یونیورسٹی تعلیم پر نظر ثانی کرنا چاہوں گا۔ گریجویٹ کی ڈگری تین سال کی کر دی جائے۔ داخلہ کے قاعدے قانون کو سخت کر دینا چاہیے۔ قابل اساتذہ کی تنخواہ، ملازمت کی شرائط کو صاف صاف سامنے لایا جائے۔ ہندستان کی تمام یونیورسٹیوں میں یکسانیت و مطابقت پیدا کرنے کے لئے یونیورسٹی گرانٹ کمیشن کا قیام عمل میں لایا جائے۔ ٹیوٹوریل سسٹم شروع کیا جانا چاہیے۔ تکنیکی اور پیشہ وارانہ تعلیم، اساتذہ کی ٹریننگ سبھی پہلوؤں پر رائے ظاہر کی گئی۔

وردھا تعلیم یا نئی تعلیم (وردھا تعلیمی منصوبہ) گاندھی جی کے تعلیم سے متعلق خیالات، ذاکر حسین کمیٹی سبھوں کو ڈھوتے ہوئے تاریخ ہندوستان کی آزادی ۱۹۴۷ء تک پہنچ گئی۔ یہ مختصر ہندوستانی تعلیم کا سفر تھا۔

www.urduchannel.in

☆ تحریک آزادی اور دلی کالج

۱۸۵۷ء کے غدر کو کچھ لوگوں نے ہندوستان کی پہلی جنگ آزادی کا نام دیا۔ لیکن جب کانگریس کا ۱۸۸۵ء میں قیام عمل میں آیا تو آزادی کی تحریک کو نیا راستہ ملا۔ ۱۹۰۶ء میں مسلم لیگ کا قیام عمل میں آیا۔ ایک سال بعد یعنی ۱۹۰۷ء میں کانگریس سورت اجلاس میں تقسیم ہوگئی۔ پھر ۱۹۱۶ء میں کانگریس کا ملن لکھنؤ کے اجلاس میں ہوگیا۔ گاندھی جی جب کانگریس میں آئے تب انھوں نے تحریک کو نیا موڑ دیا، جس میں ''اہنسا'' کا لفظ جوڑا۔ گاندھی جی نے عدم تعاون خلافت تحریک، سول نافرمانی کی تحریک، بھارت چھوڑو تحریک کی مدد سے آزادی کی جنگ کو ۱۹۴۷ء تک پہنچایا۔ آزادی سے پہلے کئی جگہوں پر دنگا فساد بھی ہوئے، جس کو تاریخ میں ہندو مسلم فساد کے نام سے بھی جانا جاتا ہے اور ایک الگ ملک پاکستان ابھر کر آیا۔ ہندو مسلم نے ایک دوسرے پر الزام لگانے کی جی توڑ کوشش کی۔ ابھی بھی کچھ یہ سمجھتے ہیں کہ ملک کی تقسیم کے ذمے دار مسلم ہی ہیں۔ کچھ حد تک یہ بات صحیح ہو سکتی ہے مگر قطعاً نہیں۔

ہندوؤں کو مسلمانوں سے الگ دکھانے کی کوشش انگریزوں نے اچھی طرح سے شروع کر دی تھی۔ وہ جانتے تھے کہ اگر یہ لوگ ایک ہوگئے تو حکومت کرنا ناممکن ہوگا۔ اس لئے ''دونوں کو بانٹ دو اور راج کرو''۔ آزادی کے وقت یا تقسیم ملک کے وقت سے ہندو اور مسلمان ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہی بنتے چلے گئے۔ خیر ''جو ہونا ہے، وہ ہوگا ہی'' کچھ ایسی ہی کہاوت سامنے آئی اور آخر کار ہندوستان آزاد ہوگیا۔ آزادی کا جشن منانے میں ہندوستانی مگن تھے۔ اس سے پہلے جو دنگا ہوا، اس سے زیادہ نقصان شاید ہندوستانی مسلمانوں کو پہنچا تھا۔ دلی میں خاص طور پر فرقہ وارانہ فسادات میں مسلمانوں کو زیادہ زد پہنچی اور دلی کالج بھی اس کا شکار ہوا۔

دلی میں دنگائیوں نے دلی کالج میں گھس کر لوٹ پاٹ مچادی۔ اس ادارے کو ہندوؤں نے مسلمانوں کا ادارہ کہہ کر پکارا تھا۔ پنجابیوں نے عمارتوں پر قبضہ کرلیا اور ساتھ

www.urduchannel.in

ہی ساتھ مدراس رجمنٹ کو حکومت نے اس میں قیام کی اجازت دے ڈالی۔ تقسیم ہند کے بعد پاکستان سے آئے لوگ جسے "شرن آرتھی" کہا جاتا تھا، انھیں دلی کالج کی عمارت میں ٹھہرنے دیا گیا۔ ان کی تعداد لگ بھگ چار سو تھی۔ کچھ شرن آرتھی ہوسٹل میں بھی رہے۔ کیونکہ اس وقت کالج بند تھا، اس لئے اس کا استعمال انھوں نے رہائش گاہ کی شکل میں کیا۔ یہ وقت نومبر ۱۹۴۷ء کا تھا۔ بھی ماخذ ریکارڈ جو کالج کی دولت کہی جاتی تھی، اس کا ان لوگوں نے کیا کیا؟ پتہ نہیں۔ اس لئے پوری معلومات معلوم کرنے میں کافی مشکلات بنی رہیں۔

"فرنیچر جلا دیا گیا، لائبریری کی زیادہ تر کتابیں نذر آتش ہو چکی تھیں۔ جو باقی تھیں وہ بُری حالت میں تھیں، بجلی کے پنکھے اور دیگر فٹنگ بھی غائب تھے۔ عمارت مرمت طلب تھی۔" (۱)

ڈاکٹر ذاکر حسین نے ایک خط وزیر اعظم جواہر لال نہرو کو لکھا اور کالج کے زبوں حالی کا ذکر کیا۔ تب جواب میں جواہر لال نہرو نے خط میں لکھا تھا:

"اینگلو عربک کالج کے احیاء کے لئے ہم ہر ممکن کوشش کریں گے۔ مجھے اس وقت صحیح حالات کا علم نہیں ہے۔ میں اس سلسلے میں معلومات حاصل کر رہا ہوں۔ اس ادارے کو پورا تحفظ دیا جائے گا۔ جہاں تک وسائل کی فراہمی کا تعلق ہے، اس پر ہمدردی سے غور کیا جائے گا۔ مگر میرے خیال میں ابھی اس میں وقت لگے گا۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ ہم ایک بُرے دور سے گزر رہے ہیں اور اس نے ہمیں ہلا کر رکھ دیا ہے۔ تعجب یہ ہے کہ ذرا سی بندش ہٹنے پر انسانی رویہ کیا ہو جاتا ہے۔ پھر بھی میں پُر امید ہوں کہ حالات میں دن بدن اصلاح ہو رہی ہے۔" (۲)

دسمبر ۱۹۴۷ء کو دلی کالج کے لئے ایک مجلس کی میٹنگ ہوئی، جسے گورننگ باڈی کی میٹنگ کہتے ہیں۔ یہ میٹنگ کراچی شہر میں طے ہونا پائی اور وہیں ہوئی، جہاں طے تھی۔ جہاں تک صدر بننے کا سوال آیا تو اس کی صدارت جناب آئی۔ ایچ قریشی صاحب نے کی۔ کئی خاص شخصیتیں اس میٹنگ میں موجود تھیں، جن کا نام یہاں لینا بہتر ہوگا۔ مرزا محمود بیگ، آئی۔ اے عباس، مولوی عبدالحق، ایم۔ اے زاہدی، انور علی، خواجہ سرور حسین، وزیر علی۔ اس گورننگ باڈی کے صدر لیاقت علی خان تھے۔ ان کی جگہ ڈاکٹر ذاکر حسین کو صدر چنا گیا۔

www.urduchannel.in

وزیر اعظم جواہر لال نہرو کو ایک درخواست دی گئی تھی کہ اس ادارے کو شروع کریں۔ بہت کوششوں کے بعد وزیر اعظم نے اس ادارے کو خالی کروایا اور پڑھنے پڑھانے کا ماحول بنایا گیا۔ جب پہلی اذان مسجد میں ہوئی تو پنجابی تلوار لے کر دوڑے کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ مسلمانوں کے حوالے یہ جگہ کس نے کی؟ لیکن وزیر اعظم نے کسی طرح سے حالات پر قابو پا لیا اور پوری طرح سے ادارہ مسلمانوں کے حوالے کر دیا گیا۔ چنانچہ شروع میں اس ادارے کا نام بدلنے کی کوشش کی گئی مگر دلی والوں کو یہ منظور نہ تھا۔ اس لئے ادارے کا نام دلی کالج ہی رہنے دیا گیا۔ اس سے پہلے کا نام اینگلو عربک کالج تھا۔

کالج کو دوبارہ زندہ کرنے میں پنڈت جواہر لال نہرو، مولانا ابوالکلام آزاد، ڈاکٹر ذاکر حسین، پروفیسر ہمایوں کبیر اور مارس گائر کی پوری لگن و محنت اور بے پناہ محبت کہی جا سکتی ہے۔ ۴۸-۱۹۴۷ء میں دلی کالج کے پرنسپل محمود بیگ صاحب تھے۔ انھوں نے ایک کمیٹی تشکیل کی۔ اس ذیلی کمیٹی کی سفارشات پر یونیورسٹی کی ایگزیکیٹیو کاؤنسل نے سیکولر کے بنیاد پر کالج کو دوبارہ شروع کرنے کی اجازت دی اور اس کا الحاق منظور کیا گیا۔ اجازت ملنے پر نئی گورننگ باڈی کی تشکیل ہوئی۔ چنانچہ جامعہ ملیہ اسلامیہ کو اس کا ٹرسٹی بنایا گیا۔ اس لئے وہاں سے ممبران نامزد ہوئے۔ ان کے اسماء گرامی ہیں پروفیسر مجیب، کرنل بشیر زیدی، شفیق الرحمان قدوائی، ڈاکٹر ذاکر حسین، ڈاکٹر عابد حسین، مولانا حفظ الرحمٰن، یدھ ویر سنگھ، عظمت اللہ۔ یونیورسٹی کی نمائندگی پروفیسر جی۔ این گنگولی اور پروفیسر رام بہاری کے سپرد کی گئی۔ اساتذہ کے نمائندے تھے فارسی کے استاد حسین موسوی اور ریاضی کے استاد ہری شنکر۔

۱۹۴۸ء میں ایک مخلوط تعلیمی ادارے کی حیثیت سے کالج کی از سر نو تنظیم جواہر لال نہرو، مولانا ابوالکلام آزاد اور سر مارس گائر (جو اس وقت دلی یونیورسٹی کے وائس چانسلر تھے) کی ایماء پر ہوئی۔ اس کالج کا احیاء جدید دلی یونیورسٹی کے ایک کانسٹی ٹیوینٹ کالج کی حیثیت سے ہوا۔

لوگ یہ سمجھتے تھے کہ اس میں صرف انگریزی ہی کی تعلیم دی جاتی ہے۔ مگر ایسی بات نہ تھی۔ سبھی طرح کے مضامین کی تعلیم دی جا رہی تھی۔ سابق پرنسپل (دلی کالج) محمود

www.urduchannel.in

بیگ صاحب کا کہنا تھا:

"مجھ سے اکثر لوگ پوچھا کرتے تھے کہ کیا آپ عربی پڑھاتے ہیں؟ اور جب میں جواب دیتا تھا کہ اینگلو عربک کالج دلی یونیورسٹی کا ایسا کالج ہے جس میں عربی کے علاوہ بہت سے مضامین پڑھائے جاتے ہیں اور میں فلسفہ پڑھاتا ہوں تو لوگ مسکرا کر چپ ہو جاتے تھے۔ گویا یقین تو نہیں آیا لیکن خیر مان لیتے ہیں۔" (۳)

۱۹۴۸ء سے ۱۹۹۸ء تک جو لوگ گورننگ باڈی کے صدر کی حیثیت سے رہے، ان کا بھی ذکر کرنا چاہوں گا:

۱۔ ڈاکٹر ذاکر حسین
۲۔ پروفیسر مجیب
۳۔ مسعود حسن خاں
۴۔ ڈاکٹر اخلاق الرحمٰن قدوائی
۵۔ جناب بدرالدین طیب
۶۔ پروفیسر مونس رضا
۷۔ جناب انور جمال قدوائی
۸۔ جناب خورشید عالم خاں
۹۔ ڈاکٹر خلیل اللہ
۱۰۔ جناب سلمان خورشید

www.urduchannel.in

☆ دلی کالج گورننگ باڈی کے اہم اراکین

۱۔ جناب شفیق الرحمان قدوائی
۲۔ ارونا آصف علی
۳۔ میر مشتاق احمد
۴۔ مولانا حفظ الرحمٰن
۵۔ کرنل بشیر حسین
۶۔ مفتی عتیق الرحمٰن
۷۔ حکیم عبدالحمید
۸۔ لیلا بکسر
۹۔ نجمہ ہبیت اللہ
۱۰۔ دلیارام
۱۱۔ جگل کشور کھنہ
۱۲۔ قاضی سجاد حسین
۱۳۔ محترمہ محسنہ قدوائی
۱۴۔ موہنی گری
۱۵۔ ایس کے سنگھ
۱۶۔ تنور سنگھ
۱۷۔ سید حامد
۱۸۔ جے۔این دکشت
۱۹۔ پروفیسر محمد علی خسرو
۲۰۔ عابد حسین
۲۱۔ خلیق الرحمٰن

www.urduchannel.in

۲۲۔ حسن عابدی

۲۳۔ پی۔سی جوشی

۲۴۔ راج بہاری

۲۵۔ فیروز احمد

۲۶۔ شری رمیش بھنڈاری

۲۷۔ اقتدار حسین خان

۲۸۔ محترمہ قرۃ العین حیدر

۲۹۔ پروفیسر سیف الدین سوز

۳۰۔ میر نصر اللہ

۳۱۔ شری۔وی۔آر دیش

۳۲۔ شری نریندر کمار

۳۳۔ پروفیسر قمر رئیس

۳۴۔ گوپی چند نارنگ

۳۵۔ جناب وسیم احمد

۳۶۔ جناب ایم۔اے اکبر

۳۷۔ پروفیسر اقبال حسین خان

ہم اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ ایسی حالت میں معاشی امداد کی ضرورت پڑی ہوگی اور اس ضرورت کو ''سنی مسلم اوقاف'' نے دس ہزار روپے امداد کی شکل میں دی، جس سے کچھ کام بنا۔ پھر بھی اس چھوٹی سی مدد سے کیا ہونے والا تھا۔ خیر کسی طرح اس رقم کا استعمال کیا گیا۔ عمارت کو قابل استعمال بنا کر ہی دم لیا گیا۔ کالج کا نیا سیشن شروع ہوا۔ ابتدا میں طلبا کی تعداد نہ کے برابر رہی۔ جس دن کالج کھلا اس میں چھبیس طالب علم داخل ہو چکے تھے۔ کچھ نئے اساتذہ مختلف مضمون کے لئے مقرر کر دیے گئے تھے اور خیال تھا کہ باقی بھی رکھ لئے جائیں گے۔ لیکن اتنے بڑے کالج میں اتنے تھوڑے لڑکے جو داخل ہوئے وہ بھی

www.urduchannel.in

ویرانے کو دیکھ کر گھبرا اٹھے۔ اس بے نیازی کا نتیجہ یہ ہوا کہ کالج میں جتنے پڑھانے والے تھے، اتنے پڑھنے والے۔ مگر خدا کے بھروسے پر کالج کو کھولا گیا تھا۔ اب اس کا ہی آسرا تھا اور اس نے بھی اپنے اوپر بھروسہ کرنے والوں کی لاج رکھ لی۔ ہوا یہ کہ سندھ علاقے سے لڑکے مئی جون میں دلی پہنچے۔ ان میں بہت سے ایسے تھے جو دسویں جماعت کے امتحان کی تیاری کر رہے تھے۔ مگر فساد کی وجہ سے امتحان نہ دے سکے تھے۔ ان سے پہلے پنجاب کے طالب علموں کو یہ رعایت مل چکی تھی۔ اگر چہ وہ دسویں جماعت کا امتحان نہ دے سکے تھے۔ تب بھی ان کو کالج میں داخل کر لیا گیا تھا۔ ایسی ہی رعایت دلی یونیورسٹی نے ان سندھی طالب علموں کو دی اور ان میں تقریباً ساڑھے پانچ سو طلبا دلی یونیورسٹی کے دلی کالج کی گیارہویں جماعت میں داخل ہو گئے۔ ایک دم کالج میں رونق آ گئی۔ چاروں طرف لڑکے اور لڑکیاں دکھنے لگے۔ اساتذہ رکھ لئے گئے اور کالج پورے معنوں میں کالج ہو گیا۔ سندھی طالب علموں کے چلتے کئی دلی والوں نے سندھی بولی بھی سیکھ لی۔ ۴۸-۱۹۴۷ء میں کل طالب علموں کی تعداد ۷۵۵ تھی۔ یہ سال اچھی طرح سے گزر رہا تھا۔ آہستہ آہستہ بھی طالب علموں نے امتحان دئے اور ملازمتوں کی تلاش میں اِدھر اُدھر نکلے۔ پھر کالج میں طلبا کی تعداد کم ہو گئی۔ ٹھیک اسی وقت یہ افواہ پھیلی کہ پنجاب یونیورسٹی کا کیمپ کالج ٹوٹنے والا ہے۔ ٹوٹا تو وہ اب تک نہیں مگر دس برس پہلے یہ افواہ گرم ہوئی (۱۹۵۸ء میں کیمپ کالج بند ہوا تھا) تو کیمپ کالج کے طالب علم گھبرائے اور دلی یونیورسٹی کے کسی کالج میں داخلے کی ان کو فکر ہوئی۔ چونکہ اکثر کالجوں میں داخلے تقریباً بند ہو چکے تھے۔ اس لئے طالب علموں نے دلی کالج کی طرف رخ کیا اور اس سال پورے آٹھ سو لڑکوں کا داخلہ ہوا۔ گیارہویں جماعت اور بی۔ اے۔ کے پہلے اور دوسرے سال کے بھی اس گنتی میں شامل ہیں۔ اس کے بعد کالج جم گیا، کیونکہ جب لوگوں نے دیکھا کہ اس کالج میں پہلے دوسرے سال ہی اتنی بڑی تعداد داخل ہو سکتی ہے تو ضرور کالج کچھ اچھا ہوگا۔ ۱۹۴۹ء میں مغربی پنجاب، سندھ، بلوچستان اور سرحدی صوبہ سے آئے ہوئے طلبا اور طالبات نے کالج میں داخلہ لیا۔ اس دوران مغربی اور مشرقی پاکستان سے آئے ہوئے اساتذہ کو کالج اسٹاف میں شامل کیا گیا۔ ۶ / اگست ۱۹۴۹ء کو

www.urduchannel.in

گورننگ باڈی کی میٹنگ ہوئی جس میں فیصلہ کیا گیا کہ پرنسپل محمود بیگ صاحب ہی رہیں تو اچھا ہوگا۔ دلی یونیورسٹی کے وائس چانسلر سر مارس گائر نے لکھا ہے:

"مجھے آپ کے مراسلہ سے یہ معلوم کرکے بہت مسرت ہوئی کہ گورننگ باڈی نے مرزا محمود بیگ کو پرنسپل مقرر کیا ہے۔ میں اس سے مناسب تقرر کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ پچھلے بارہ ماہ کے واقعات میں دکھایا کہ وہ ایک حوصلہ مند اور بلند کردار کے مالک انسان ہیں اور ان میں سربراہ ہونے کے تمام صفات موجود ہیں۔ ان کی علمی صلاحتیں پہلے ہی سے مستند تھیں ۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس انتخاب کے لئے کالج مبارکباد کا مستحق ہے"۔(۴)

۱۹۶۴ء تک مرزا محمود بیگ صاحب دلی کالج کے پرنسپل رہے، پھر حکومت کشمیر کے تعلیمی مشیر مقرر رہے۔ ان کے جانے کے بعد ۱۹۷۲ء تک منظور موسوی صاحب نے سربراہی کی ۔ پھر ۱۹۷۳ء میں احمد علی پرنسپل بنے۔ جدید دلی کالج کی معاشی حالت اچھی نہیں رہ سکتی تھی ۔ کیونکہ اس کے ذرائع ختم ہو چکے تھے اور اخراجات بھی بڑھ گئے تھے۔ دلی یونیورسٹی کو شاید ۹۵ فیصد معاشی امداد یونیورسٹی گرانٹ کمیشن دیتی ہے۔ ۵ فیصد ٹرسٹ کے کندھوں پر لادی گئی ہے۔ دلی کالج کا ٹرسٹ جامعہ ملیہ اسلامیہ خود ایک مختار ادارہ ہے۔ جس کے سارے اخراجات حکومت سے پورے ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کے اپنے کوئی آزاد وسائل نہیں تھے۔ ان مشکلات میں کالج خسارہ میں چلتا رہا۔ اور یہ خسارہ بتدریج بڑھتا گیا۔ ۱۹۶۹ء میں بحران اپنے نقطۂ عروج پر پہنچ گیا۔ اساتذہ اور دیگر اسٹاف نے اس بات پر سخت احتجاج کیا کہ خسارہ ان کے پراویڈنٹ فنڈ سے پورا کیا جا رہا ہے۔ ان حالات کے پیش نظر حکومت ہند نے مداخلت کی اور خسارہ کو پورا کرنے کا وعدہ کیا۔ مسئلے کے مستقل حل کے لئے یہ فیصلہ کیا گیا کہ وزارت تعلیم کے تحت ذاکر حسین میموریل کالج ٹرسٹ قائم کیا جائے، جو مالیاتی ذمے داریاں قبول کرے۔ اس مالیاتی بحران کو حل کرنے میں خورشید عالم خان صاحب کا بہت بڑا ہاتھ تھا۔ ان کے توسط سے اگر محترمہ اندرا گاندھی کی مدد شامل نہ ہوتی تو شاید آج کالج کا کردار کچھ مختلف ہوتا۔ ذاکر حسین کے اسم گرامی سے منسوب کیا جائے۔

www.urduchannel.in

ٹرسٹ کے اس فیصلے کا بعض حلقوں میں خیر مقدم ہوا مگر کالج کے اساتذہ اور فارغ التحصیل طلباء نے درخواست کی کہ تاریخی اہمیت کے پیش نظر کالج کا نام دلی کالج ہی رہے۔ مگر ساتھ ساتھ یہ بات بھی واضح کردی کہ وہ ذاکر حسین صاحب کے لئے دل میں انتہائی احترام رکھتے ہیں۔ کالج کی گورننگ باڈی نے ایک میٹنگ ۲۷ راگست ۱۹۷۵ء کو یونین پبلک سروس کمیشن کے دفتر میں منعقد کی، جس میں ایک قرارداد کے ذریعہ کالج کا نام ذاکر حسین کالج تجویز ہوا۔ اس میٹنگ میں مندرجہ ذیل شخصیتیں موجود تھیں:

۱۔	خورشید عالم خان	۲۔	اخلاق الرحمٰن قدوائی
۳۔	جگل کشور کھنہ	۴۔	پروفیسر مونس رضا
۵۔	ارونا آصف علی	۶۔	پنڈت آنند نارائن
۷۔	پروفیسر مسعود حسین	۸۔	حسین علی
۹۔	جعفری صاحب	۱۰۔	مالک رام

ٹرسٹ کے نمائندہ کی حیثیت سے شریک ہوئے۔ ذاکر حسین کالج گورننگ باڈی کی پہلی میٹنگ جنوری ۱۹۷۶ء کو ہوئی، جس میں ڈاکٹر اخلاق الرحمٰن قدوائی صدر، جناب خورشید عالم خان نائب صدر، جگل کشور کھنہ خازن مقرر ہوئے تھے۔

☆ اساتذہ اور طلبا کے تعلقات

کالج میں زیرِ تعلیم طلباء اور اساتذہ مختلف مذہبی، سماجی اور سیاسی عقائد و نظریات سے تعلق رکھتے تھے۔ ذلت اور قبائلی علاقوں کے طلباء و طالبات کی ایک بڑی تعداد بھی کالج سے فائدہ حاصل کر چکی ہے۔ استادوں سے ملنے جلنے کا موقع پہلے زیادہ ملتا تھا۔ تمام اساتذہ بخوبی کالج کے وقت کے بعد ملنے کے لئے تیار رہتے تھے۔ اس اعتبار سے طلبا کے لئے یہ بڑی خوش قسمتی کی بات تھی کہ اس طرح اساتذہ سے مل کر اکثر طلبا و طالبات کو ایسی تربیت حاصل کرنے کا موقع مل جاتا تھا جو کسی بڑے ادارے میں اس وقت بڑی مشکل سے مل پاتا تھا۔ مگر عہد جدید میں یہ دوریاں نظر نہیں آتی ہیں۔ پہلے طلبا اساتذہ کے ڈر وخوف سے پڑھتے

www.urduchannel.in

تھے۔ ان میں اتنی ہمت نہیں ہوتی تھی کہ کوئی بھی طالب علم اساتذہ سے مل کر اپنی مشکلات کو ظاہر کرے۔ لیکن ادارے میں ایسا نہیں دیکھا گیا۔ اساتذہ اور طلباء کچھ نیا کر دکھانے کے لئے ہمیشہ تیار رہتے تھے۔ اساتذہ طلبا کے اندر تمام مشکلات کو سمجھنے اور اس سے چھٹکارا پانے کی صلاحیت پیدا کرواتے تھے۔ کھیل کود کا میدان ہو یا پڑھائی کا، اساتذہ ہمیشہ اپنے طلبا کی رہنمائی کیا کرتے تھے۔ سائنس کے پیچیدہ سے پیچیدہ سوالات کو بڑی آسانی سے اساتذہ حل کیا کرتے اور طلبا کو سمجھاتے تھے۔ چونکہ طلباء زیادہ تر دور دراز کے علاقوں سے آتے تھے اس لئے ان کی سرپرستی اساتذہ ہی کیا کرتے تھے۔ دلی کالج میں دور دراز کے طلبا کے قیام کے لئے ہاسٹل تھا اور اب بھی ہے۔ اس ہاسٹل کے ٹھیک سامنے اساتذہ کا ہاسٹل تھا اور آج بھی موجود ہے۔ اس کا مطلب صاف ہے کہ اساتذہ طلبا کی مدد کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے اور ان کی مدد کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ کسی بھی طالب علم سے بے تکلف ملتے اور ان سے جہاں تک ہوتا، ان کی مدد کرتے تھے۔

میں یہاں مرزا محمود بیگ صاحب کا مختصر ذکر کرنا چاہوں گا جو دلی کالج کے سابق پرنسپل رہ چکے ہیں۔ انھوں نے ادارے کو آزادی کے بعد نئی زندگی دینے کی کوشش کی اور بہت حد تک کامیاب بھی ہوئے۔ بیگ صاحب ایک دراز قد، وجیہ اور پُر اثر شخصیت کے مالک تھے۔ وہ جسمانی اور دماغی دونوں اعتبار سے افضل تھے۔ وہ اپنی دھیمی آواز کے ساتھ ہی سب کو مرعوب کیے رہتے تھے۔ بیگ صاحب کا صرف نام ہی کسی بھی طرح کے شور ہنگامے کو ٹھنڈا کرنے کے لئے کافی تھا۔ انتہائی فراخ دل انسان تھے۔ ایسے طالب علموں سے جو ایم۔ اے میں اول آتے ان کے لئے کالج ہی میں فوری طور پر نوکری کا وعدہ تھا۔ بیشتر کو یہ اعزاز حاصل تھا۔ پڑھانے کا یہ تجربہ لیکچر شپ کے لئے دیے جانے والے بعد کے انٹرویوز میں مفید ثابت ہوتا تھا۔ گھنٹوں لوگوں کی باتیں انتہائی تحمل کے ساتھ سن سکتے تھے۔ اگر کوئی ان کے پاس درخواست لے کر آتا جس کے بارے میں وہ کچھ نہیں کر سکتے تھے تو ایسی صورت میں وہ اس کے ساتھ مزید شفقت کے ساتھ پیش آتے۔ مستحکم خیال رکھنے والے مگر سخت گیر بھی مہربان لیکن محتاط اور محنت کا بھرپور معاوضہ دیتے تھے۔

www.urduchannel.in

"بیگ صاحب اساتذہ وطلباء کے لباس وغیرہ کا بھی خیال رکھتے تھے۔ کسی استاد یا انتظامیہ کے ملازم کی داڑھی نہ بنی ہوتی تو پوچھا کرتے تھے۔ حد تو یہ ہے کہ کرتا، پاجامہ بھی گوارا نہ کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ خواہ کتنا ہی غصہ تم میں ہو، مگر تمھارے چہرے پر مسکراہٹ ہو اور طالب علم یہ سمجھے کہ تم اس کی خدمت خوشی سے کر رہے ہو۔ طالب علم کو یہ نہیں معلوم ہونا چاہیے کہ تم پریشان ہو۔ کبھی زور سے نہ بولو، ست نہ رہو۔ طلباء کے کام ذمے داری سے کرتے رہو۔ کوئی گستاخ طالب علم اگر کبھی کسی استاد سے بدتمیزی کرتا تھا یا بیگ صاحب سے ناراض ہوتا تھا تو کندھے پر ہاتھ رکھ کر دفتر لے جایا کرتے تھے اور پیار سے سمجھا کر بھیجا کرتے تھے۔"(۵)

۴۸۔۱۹۴۷ء کے بعد کئی اساتذہ آئے اور دل و جان سے کالج کی خدمت کی۔ ساتھ ہی ساتھ طلباء کے شعوری، ذہنی انقلاب کو رفتہ رفتہ نئی راہیں دکھاتے رہے۔ سبھی اساتذہ کا ذکر کرنا ناممکن ہے۔ پھر بھی اب تک جو بھی اساتذہ یہاں سے جڑے تھے، ان کا نام ضرور عرض کرنا چاہوں گا:

۱۔ پروفیسر خواجہ احمد فاروقی
۲۔ انوار احسن ہاشمی
۳۔ منظور حسین موسوی
۴۔ رندھیر سنگھ
۵۔ بی۔ کے کالیا
۶۔ سلطان علی شیدا
۷۔ ای۔ این کول
۸۔ ظہیر احمد صدیقی
۹۔ ڈاکٹر تنویر احمد علوی
۱۰۔ نثار احمد فاروقی
۱۱۔ گیان شروپ
۱۲۔ اقتدار حسین خان
۱۳۔ ڈاکٹر اسلم پرویز
۱۴۔ عبدالودود اظہر
۱۵۔ ڈاکٹر ایس۔ کے ناگر
۱۶۔ ایل۔ ایل احمد
۱۷۔ ڈاکٹر وی۔ کے جین
۱۸۔ پروفیسر محمد عارف
۱۹۔ ایم۔ کے بھٹناچاریہ
۲۰۔ ڈاکٹر جاوید وششٹ
۲۱۔ عصمت اللہ انصاری
۲۲۔ کے۔ بی بھٹناگر

www.urduchannel.in

۲۳۔ آئی۔آر مارک
۲۴۔ ایس۔این نگم
۲۵۔ ڈاکٹر ڈی۔این۔آر چودھری
۲۶۔ حامد حسین زبیری
۲۷۔ چارلی گوول
۲۸۔ پروفیسر عبارت بریلوی
۲۹۔ شبینہ الحسن نوہروی
۳۰۔ ہری شنکر
۳۱۔ محمد باسط
۳۲۔ این سین
۳۳۔ پیارے لال
۳۴۔ کے۔اے فاروقی
۳۵۔ ظہیر مسعود قریشی
۳۶۔ سلیمان اشرف
۳۷۔ ڈاکٹر بھیشم ساہنی
۳۸۔ غالب
۳۹۔ ڈاکٹر ایم۔کے ہلدر
۴۰۔ منورنجن موہنی
۴۱۔ ایس۔پی سوری
۴۲۔ ای۔کے شمین
۴۳۔ سید حسن مہدی
۴۴۔ ایم۔ایم بھٹ
۴۵۔ اشوک چٹرجی
۴۶۔ علی رنجن چودھری
۴۷۔ مولانا لطیف اعزازی
۴۸۔ سی۔جی بھیس
۴۹۔ آر۔ایل کریا
۵۰۔ ایچ۔آر مہرا
۵۱۔ سریش کمال ملین
۵۲۔ آر جگن ناتھ
۵۳۔ ڈاکٹر کلیم اللہ خان
۵۴۔ ایم۔این گھوش
۵۵۔ اے۔اے قدوائی
۵۶۔ شیوکانت رائے
۵۷۔ ہرچند گروور
۵۸۔ ایس۔ایس ترپاٹھی
۵۹۔ بیگم افتخار صدیقی
۶۰۔ گنگا پرساد ول
۶۱۔ ایم۔ایم کھلر
۶۲۔ فرحت اللہ خان
۶۳۔ وید کمار گپتا
۶۴۔ مدھوں موال
۶۵۔ لاجپت رائے
۶۶۔ گنگا پاٹھک
۶۷۔ ایل۔این ورما
۶۸۔ کرشن چکرورتی

www.urduchannel.in

۶۹۔ ڈاکٹر محمد مرسلین

۷۰۔ زبیر حسن

۷۱۔ ستیش کمار بجاج

۷۲۔ آر۔اے شرما

۷۳۔ ایس۔ایم یونس جعفری

۷۴۔ ڈاکٹر دھرم پال سنگھ

۷۵۔ رام پرکاش دوآ

۷۶۔ روپ لال شرما

۷۷۔ وریندر کمار

۷۸۔ محمود احمد

۷۹۔ سی۔کے ریڈی

۸۰۔ جے۔این ورما

۸۱۔ راج کمار کھنہ

۸۲۔ ترلوکی ناتھ کھنہ

۸۳۔ ایم۔آئی قریشی

ماخذ: ڈاکٹر ذاکر حسین کالج، ریکارڈ روم سے
''سیکشن آفیسر کے''
موجودہ اساتذہ کے نام شامل نہیں کیے گئے ہیں۔

☆ جن اسناد کے لئے کلاسیں شروع ہوئیں

جب آزادی کا طوفان تھم گیا اور پاکستان نے ایک الگ ملک کی حیثیت سے عالمی نقشے میں جگہ پالی، تب تک ہندو مسلم آپس میں لڑتے رہے۔ لیکن آہستہ آہستہ ماحول میں تبدیلی آنے لگی اور لوگ پھر ایک مرتبہ اپنی زندگی کی گزر بسر کرنے میں جٹلا ہو گئے، پڑھائی لکھائی کی رفتار بھی تیز ہو گئی، اس کا اثر دلی کالج پر بھی پڑا۔ وہاں ۱۹۴۸ء سے باضابطہ کلاسیں شروع کر دی گئیں۔ پری پیٹری کلاس (اسے پہلے فرسٹ آرٹ کہا جاتا تھا) گریجویٹ کی تعلیم اور ۱۹۵۲ء میں پوسٹ گریجویٹ تک کی تعلیم دی جانے لگی۔ پوسٹ گریجویٹ کی کلاس یونیورسٹی کیمپس میں ہوتی تھی جو آج تک چلی آرہی ہے۔ ۱۹۵۸ء میں پنجاب یونیورسٹی کا کیمپ کالج بند ہو گیا تو پانچ کالجوں میں ایوننگ کلاس کھولی گئیں۔ ان میں ایک دلی کالج بھی تھا۔ ابتدا میں ایوننگ کالج میں صرف ملازمت کرنے والوں کو ہی داخلہ ملتا تھا، لیکن آہستہ آہستہ یہ پابندی ختم ہوئی اور ایوننگ کلاسیز کو باقاعدہ کالج کا درجہ حاصل ہو گیا۔

www.urduchannel.in

اور اب ذاکر حسین پوسٹ گریجویٹ ایوننگ کالج کے نام سے اپنی جداگانہ حیثیت رکھتا ہے۔ یہاں ابھی ۱۵۰۰ (پندرہ سو) طلباء و طالبات زیر تعلیم ہیں۔ جغرافیائی اور اور علاقائی حدود کو غرض مانتے ہوئے یہ بات قابل ذکر ہے کہ دلی کالج میں نہ صرف دلی، یوپی، پنجاب جو ملحق علاقے ہیں بلکہ بہار، بنگال، اڑیسہ اور خاص طور سے آسام اور دیگر شمالی مشرقی ریاستوں سے بڑی تعداد میں طلباء و طالبات یہاں داخلہ لینے آتے ہیں۔ بیرونی ممالک بالخصوص، افریقہ مشرقی وسطی، بنگلہ دیش، نیپال، تبت اور ماریشس سے بھی تقریباً ۱۵۰ سے زیادہ طالب علم تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

جب ۱۹۴۸ء میں کالج کی کلاسیں شروع ہوئیں اس وقت ان مضامین کی تعلیم دینے کا انتظام کیا گیا۔

۱۔انگریزی	۲۔ہندی	۳۔اردو	۴۔بنگالی
۵۔سندھی	۶۔سنسکرت	۷۔عربی	۸۔فارسی
۹۔تاریخ	۱۰۔معاشیات	۱۱۔شہری زندگی	
۱۲۔ریاضی	۱۳۔منطق	۱۴۔کامرس	
۱۵۔طبعیات	۱۶۔کیمیا	۱۷۔حساب	
۱۸۔حیوانیات	۱۹۔نباتیات	۲۰۔الیکٹرونکس	

سبھی مضامین میں گریجویٹ (پاس اور آنرز) تک پڑھائی ہوتی تھی۔ جب ۱۹۵۲ء میں پوسٹ گریجویٹ کا کورس شروع کیا گیا تو دھیرے دھیرے یہ مضامین پوسٹ گریجویٹ میں پڑھائی جانے لگیں۔ ۱۹۶۰ء میں سماجیات، موسیقی، سائکلوجی، کی پڑھائی شروع ہوئی۔ مگر ان دنوں کسی وجہ سے سماجیات مضمون کی پڑھائی بند ہوگئی۔ ہوسکتا ہے کہ طلباء و طالبات کی تعداد بہت کم رہی۔ آگے پھر جب سندھی، پنجابی پڑھنے والوں کی تعداد کم ہوتی گئی تو دلی کالج نے ان زبانوں کی پڑھائی بھی بند کردی۔ کیونکہ طلباء و طالبات نے ان زبانوں میں داخلہ لینا بند کردیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان زبانوں کے پڑھنے کے بعد کوئی فائدہ نظر نہیں آرہا تھا۔ چنانچہ تعلیم ان مضامین کی حاصل کریں جو نوکری دلانے میں عمدہ ثابت

www.urduchannel.in

ہو۔اس لئے ان زبانوں کی تعلیم حاصل کرنے کا انتظام بند کر دیا گیا۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ اب تک ان مضامین کی پڑھائی کا انتظام ذاکر حسین کالج میں نہیں ہے۔ (جغرافیہ، سماجیات، طبعیات)

ہوسکتا ہے کہ ہندوستانی سرکار تعلیمی پالیسی بدلے اور ان مضامین کی پڑھائی شروع کر دے۔ میں سرکار اور کالج سے یہی اُمید رکھتا ہوں۔ دوسری طرف ڈاکٹر ذاکر حسین کالج میں سائکلوجی کی پڑھائی ہوتی ہے۔ جو دلی یونیورسٹی کے بہت کم ہی کالجوں میں اس مضمون کی پڑھائی ہوتی ہے۔ ان دنوں یعنی ابھی ان مضامین کی پڑھائی گریجویٹ، پوسٹ گریجویٹ تک ہی ہوتی ہے۔

۱۔عربی ۲۔بنگالی ۳۔ہندی ۴۔سنسکرت ۵۔انگریزی
۶۔اردو ۷۔فارسی ۸۔معاشیات ۹۔سیاسیات
۱۰۔تاریخ ۱۱۔نفسیات ۱۲۔فلسفہ ۱۳۔حساب (آرٹس والوں کے لئے)
۱۴۔نباتیات ۱۵۔حیوانیات ۱۶۔الیکٹرونکس
۱۷۔حساب (سائنس والوں کے لئے) ۱۸۔کیمیا ۱۹۔کامرس

اُنیس مضامین میں آنرس کورس پڑھانے کا انتظام ہے، جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ پوسٹ گریجویٹ میں ان مضامین کی پڑھائی کا عمدہ انتظام ہے۔ مگر پوسٹ گریجویٹ ڈگری کی کلاسیں یونیورسٹی کے کیمپس میں ہوا کرتی ہیں۔

☆ ڈگریاں

بی۔اے (پاس کورس)، بی۔اے (آنرز)، ایم۔اے
بی۔کام (آنرس)، ایم۔کام
بی۔ایس۔سی (آنرس)، ایم۔ایس۔سی

سبھی ڈگریوں کی پڑھائی ہوتی ہے۔

پوسٹ گریجویٹ، ایم۔اے، ایم۔ایس۔سی" ایم۔کام، اول اور دوم سال کو ملا کر

www.urduchannel.in

طلباء و طالبات کی تعداد ۲۰۰۸ء تک ۳۱۸ ہے۔ بی۔اے، بی۔ایس۔سی، بی۔کام، بی۔اے پاس کورس۔آنرس بھی سالوں جیسے اول، دوم، ششم کل طلباء و طالبات کی تعداد ۲۰۰۸ء تک ۳۰۹۸ ہے۔یعنی کل کالج میں پڑھنے والے طلباء وطالبات کی تعداد ۳۴۱۶ ہے۔

☆ تہذیب وادب

کالج کی سماجی وغیر درسی زندگی کی تنظیم میں شعبہ جاتی سوسائٹیاں اور جنرل سوسائٹیاں مثلاً طلبا کی یونین طالبات کی ایسوسی ایشن، آرٹس اینڈ کلچرل سوسائٹی، ڈبٹنگ سوسائٹی فار گرینگ اینڈ اکولوجیکل کنسرنتر" بزم ادب" لڑکوں ولڑکیوں کے لئے این۔سی۔سی "کھیل کود" کی تنظیمیں اور کلب ایک اہم کردار ادا کررہی ہیں۔طلبا کی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کے لئے کھیل کود سے متعلق تربیتی پروگرام بھی دستیاب ہیں۔کالج کے فارغ التحصیل طلباء وطالبات مختلف شعبہ جات میں سرگرم عمل ہیں۔علم وادب، شاعری، تنقید و تحقیق، قانون، عدلیہ، انتظامیہ، سیاست، سائنس اور ٹیکنالوجی، ثقافت، ریڈیو، ٹی۔وی، اسٹیج، مالیات، معاشیات درس و تدریس، کھیل کود۔ یہاں تک کہ تربیت یافتہ حضرات ہندستان اور دوسرے ممالک کے اداروں یونیورسٹیوں میں قابل قدر خدمات انجام دے رہے ہیں۔کالج کے طلباء وطالبات کی انجمنوں کے اہم مقاصد میں یہ شامل ہے کہ کالج کی تہذیبی ادبی اور عملی سرگرمیوں کوفروغ دیا جائے۔اس قسم کی ۱۲۵ انجمنیں سرگرم عمل ہیں۔اس کے علاوہ قوم خدمت اسکیم (این۔ایس۔ایس) بھی ہے۔

بھی ادب اور تہذیب کا نتیجہ کہیں تو بہتر ہوگا۔کالج نے ۱۹۵۳ء سے اپنی طرف سے میگزین نکالنا شروع کیا، جس میں کالج کی تاریخ کے ساتھ ساتھ وہاں کے ادبی ماحول کو دکھانے کی کوشش کی جاتی رہی ہے۔ان میگزینوں کو طلباء وطالبات کی وجہ سے کافی سہارا ملا۔ انھوں نے اپنی تحریروں سے ان میں چار چاند لگادیے۔اپنے فن کا اظہار کیا اور کرتے آرہے ہیں۔اساتذہ نے بھی کئی سبق آموز درس دیے ہیں۔جسے پڑھ کر ایک انسان بلندی کی طرف گامزن ہوسکتا ہے۔میں ۱۹۵۳ء کے میگزین کے بارے میں دو لفظ لکھنا چاہوں گا کیونکہ یہ

www.urduchannel.in

کالج کی آزادی کے بعد پہلا میگزین مانا جاتا ہے۔اور اس میگزین نے علم و ہنر کے پھیلاؤ کی بنیاد ڈالی۔ اس میگزین کو اردو زبان میں لکھا گیا۔میگزین کا پورا نام ''دلی کالج اردو میگزین'' ہے۔قدیم دلی کالج نمبر ۱۹۵۳ء نگراں خواجہ احمد فاروقی معاون مدیر گوپی چند نارنگ ہیں، جو ان دنوں ایم۔اے سال اول کے طالب علم تھے اس میگزین میں کالج کی شروعات کی مختصر کہانی سے لے کر ۱۹۴۷ء تک موجود ہے اور جو نامور اساتذہ، طلباء و طالبات ہوئے ان کا بھی پُرزور انداز میں ذکر کیا گیا۔کئی طلباء و طالبات نے غزلیں پیش کی ہیں۔ جو ادب و تہذیب کا بہترین نمونہ کہا جاسکتا ہے۔ اس کے بعد بھی کالج اس طرح کی میگزین نکالتا رہا ہے۔ گرچہ بیچ بیچ میں معاشی تنگی کی وجہ سے میگزین نہیں نکل پایا تھا کیونکہ بنا معاشی امداد کے یہ بڑا مشکل کام تھا۔لیکن اب جبکہ کالج ایک بہترین معاشی حالت کو پہنچ چکا ہے، پھر اس نے میگزین نکالنا شروع کر دیا ہے۔اس میگزین کا نام بدل کر ''فکرِنو'' کر دیا گیا ہے۔

آج کے دور میں جو کھیل کود ہوتے ہیں، اس کی شروعات کالج میں بہت پہلے ہی کر دی گئی تھی۔ ۱۹۶۴ء کے دلی کالج میگزین (انگریزی زبان میں) میں کئی شعبہ کو دکھایا گیا جس سے طلباء و طالبات جڑے تھے اور اپنی نشو ونما کے لئے کوشاں تھے۔

۱۔	آرٹس اینڈ کلچر سوسائٹی	۲۔	ڈیبیٹنگ سوسائٹی
۳۔	کیمرہ کلب	۴۔	سائیکلوجی سوسائٹی
۵۔	گرلس ایسوسی ایشن	۶۔	ورلڈ یونیورسٹی سروس
۷۔	کامرس سوسائٹی	۸۔	اکنامکس سوسائٹی
۹۔	پلاننگ فارم	۱۰۔	سنسکرت ساہتیہ پریشد
۱۱۔	ہسٹری سوسائٹی	۱۲۔	بنگالی لٹریری سوسائٹی
۱۳۔	انگلش سوسائٹی	۱۴۔	بزمِ ادب
۱۵۔	یونائیٹڈ نیشن لنگویز لٹریری سوسائٹی	۱۶۔	یوتھ ہوائز سوسائٹی
۱۷۔	مجلس ادب	۱۸۔	ہندی سوسائٹی
۱۹۔	سوشل سروس لنگویز	۲۰۔	گاندھی اسٹڈی سرکل

www.urduchannel.in

۲۱۔ ہوسٹل یونین

سبھی سوسائٹی کا اپنا اپنا کام تھا اور اپنی ذمے داریوں کو پورا کرتے تھے۔ سوسائٹی کو چلانے کے لئے سکریٹری ہوا کرتے تھے۔

☆ کالج کی عمارت

اس تاریخی مستطیل عمارت کے مغربی جانب ایک عالی شان مسجد ہے اور اس سے متصل غازی الدین خان کا مقبرہ ہے جو سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے۔ شمال میں طلبا کے لئے ایک رہائشی ہاسٹل ہے، جس کا نام اب ذاکر حسین کالج ہاسٹل ہے۔ جنوبی عمارت کے اوپری حصے میں اساتذہ کے لئے رہائشی کمرے ہیں۔ اس لئے خالص تعلیمی مقاصد کے لئے عمارت کے جنوب کا زیریں حصہ اور عمارت کے مشرقی حصہ ہی رہ جاتے ہیں۔ ۱۹۳۰ء کی دہائی میں پرانی عمارت کے جانب ایک عمارت تعمیر ہوئی، جس میں ایک ہال اور چھ کلاس روم شامل ہیں۔ یہ نئی عمارت کسی حد تک قدیم عمارت کے طرز تعمیر سے ہم آہنگ ہے۔ اس کے بعد تعمیرات حالات کے تقاضوں کے پیش نظر کی گئی ہے۔ اس میں کوئی منصوبہ بندی نہیں دکھائی پڑتی ہے۔ ان میں پرانے کالج کی لائبریری، چند کلاس روم، ایوننگ کالج کے دفاتر اور شعبہ نفسیات کی لیبارٹری شامل ہیں۔ ۱۹۶۰ء۔ ۱۹۷۰ء کی دہائیوں میں سائنس کے شعبوں کی توسیع کے لئے مزید بلاک بنائے گئے۔ ۱۹۴۰ء کی دہائی میں دلی یونیورسٹی نے موجودہ مارس نگر کے علاقے میں اپنا کیمپس بنانے کا فیصلہ کیا۔ اس منصوبے کے تحت اینگلو عربک کالج کو بھی نئی عمارت کی تعمیر کے لئے بارہ ایکڑ زمین دی گئی اور گورننگ باڈی کی میٹنگ میں اس بات پر غور کیا گیا اور نئی عمارت کی تعمیر کے لئے ایک ذیلی کمیٹی کی تشکیل کی گئی۔ جس کے ممبران:

۱۔ اشتیاق حسین قریشی ۲۔ خان بہادر سلمان محمد

۳۔ خان بہادر رشید خان ۴۔ انور علی

۵۔ پرنسپل ایچ۔ کے شیروانی

www.urduchannel.in

شامل تھے۔ نئی عمارت کی تعمیر کے لئے وسائل کی ضرورت تھی۔ جس کے لئے نظام حیدر آباد سے عطیہ کی توقع تھی مگر کسی بھی طرح سے معاشی امداد نہ ملنے سے کالج کی زمین دولت رام کالج کو دے دی گئی اور اس کے بدلے مرنڈا ہاؤس کے سامنے زمین الاٹ کی گئی۔ مگر کالج کی قسمت میں کچھ اور ہی ہونا تھا۔ یہ زمین خالصہ کالج کی بلڈنگ بننے کے لئے دے دی گئی۔ جب کالج کی مالی مشکلات اپنی انتہا کو پہنچ گئیں تب ۱۹۷۰ء میں وزارت تعلیم نے ڈاکٹر ذاکر حسین میموریل ٹرسٹ قائم کیا، جس کے صدر اور نائب صدر بہ لحاظ منصب وزیر اعظم، وزیر تعلیم مقرر ہوئے۔ اندرا گاندھی اس ٹرسٹ کی پہلی صدر تھیں۔ اندرا گاندھی نے اس کالج کی عمارت کو بنانے میں خاص دلچسپی لی۔ منسٹری آف ورکس اینڈ ہاؤسنگ نے ۱۹۷۵ء میں جواہر لال نہرو مارگ پر ۶۲۵ (چھ سو پچیس) ایکڑ کا ایک قطعہ آراضی کالج کو الاٹ کیا۔ کالج کے لئے یہ زمین ناکافی تھی۔ مگر دلی والے چاہ رہے تھے کہ یہ کالج پرانی دلی میں ہی بنے تا کہ یہاں کے طلباء و طالبات تعلیم سے کم محروم ہو سکیں۔

۱۹۸۱ء میں نئی عمارت (بلڈنگ) کا نقشہ بن کر تیار ہو گیا۔ اندرا گاندھی نے جو ہندوستان کی وزیر اعظم تھیں، کالج کی عمارت کا سنگ بنیاد ۱۹/جولائی ۱۹۸۱ء کو رکھا۔ پانچ سال کے وقفے کے بعد ۱۹۸۶ء میں سائنس بلاک کی عمارت تیار ہو گئی۔ پھر نفسیات کے شعبے اسی سال وہاں منتقل ہو گئے۔ ۱۹۸۶ء سے ۱۹۹۱ء تک سے سائنس کی کلاسز نئی عمارت میں چلتی رہیں۔ بقیہ کلاسز پرانی عمارت جو اجمیری گیٹ کے پاس ہے، وہاں چلتی رہیں۔ نئی عمارت (بلڈنگ) کا باقاعدہ افتتاح وزیر اعظم چندر شیکھر نے ۸/فروری ۱۹۹۱ء کو کیا۔ اسی دن ڈاکٹر ذاکر حسین کی یوم پیدائش بھی ہے۔ اس عمارت کو بننے میں لگ بھگ تین کروڑ روپے خرچ ہوئے۔ خرچ کا بیشتر حصہ یونیورسٹی گرانٹ کمیشن اور بقیہ حصہ ذاکر حسین میموریل ٹرسٹ نے فراہم کیا۔ موجودہ عمارت سائنس بلاک، اکیڈمک بلاک، انتظامی دفاتر بلاک، لائبریری اور کامن روم بلاک پر مشتمل ہے۔ کچھ عمارت کی تعمیر ابھی باقی ہے، جن میں اساتذہ کے رہائشی فلیٹ، طلباء کا ہاسٹل، جمنازیم اور آڈی ٹوریم شامل ہیں۔

☆☆

www.urduchannel.in

باب چہارم

انٹرویوز

آزادیٔ ملک کے بعد کئی اساتذہ اور طلباء اس ادارے سے منسلک ہو کر اس کی کچھ تاریخیں اپنے سینوں میں سمائے ہوئے ہیں۔ جو ہمیں اس ادارے کی تاریخ کو لکھنے، سمجھنے میں ایک حد تک مدد فراہم کرتی ہیں۔ مندرجہ ذیل شخصیتوں سے انٹرویو لئے گئے ہیں:

۱۔ جناب سلمان غنی ہاشمی شعبۂ اقتصادیات (سابق پرنسپل ذاکر حسین کالج)
۲۔ جناب روی چترویدی شعبۂ حیوانیات
۳۔ محترمہ اوشا عالم شعبۂ نفسیات
۴۔ جناب وریندر کمار شعبۂ نباتیات
۵۔ جناب یونس جعفری شعبۂ فارسی
۶۔ جناب محمد فیروز احمد شعبۂ اردو
۷۔ جناب گوپی چند نارنگ (سابق طالب علم، دلی کالج
سابق چیئرمین ساہتیہ اکادمی)

☆☆

www.urduchannel.in

انٹرویو

جناب سلمان غنی ہاشمی

سابق پرنسپل ذاکر حسین کالج، شعبۂ اکنامکس

مورخہ ۲۸ر نومبر ۲۰۰۰ء

سوال: بحیثیت استاد یا طالب علم، آپ کا تعلق اس ادارے سے کب سے رہا ہے؟

جواب: میں اس کالج کا اسٹوڈنٹ کبھی نہیں رہا ہوں۔ میں نے ایم۔اے لکھنؤ یونیورسٹی سے پاس کیا۔ ۱۹۶۰ء میں ایم۔اے پاس کرنے کے بعد ذاکر حسین کالج کے ایوننگ کالج میں لیکچرر کے عہدے پر فائز ہوا۔ میں ۱۹۶۰ء سے اب تک یعنی چالیس سال گذر چکے ہیں، یہیں پر ہوں۔ پہلے بحیثیت استاد اکنامکس پڑھاتا رہا۔ پندرہ سال بعد ایوننگ کالج کا وائس پرنسپل بنا۔ پڑھانے کے ساتھ ساتھ آفس کا کام بھی دیکھتا رہا۔ ۱۹۹۱ء میں ذاکر حسین کالج ڈے کے پرنسپل کے عہدے پر فائز ہوا۔ اس وقت نئی بلڈنگ جسے آپ دیکھ سکتے ہیں، اس کا افتتاح ہوا۔ اس وقت کے نئے وزیر اعظم چندر شیکھر نے کیا تھا۔ پرانی اور نئی بلڈنگ میں بہت بڑا فرق ہے۔ اس کا ذکر آگے کروں گا۔

سوال: آپ اپنے طالب علمی کے زمانے کے اساتذہ اور دوستوں کے بارے میں کچھ بتائیں؟

جواب: میں یہاں کا طالب علم نہیں رہا۔ اس لئے یہاں کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا ہوں۔ لیکن جب میں یہاں کالج میں آیا تو کچھ بہت ہر دل عزیز استاد اور طلباء و

www.urduchannel.in

طالبات شامل تھے۔ ان میں مرحوم مرزا بیگ صاحب، اعلیٰ شخصیت کے مالک تھے۔ انھوں نے اس کالج کو ایک نئی جان بخشی اور اس کے علاوہ فارسی کے موسوی صاحب دلی کالج کے صدر شعبہ فارسی تھے۔ بھیشم ساہنی صاحب اور بہت سے اساتذہ جو یہاں سے نکل کر دلی یونیورسٹی یا دوسرے جگہوں پر گئے۔ ظہیر احمد صدیقی صاحب تنویر احمد علوی صاحب انگریزی زبان کے استاد پروفیسر ایل۔ کول، کالیا صاحب یہاں تحقیقی اور علمی کام بھی انھوں کیا۔

سوال: آزادی کے بعد اس ادارے کی تہذیب وادب کے میدان میں جو تبدیلیاں رونما ہوئیں اس پر کچھ روشنی ڈالئے؟

جواب: ۱۹۴۷ء سے پہلے جب یہ اینگلو عربک کالج تھا تو اس دوران ۱۹۴۷ء کے فسادات میں اس کالج کو بہ حالت مجبوری بند کرنا پڑا اور یہاں مدراس بٹالین رہ رہی تھی، جو کہ شہر میں امن وامان قائم کرنے کے لئے رکھی گئی تھی۔ ان فسادات میں کالج کی لائبریری اور سائنس کی تجربہ گاہ کو بہت ہی زیادہ نقصان پہنچا۔ بہر حال وہ ایک بڑا خراب دور تھا جو کالج پر گذرا۔ اس وقت کالج گورننگ باڈی کے صدر تھے نواب لیاقت علی خان اور نائب صدر تھے ڈاکٹر ذاکر حسین۔ ۱۹۴۷ء میں پاکستان کے پہلے وزیر اعظم نواب لیاقت علی خان بنے۔ ان میں ایک نام آئی۔ ایچ قریشی صاحب کا ہے، جو بہت نامور مورخ تھے۔ وہ لگ بھگ پاکستان چلے گئے۔ سلمان رشدی کے والد صاحب علی رشدی بھی گورننگ باڈی کے ممبر تھے۔ جو لوگ پاکستان چلے گئے تھے ان کی جائداد کو کسٹڈی میں لے لیا گیا اور کالج کو بھی انھیں لوگوں کی جائداد سمجھ کر کسٹڈی میں لے لیا گیا۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا۔ کیونکہ کالج کسی کی ملکیت نہیں تھا۔ اس وقت مرزا محمود بیگ صاحب کراچی گئے اور وہاں ۱۹۴۸ء کے شروع میں فرادی ہال پاکستان میں میٹنگ ہوئی، جس میں لیاقت علی خان نے اپنا استعفیٰ دیا اور محمود بیگ صاحب کالج کے کاغذات لے کر دلی آئے۔ اس وقت جواہر لال نہرو ہندوستان کے وزیر اعظم تھے۔ سر مارس گائر دلی یونیورسٹی کے وائس چانسلر

www.urduchannel.in

تھے اور ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب ایک اہم کردار ادا کر رہے تھے۔ کالج کے وائس پریسیڈینٹ تھے، ان کو پریسیڈینٹ بنایا گیا اور اس کے بعد کالج کو دوبارہ قائم کرنے میں ان تمام حضرات کا بہت اہم کردار رہا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کو بھلایا نہیں جا سکتا ہے۔ میں نے اپنے مضمون میں اس کا ذکر بھی کیا۔ مرزا محمود بیگ صاحب بڑے باہمت آدمی تھے۔ جنھوں نے بہت حوصلے کے ساتھ ان حالات میں کالج کو چلایا۔ جب حالات موافق نہیں تھے، پڑھے لکھے مسلمان اور خاص کر دلی کے فسادات کی وجہ سے پاکستان جا چکے تھے۔ تعلیم تقریباً مخصوص تھی۔ اس لئے کالج کے شروع میں پڑھنے والے مسلمان بچوں کی تعداد بہت کم تھی۔ جو ایک طرح سے مسلم ادارہ تھا، وہ اب ایک سیکولر بنیاد پر قائم کیا گیا جو آج تک برقرار ہے۔ ہندوستان میں شاید ہی کوئی ایسا ادارہ ملے جہاں اس کالج سا ماحول ہو۔ میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ یہ کالج اچھا ہے۔ پھر بھی یہاں کا سوشل کمپوزیشن بہت عمدہ ہے جو کہیں شاید آپ کو دیکھنے کو نہیں ملے گا۔ اسّی فی صد اساتذہ اور طلباء و طالبات قریب قریب غیر مسلم ہیں۔ یہاں فرقہ پرستی نہ برتنا کالج کی تہذیب کا اہم جزو ہے۔ اس روایت کو ہم بہت عزیز رکھتے ہیں، جس پر ہمیں فخر ہے۔ جب لڑکے یہاں پڑھنے آتے ہیں، پرانی دلی کے طلباء جن کا تعلق غیر مسلموں سے نہیں رہا تھا، انھیں غیر مسلموں کو سمجھنے کا موقع ملتا ہے۔ جو مسائل ان کے ہیں وہی مسائل غیر مسلموں کے بھی ہیں۔ یہ دیکھتے ہیں کہ ان کی تہذیب و تمدن سے واقفیت حاصل کر کے سماجی دوری کو کم کرتے ہیں۔ اسی طرح غیر مسلم طلباء و طالبات کے ساتھ بھی یہی ہوتا ہے۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ جس طرح غیر مسلموں میں اچھے برے لوگ ہوتے ہیں اسی طرح مسلم سماج میں بھی ہوتے ہیں۔

سوال: موجودہ سیاسی نظام کے پس منظر میں اس ادارہ کی کامیابی پر روشنی ڈالئے؟

جواب: ذاکر حسین کالج سے پہلے اس کا نام دلی کالج تھا۔ ۱۹۷۰ء کے آس پاس کالج کے

www.urduchannel.in

پاس اپنے کوئی وسائل نہیں تھے۔ یونیورسٹی گرانٹ کمیشن کی اس زمانے میں ۹۵ فیصد اخراجات کی ذمے داری تھی اور پانچ فیصد ٹرسٹ دیتی تھی۔ اس کالج کا ٹرسٹی جامعہ ملیہ اسلامیہ تھا، جس کے پاس خود اپنے وسائل نہیں تھے۔ نتیجہ یہ تھا کہ وہ پانچ فیصد کی ضرورت پڑی تو کہیں سے حاصل نہیں ہوا۔ کالج کی معاشی حالت دن بہ دن بگڑتی گئی اور ٹیچروں کا جو پراوڈینڈ فنڈ ہوتا تھا اس میں سے کچھ روپیہ نکال کر کالج کو دیا گیا۔ اور اس سے تنخواہ ملنے لگی۔ بہرحال یہ مسئلہ اپنے انتہائی عروج پر پہنچ گیا۔ سوچا جارہا تھا کہ اب کیا کیا جائے؟ ٹیچروں نے کہا کہ ہمارے پیسے کا غلط استعمال ہورہا ہے۔ مخالفت ہوتی رہی۔ اس وقت تک بیگ صاحب یہاں سے جاچکے تھے۔ موسوی صاحب یہاں کے پرنسپل تھے۔ خورشید عالم خان صاحب نے کئی لوگوں کے ساتھ مل کر اس پر غور وفکر کیا۔ خورشید عالم خان صاحب کانگریس پارٹی سے جڑے تھے اور ہیں۔ انھوں نے اندرا گاندھی سے اس سلسلے میں بات چیت کی اور یہ طے کیا گیا کہ کالج کو ایک طرح سے گورنمنٹ ٹیک اوور کرلے۔ یہ گورنمنٹ کا ادارہ بن جائے۔ اس سے بہتر یہ سمجھا گیا کہ ایک ٹرسٹ بنایا جائے۔ ڈاکٹر ذاکر حسین کالج ٹرسٹ کا قیام عمل میں آیا اور ۱۹۷۵ء میں کالج کا نام بدل کر ڈاکٹر ذاکر حسین کالج کردیا گیا۔ اب ڈاکٹر ذاکر حسین میموریل ٹرسٹ اسے چلاتا ہے۔ اس ٹرسٹ کے تین ممبر ہوتے ہیں:

۱۔ وزیر اعظم

۲۔ وزیر تعلیم

۳۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ کے وائس چانسلر

یہ مسئلہ کھڑا ہوا کہ پرانی بلڈنگ بہت خراب حالت میں ہے۔ موجودہ جگہ پر زمین ملی اس کے بہت لمبے قصے ہیں۔ کالج کی مدد اخلاق الرحمٰن قدوائی صاحب، سکندر بخت صاحب، جگ موہن صاحب، خورشید عالم خان صاحب تمام لوگوں نے کالج کو زمین دلوانے میں پوری مدد کی۔ نئی بلڈنگ کی سنگ بنیاد اندرا گاندھی

www.urduchannel.in

نے رکھا تھا۔ ابھی حال ہی میں گورننگ باڈی کی میٹنگ ہوئی، جس کا میں سکریٹری بھی ہوں۔ مرلی منوہر جوشی صاحب نے صدارت کی اور گورننگ باڈی کے ممبروں کو چنا۔ ممبروں کے نام یہ ہیں:

۱۔	خورشید عالم خان	۲۔	سکندر بخت	۳۔	عابد حسین
۴۔	ڈاکٹر پی۔ سی جوشی	۵۔	سید شاہد مہدی	۶۔	بھیشم ساہنی
۷۔	دیوکی جین	۸۔	صدیق الرحمٰن قدوائی	۹۔	سید احمد علی
۱۰۔	پروفیسر خسرو	۱۱۔	پروفیسر ایم۔ وٹے		

آپ کو اس طرح کی گورننگ باڈی شاید کہیں بھی نہیں ملے گی۔ ابھی تک کسی کی بھی سرکار رہی ہو، سبھی نے مدد فرمائی ہے۔

سوال: فرقہ وارانہ سیاست نے اس ادارے کو کس طرح متاثر کیا؟

جواب: اس کا جواب میں نے دے دیا ہے۔ پھر بھی اس بات کو دوبارہ کہنا چاہوں گا۔ اس ادارے کی سب سے منفرد بات یہ ہے کہ چاہے دلی یا ہندوستان کے اندر کچھ بھی ہو جائے، کیسا بھی واقعہ گذر جائے، شہروں میں تناؤ ہو، قومی جھگڑا ہو جائے، مگر یہاں جھگڑا ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اتنا ضرور ہے کہ لڑکے کبھی کبھی آپس میں لڑتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ ایک ہندو دوسرا مسلم ہو، تو اسے سختی سے دبا دیا جاتا ہے۔ اس طرح یہاں کے لڑکوں کا خیال ہے کہ یہاں داخلے کے بعد کسی بھی طرح کی پریشانی نہیں ہوتی ہے۔ خواہ وہ مسلم ہو، ہندو یا عیسائی ہو۔

سوال: آج کل اساتذہ اور طلبا کے آپسی تعلقات کیسے ہیں؟

جواب: میں اس کالج سے چالیس برس سے جڑا ہوا ہوں۔ حالات بہت تیزی سے بدلے ہیں۔ ہر نسل اپنی طرح سے چیزوں کو دیکھتی ہے اور میں نے بدلتی ہوئی رسمیں دیکھی ہیں۔ تعلقات میں وہ بات اب نہیں رہی جو پہلے تھی۔ میں اس کالج کے بارے میں نہیں کہہ رہا ہوں، بلکہ عام طور سے کہہ رہا ہوں۔ نئی نسل کی اپنی سوچ ہے اور چونکہ ہم لوگ پرانے لوگ ہیں، ہمیں وہ عزیز ہیں۔ محسوس ہوتا ہے کہ ایسا نہیں ہونا

www.urduchannel.in

چاہیے۔ شروع میں، میں جب کالج میں آیا تھا تو کالج میں داخل ہوتے ہی کم سے کم چار پانچ سو لوگ مجھے سلام کرتے تھے۔ میری عمر اس وقت اکیس برس کی تھی۔ آج میں اس کالج کا پرنسپل ہوں۔ میں صرف ایک مثال پیش کرر ہا ہوں۔ دفتر تک آتے آتے درجنوں طالب علم دکھائی دیں گے۔ شاید ہی کوئی سلام کرلے تو کرلے۔ اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ مجھ سے انسیت نہیں ہے، بلکہ تمیز و تمیز کے معنی بدل گئے ہیں۔ سوچتا ہوں کہ سلام کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ ہوسکتا ہے کہ جواب دینے میں کسی کو پریشانی ہو۔ چونکہ ایسا ہورہا ہے مجھے محسوس ہورہا ہے کہ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ جو پرانی روایت تھی، آج بھی کئی لڑکے اپنی روایت سے پاؤں چھوتے ہیں، سلام کرتے ہیں، خاکساری سے پیش آتے ہیں۔ آج آپ لڑکوں سے پوچھیں گے کہ آپ کے استاد کا نام کیا ہے؟ تو وہ نہیں بتا پائیں گے۔ تعلقات کو میں کوئی مسئلہ نہیں مانتا ہوں۔

سوال: کیا مسلمانوں نے اس ادارے سے کسی طرح کا فائدہ حاصل کیا؟

جواب: مسلمانوں کے لئے ہمارے کالج میں کوئی ریزرویشن نہیں ہے۔ کیونکہ یہ ادارہ مسلمانوں کا نہیں ہے۔ لیکن اردو، فارسی اور عربی اس کا مرکز ہے۔ خاص طور سے دلی کالج میں بی۔اے پاس کورس میں بڑی تعداد میں لڑکے اور لڑکیاں پڑھتے ہیں۔ مسلمان لڑکیاں پرانے شہر سے پڑھنے آرہی ہیں۔ افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ مسلمان لڑکے تعلیم کی طرف اتنی توجہ نہیں دیتے۔ جو مسلمان ادارے چل رہے ہیں، ان میں جو معیار ہے، وہ جتنا بہتر ہونا چاہیے اتنا ہرگز نہیں ہے۔ اینگلو عربک اسکول، فتح پوری اسکول میں آج کے لحاظ سے تعلیم کا معیار بہت پست ہے۔ جب تک ان میں تبدیلی نہیں آئے گی، تب تک ذاکر حسین کالج میں طلبا نہیں آپائیں گے۔

www.urduchannel.in

انٹرویو

جناب روی چترویدی صاحب

شعبۂ حیوانیات

مورخہ ۲۸؍نومبر ۲۰۰۰ء

سوال: بحیثیت استاد اور طالب علم آپ کا تعلق اس ادارے سے کب سے رہا ہے؟

جواب: ۱۹۵۳ء میں میں نے دلی بورڈ آف ہائیر سیکنڈری اسکول پاس کیا۔ میں لودھی کالونی میں رہتا تھا۔ میں فرسٹ کلاس پاس ہوا تھا اور پری میڈیکل میں داخلہ لینا چاہتا تھا۔ میں دیش بندھو کالج گیا۔ وہاں کا ماحول کچھ پسند نہیں آیا۔ کچھ معاملہ جچا نہیں۔ کالج جیسا ماحول نہیں لگ رہا تھا۔ لوگوں سے پوچھ تاچھ کرنے سے پتہ چلا کہ اجمیری گیٹ پر ایک دلی کالج ہے۔ جون کا مہینہ تھا۔ بہت گرمی تھی۔ میں سائیکل سے کالج آیا۔ جب میں کالج کی بلڈنگ میں داخل ہوا تو مسجد پر نظر گئی۔ تھوڑا گھبرایا۔ کیونکہ میں ہندو تو تھا ہی، ساتھ میں برہمن بھی، آفس میں گیا۔ کپور صاحب سپری ٹنڈنٹ تھے۔ ان ہی سے داخلے کے بارے میں پوچھ تاچھ کی۔ انھوں نے ایک فارم دیا۔ میں نے فارم بھر دیا۔ انھوں نے کہا کہ آپ کا انٹرویو ہے۔ میں بہت گھبرایا۔ میں تو کچھ پڑھ کر بھی نہیں گیا تھا۔ بولے کوئی بات نہیں۔ مرزا محمود بیگ صاحب پرنسپل تھے۔ میں بیگ صاحب کی آفس میں گیا۔ بیگ صاحب نے مجھے اوپر سے نیچے تک دیکھا، بولے آپ کا داخلہ ہوگیا۔ میں بڑا حیران تھا کیونکہ کوئی سوال ہی نہیں پوچھا گیا تھا۔ فارم پر بیگ صاحب نے دستخط

www.urduchannel.in

کردیے اور کہا کہ آپ داخلے کی فیس کب دیں گے؟ میں نے کہا کہ میرے والد محترم باہر گئے ہوئے ہیں۔ اس لئے میں فیس ابھی نہیں دے پاؤں گا۔ بولے، آپ کے والد کب تشریف لائیں گے؟ میں نے کہا لگ بھگ چوبیس دن کے بعد آئیں گے۔ آپ ۳۱ر جولائی کو فیس دے دیجیے گا۔ میرا داخلہ قانوناً دے دیا گیا۔ یہ جو تین چار منٹ بیگ صاحب سے بات چیت ہوئی، مجھے ایسا لگا کہ میں کسی فرشتے سے مل رہا ہوں۔ میری عمر پندرہ سال کی تھی اور روحانی طور پر بیگ صاحب نے مجھے بڑا متاثر کیا۔ اگر فیس دینے میں ۳۱ر جولائی کو دشواری ہو تو آگے کی تاریخ لے لو۔ میں آگے کی تاریخیں دے دوں گا۔ بہر حال پیسہ ہمارے اور آپ کے تعلقات کے بیچ نہیں آنا چاہیے۔ یہ سن کر میں بیگ صاحب سے اور زیادہ متاثر ہو گیا۔ اس لمحے کو برابر یاد کرتا رہتا ہوں۔ میں یہاں پڑھتا رہا۔ اس کالج کے لئے کرکٹ کھیلا، بلکہ کپتان بھی رہا۔ سبھی پروگراموں سے میں طالب علمی کے زمانے میں جڑا تھا۔ سائنس کی کلاسیں زیادہ یونیورسٹی کیمپس میں ہوا کرتی تھیں۔ اس لئے سائنس کے مضمون کے طلباء اور طالبات بہت ہی کم پروگرام سے جڑے رہتے تھے۔

پھر دوسرا دور وہ آیا جب میں یہاں پڑھانے لگا۔ ایک سال میں رام جس کالج میں پڑھا چکا تھا، جہاں اپنا پن تو چیز لگی ہی نہیں۔ مجھے اس کالج کا ماحول جو تھا وہ بھی اچھا نہیں۔ میں ''زولاجی'' (حیوانیات) کا لکچرر بنا۔ ۱۹۶۴ء میں زولاجی پڑھانا شروع کردیا۔ یہاں کا ماحول مجھے اچھا لگا۔ کیونکہ میں یہاں پر پڑھ چکا تھا اور طالب علم رہ چکا تھا۔ مجھے بہت اچھا لگا۔ کیونکہ مجھے لگا کہ میں اپنے ہی کالج میں پڑھا رہا ہوں۔ اس سے اپنے آپ میں فخر محسوس ہوتا ہے۔ وہ ایک جو بڑی چیز ہے۔ سائنس کے ساتھ ہی ساتھ کئی مضامین پڑھانے کے لئے اساتذہ تھے۔ انھیں میں دیکھ چکا تھا۔ ان کے بیچ بیٹھ کر بہت اچھا لگ رہا تھا۔ لگا کہ واقعی میں نے زندگی میں کوئی مقام حاصل کیا ہے۔ ڈاکٹر کمار صاحب شعبہ حیات کے ہیڈ تھے۔ ان سے مل کر اور ان کے ساتھ کام کر کے ایسا لگا کہ جب آپ کلاس میں جائیں جو

www.urduchannel.in

بھی آپ کے پاس ہے، جو بھی معلومات ہے، اسے اچھی طرح بچوں میں بانٹیں۔ یہ مت کہیے کہ بچوں کے لئے زیادہ ہے، جو کچھ بھی آپ دے سکتے ہیں انھیں دیجیے۔ اساتذہ اور طالب علم کے بیچ جو تعلقات تھے، وہ بہت اچھے اور نزدیکی تھے اور بہت آپسی بھی تھے۔ اس چیز نے مجھے بہت زیادہ متاثر کیا۔ پورے ماحول میں جو ایک نیا پن لگتا تھا، کبھی من میں ایسی بات نہیں آئی کہ اس جگہ کو چھوڑ کر کہیں اور چلا جاؤں۔ میں جو یہاں کرنا چاہتا تھا، وہ مجھے کرنے بھی دیا گیا۔ ہر لمحہ یہ خواہش بنی رہی کہ کچھ ایسا کیا جائے کہ یہ کالج دلی یونیورسٹی میں انوکھا ہو۔ جب آزادی کی پچاس ویں سالگرہ منائی گئی اور ساتھ ساتھ ہی ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب کی سوویں یوم پیدائش منائی جا رہی تھی تو زولاجی میں میں نے ایک میوزیم بنایا۔ اس میوزیم کو آپ کبھی بھی دیکھ سکتے ہیں۔ ذاکر حسین صاحب نے بہت کچھ اس کالج کے لئے کیا۔ اگر میں کسی اور کالج میں ہوتا تو شاید یہ میوزیم نہیں بنا پاتا۔ یہ تمنا تھی کہ ریٹائر ہونے سے پہلے اس کالج میں جس نے مجھے جگہ دی اس کے لئے میں کچھ کروں۔ میں کالج کا ہمیشہ شکرگزار رہوں گا کیونکہ اور کہیں چھوٹی موٹی نوکری کرتا ہوتا۔ میں اپنے آپ کو برابر آگے بڑھانے کی کوشش کرتا رہا۔ بھی طرح سے کنسٹری، ریڈیو، ٹیلی ویژن بھی جگہوں پر کام کیا۔ جہاں پر کام کیا یہاں تک کہ غیر ملکی کمپنیوں کے لئے بھی کام کیا۔ دلی کالج کا میں ایک استاد ہوں جو ایک تاریخی کالج ہے۔ جس نے تعلیم دے کر مجھے ایک انسان بنایا۔ شاید میں رام جس میں پڑھاتا ہوتا تو وہ چیز مجھ میں نہیں آپاتی جو کہ یہاں رہ کر آئی۔ اس کے لئے میں ہمیشہ اپنے اساتذہ اور طلبا کا شکرگزار رہوں گا۔ اس ادارے نے مجھے ایک موقع دیا۔ تھوڑی بہت جو خدمت کی، وہ میری کوشش رہی ہے۔ اور بچوں کو پڑھانے میں بڑا مزہ آتا ہے۔

سوال: آپ اپنے دوستوں کے بارے میں اور کچھ اساتذہ کے بارے میں بتائیں؟

www.urduchannel.in

جواب: میرے سائنس مضمون کے گرو پروفیسر ناگر صاحب تھے۔ یہاں زولاجی کے استاد تھے۔ ڈاکٹر ناگر صاحب نے امریکہ سے پی۔ ایچ۔ ڈی کی تھی۔ بہت ہی اچھے استاد تھے اور بہت ہی اچھا پڑھاتے تھے۔ یہاں کے استاد صرف مضمون پڑھانے میں ہی ماہر نہیں تھے، اس کے علاوہ بھی لوگ زندگی میں کچھ نہ کچھ کرتے تھے۔ اشوک چٹرجی صاحب جو انگریزی کے استاد تھے، ان کی شخصیت سے کافی متاثر تھا۔ پڑھانے کا طریقہ بہت عمدہ تھا۔ لگتا تھا کہ کہانی کی تصویر سامنے نظر آتی ہے۔ کھیل کود کے استاد بخشی صاحب تھے۔ انھوں نے ہم لوگوں کو بہت زیادہ پیار دیا۔ کرکٹ میں مجھے بہت زیادہ اعلیٰ مقام حاصل ہوا تھا۔

سوال: آزادی کے بعد یہاں کس طرح کی تبدیلیاں آئیں؟

جواب: میں یہاں ۱۹۵۳ء میں آیا تھا۔ دلی کالج کا اپنا طور طریقہ تھا۔ صحیح معنوں میں دیکھا جائے تو دلی کالج اور پرانی دلی دونوں کا چولی دامن کا ساتھ جو تہذیب اور ادب تھیں پرانی دلی کی چہار دیواری میں جو پنپتا تھا، وہ سب کچھ آپ دلی کالج میں دیکھ سکتے تھے۔ پرانی تاریخ کو دیکھیں تو کئی بار اس کالج کو بند کیا گیا۔ پرانی دلی کا دل دلی کالج تھا۔ جہاں تک دلی یونیورسٹی کے بھی اسٹاف اس کالج کا احترام کیا کرتے تھے۔ کیونکہ یہ ادارہ تہذیب کی ایک مثال مانا جاتا تھا۔ ابھی تو کافی بدلاؤ آنے لگا ہے۔

سوال: سیاسی ماحول نے کبھی اس ادارے کو متاثر کیا؟

جواب: دو باتیں میں یہاں کہنا چاہوں گا، میں اگر ۱۹۵۳ء سے لے کر آج تک پوری تاریخ پر نظر ڈالتا ہوں تو یہ چیز مجھے بہت اچھی لگتی ہے کہ ہمارا جو رواج تھا، سب کو اچھا لگ رہا تھا۔ بھائی چارگی تھی۔ جناب مجیب (جامعہ ملیہ اسلامیہ کے وائس چانسلر تھے) اس کو بہت اچھا سمجھتے تھے۔ اور بیگ صاحب و مجیب صاحب کی وجہ سے اس کالج کو جو ملنا چاہیے تھا، وہ پورا دیا۔ آج ہمیں سو فی صد گرانٹ مل رہی ہے۔ لیکن وہ چیز اس کالج میں باقی نہ رہی۔ مجیب صاحب اور بیگ صاحب کی ایک ٹیم تھی اور جامعہ

www.urduchannel.in

ملیہ اسلامیہ سے جو ہمیں سرپرستی ملی اس نے پرانی دلی کی تہذیب کو پنپنے کا موقع دیا۔ دوسری سیاست یعنی ملکی سیاست نے دلی کالج پر اتنا گہرا اثر نہیں ڈالا۔ بلکہ دلی یونیورسٹی کی سیاست کا بہت گہرا اثر پڑا ہے۔ ۱۹۷۰ء کی دہائی میں جب یہ مانا گیا کہ اگر آپ تھوڑا بائیں طرف جائیں تو آپ پروگریسو مانے جاتے تھے۔ اسی طرح اگر آپ کالج میں ہیں تو پروگریسو مانے جاتے تھے۔ اس کا اثر کالج پر پڑا جس کا اثر اچھا نہیں رہا ہے۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں دلی کالج کا جو رواج تھا، اسے ختم کرنے کی کوشش کی گئی اور اس میں دلی یونیورسٹی والے بھی کافی کامیاب رہے ہیں۔ سب سے بڑا اور گہرا جو دھکہ لگا جو آپسی انسانی ہمارے تعلقات تھے۔ یہ بہت افسوس کی بات ہے۔ دلی کالج اس کی بلڈنگ چاہے جتنی پرانی تھی، اس میں چاہے جو کچھ بھی تھا، لیکن انسانی جذبہ جو تھا جو آپسی تعلقات تھے وہ اتنے زیادہ عمیق تھے۔ وہاں رہ کر اپنا پن لگتا تھا۔ دلی یونیورسٹی کے ٹیچروں کی سیاست نے اس کالج کو دھکہ پہنچایا ہے۔

سوال: آزادی کے وقت ادارہ کن کٹھن راھوں سے گزرا ھے؟

جواب: شاید یہ کالج بند ہو جاتا، لیکن جناب مرزا محمود بیگ صاحب نے کہ کسی کہ اس کالج کو زندہ رکھنا ہے اور چونکہ محمد علی جناح اور لیاقت علی خان صاحب اس کالج کے خاص لیڈر تھے۔ وہ لوگ کالج کے کاغذات لے کر پاکستان چلے گئے تھے۔ بیگ صاحب اس کالج کے کاغذات حاصل کرنے کے لئے پاکستان گئے۔ یہاں یہ افواہ پھیلا دی کہ بیگ صاحب ہمیشہ کے لئے پاکستان چلے گئے ہیں۔ مجھے لگا کہ کالج دوبارہ نہیں کھل پائے گا۔ مگر بیگ صاحب کاغذات لے کر پاکستان سے آئے اور دوبارہ کالج کو زندہ کیا۔ ایک چھوٹی سی ٹیم ہوا کرتی تھی۔ ڈاکٹر ہری شنکر صاحب، موسوی صاحب اور بیگ صاحب کی۔ یہ تین مورتی جو تھی یہ لوگ کالج کے بارے میں فیصلہ لیا کرتے تھے۔ کیسے کالج کو چلایا جائے؟ سبھوں نے مل کر کالج کو اچھا راستہ دیا۔ پڑھائی بہت اچھی ہوتی تھی۔ سبھی جگہوں پر آج یہاں کے طلباء و

www.urduchannel.in

طالبات نوکری کرتے ہوئے حل جایا کرتے ہیں۔ آرٹس اینڈ کلچر اس کالج کا ایک جز وتھا۔

سوال: آج کل کے اساتذہ اور طلبا کے تعلقات کیسے ہیں؟

جواب: انسانی تعلقات کی میں نے بہت عزت کی ہے۔ لیکن پچھلے دس سالوں میں سبھی جگہوں پر خواہ تجارتی یا تعلیمی حلقہ ہو، بدلاؤ آیا ہے۔ اب ویسی نزدیکیاں نہیں ہیں جو پہلے تھیں۔ لیکن میں ایک بات کہنا چاہوں گا اس وقت ایک فرض بنتا تھا کہ ایک استاد وہ تھوڑا اوپر اٹھے۔ آج معاشرے میں والدین آفس یا دوسری جگہوں پر کام کرتے ہیں۔ ان کا بچہ پیار کا بھوکا ہے۔ والدین کو وقت ہی نہیں۔ کہاں اپنے بچوں کو پیار و محبت دیں۔ ان کو اپنائیں۔ دیکھو ہم بھی تمھارے ہیں تو آج بھی وہ بچہ جواب دیتا ہے۔ اس جگہ ہم اساتذہ فیل ہو گئے اور میں فخر کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ آج بھی ان بچوں کو جو کہ اس کالج سے مجھے پیار ملا اتنا پیار دے کر تعلقات میرے اتنے ہی ہیں جتنا اس وقت تھے اور جتنا مجھے استادوں نے پیار دیا۔ صرف تھوڑی ضرورت ہے تھوڑا وقت زیادہ دینا۔ کچھ ایسے کام ان کے ساتھ کرنا جیسے چڑیا خانہ گھومنے لے جانا، کبھی بھرت پور چڑیا سینچری لے جانا، کبھی کوئی پروگرام کرا دینا۔ وہ اپنا ذمہ اچھی طرح نبھا نہیں سکے ہیں، ورنہ میں آج بھی سمجھتا ہوں کہ بچہ اپنے استاد کی عزت کرتا ہے۔ وہ دیکھتے ہیں کہ کون کتنا دیتا ہے۔

سوال: فرقہ پرستی کہاں تک حاوی رہی ہے؟

جواب: جو سوال آپ نے پوچھا ہے، اس کا جواب ہم دیتے رہے ہیں۔ جب میں طالب علم تھا، لوگ کہتے تھے جہاں تم پڑھتے ہو وہ مسلم ادارہ ہے۔ ہم لوگ ان سے کہتے تھے کہ شاید آپ کو کچھ فرق پتہ نہیں ہے۔ اگر آپ ہمارے کالج میں آئیں اور اساتذہ کو دیکھیں، طلباء و طالبات کو دیکھیں تو پتہ چلے گا کہ دلی کالج کو آزادی کے بعد جب شروع کیا گیا تو اسے ایک سیکولر ادارہ قرار دیا گیا۔ غلط فہمی تھی کہ پرانی دلی کی تہذیب کو بنائے رکھنا چاہتی ہے۔ جو مسلمانوں کی تہذیب سمجھی جاتی ہے، میں

www.urduchannel.in

ذاتی طور پر سمجھتا ہوں کہ ایک براہمن اور عیسائی اسکول میں پڑھا اور اس کے بعد میں یہاں اس مسلم ادارے میں آیا۔ مگر کبھی بھی مجھے محسوس نہیں ہوا کہ میں ہندو ہوں اور تم مسلمان ہو۔ کئی چیزیں ہم نے یہاں سے سیکھی ہیں جو شاید کہیں اور سے نہ سیکھ پاتا۔ زبان کا استعمال میں اردو زبان نہیں جانتے ہوئے بھی اردو اچھی طرح بول لیتا ہوں۔ دماغ میں ایک نقشہ بن گیا تھا کہ دلی کالج ایک مسلم ادارہ ہے۔ لوگ سمجھتے رہے ہیں جبکہ ایسا بالکل نہیں ہے۔

☆☆

www.urduchannel.in

انٹرویو

جناب محمد فیروز احمد

شعبۂ اردو

مورخہ ۳۰ر نومبر ۲۰۰۰ء

سوال: بحیثیت استاد یا طالب علم آپ کا تعلق اس ادارے سے کب سے رہا ہے؟

جواب: میرا داخلہ اینگلو عربک اسکول میں ۱۹۵۶ء میں ہوا۔ بحیثیت استاد ۱۹۷۴ء سے میرا تعلق اس ادارے سے بنا۔ مگر تعلق بہت پرانا ہے۔ میرے خاندان کے بیشتر لوگوں نے اسی ادارے سے تعلیم حاصل کی ہے۔ میری خواہش تھی کہ اسی ادارے سے تعلیم حاصل کروں اور وہیں کا استاد بنوں۔

سوال: طالب علمی کے زمانے کے اساتذہ کے بارے میں کچھ بتائیں؟

جواب: جب میں بحیثیت طالب علم اس کالج سے جڑا تو اس وقت ایوننگ کالج میں دو استاد تھے۔ عظمت اللہ خان صاحب اور ڈاکٹر اسلم پرویز صاحب۔ مورننگ کالج میں ڈاکٹر جاوید صاحب، ڈاکٹر تنویر احمد علوی صاحب جیسے استاد موجود تھے۔ جن کی شہرت سے ہندوستانی عوام واقف ہے۔

سوال: آزادی ملک کے بعد کس طرح کی تبدیلی ادب و تہذیب میں رونما ہوئی؟

جواب: آزادی کے وقت آپ جانتے ہیں کہ حالات کافی نازک تھے۔ فرقہ وارانہ فسادات ہوئے۔ آبادی کی تبادلے کی وجہ سے یہاں سے بیشتر مسلمان پاکستان چلے گئے۔

www.urduchannel.in

آزادی کے بعد غیر مسلموں نے زیادہ تر اردو تعلیم حاصل کر کے بہت شہرت حاصل کی۔ مثال کے طور پر گوپی چند نارنگ، راج نارائن راج، پریم اشک۔ وقت کے ساتھ زیادہ تر لسانی طلباء و طالبات صرف بی۔ ایڈ کرنے کے لئے ہی پڑھتے ہیں۔ کالج کی فضا ہمیشہ سیکولر رہی ہے۔ آزادی سے پہلے پڑھنے والے کچھ طالب علموں کے نام لوں گا جن کی شہرت کافی ہے۔ معین حسن، علی سردار جعفری، اختر الایمان، ضمیر الدین عالی، صادق الخیر، مظفر شکوہ۔ آزادی کے بعد طالبات میں جمیلہ بانو، نور جہاں وغیرہ۔

سوال: اساتذہ اور طلباء و طالبات کے آپسی تعلقات پر کچھ روشنی ڈالئے؟

جواب: پہلے کی بہ نسبت تعلق میں نئی تبدیلی یہ آئی کہ طالب علموں میں پڑھنے کا ذوق نہیں رہا۔ اب وہ زیادہ تر کالج میں لائف انجوائے کرنے کے لئے آتے ہیں۔ علم کا ذوق اور شوق جو پہلے تھا، اب نظر نہیں آتا۔ بلا جھجک یہ بات کہتا ہوں کہ اب وسط درجے کے طالب علموں کو نہیں دیکھتا ہوں۔ میں اپنے طور پر پڑھنے والوں کی کمی محسوس کرتا ہوں۔ کیونکہ لائق اساتذہ کی یہاں کمی نہیں ہے۔ میری کلاس میں 99% طلباء و طالبات موجود رہتے ہیں۔ طالب علموں کا عام رجحان کلاسوں کا نظر انداز کرنا ہے۔ مگر جو استاد باقاعدہ کلاس لیتے ہیں، طالب علموں کی تعداد زیادہ رہتی ہے۔ سائنس کے طالب علم بیشتر سنجیدہ ہوتے ہیں۔ مگر میں اب دیکھتا ہوں کہ وہاں بھی سنجیدگی سے پڑھائی نہیں کرتے۔ یہ میرا ذاتی نقطۂ نظر ہے۔ گنگا جمنی تہذیب کا یہاں بڑا اثر ہے۔ اس کالج کی روایات ابھی تک کچھ نہ کچھ برقرار ہے۔ کالج سیکولر کہلانے کا پورا مستحق ہے۔ یہاں اساتذہ اور طالب علموں کی بڑی تعداد غیر مسلموں کی ہے۔ لیکن کسی طرح کی تفریق نظر نہیں آتی ہے۔ ہم سب مل کر رہتے ہیں۔

سوال: آزادی کے وقت ادارہ کن کن کٹھن مرحلوں سے گزرا؟

www.urduchannel.in

جواب: سب سے بڑی بات یہ ہے کہ کالج بند ہوگیا۔ پاکستان سے آنے والے مہاجرین انھوں نے اس ادارت کی عمارت پر قبضہ کرلیا۔ لائبریری کونقصان پہنچایا۔ اس سے پہلے ۱۸۵۷ء کے غدر میں بھی نقصان پہنچایا جا چکا تھا۔ اس کالج کو ۱۹۴۸ء میں دوبارہ شروع کیا گیا۔ مولانا ابوالکلام آزاد، ذاکر حسین، مارس گوئر کی کوششوں سے اس کالج کو کھولا گیا۔ مشہور پرنسپل جناب مرزا محمود بیگ صاحب نے کالج کو کھلوانے میں اہم کردار ادا کیا۔

کالج کے فروغ کے لئے بے انتہا محنت کی۔ موسوی صاحب، ہری شنکر صاحب نے کالج کو آگے بڑھایا۔ اردو شعبہ دلی یونیورسٹی کے شعبۂ فارسی سے جڑا ہوا تھا۔ خواجہ احمد فاروقی، عبارت بریلوی وغیرہ نے آزادی کے بعد اردو کی تدریس میں نمایاں کام کیا۔ ۱۹۵۸ء میں خواجہ احمد فاروقی صاحب کی کوششوں سے شعبۂ فارسی سے اردو کو علاحدہ کیا گیا۔ اس ادارے میں اب بھی زیادہ تر تعلیمی زبانیں پڑھائی جاتی ہیں۔ عربی، فارسی اور اردو کے علاوہ سنسکرت، ہندی، بنگالی کی تعلیم مسلسل ہوتی چلی آرہی ہے۔ ایک زمانے میں پنجابی اور سندھی بھی پڑھائی جاتی تھی۔ ہمارے کالج میں اتنی زبانوں کے ساتھ ساتھ جدید سائنس جیسے الیکٹرونکس، کمپیوٹر پڑھائی جاتی ہے۔ جو ہمارے لئے خوش قسمتی کی بات ہے۔

سوال: ادارے کے مستقبل کے بارے میں آپ کیا سوچتے ھیں؟

جواب: اخلاقی قدروں کا زوال ہورہا ہے۔ الیکٹرونکس میڈیا نے تعلیمی نظام کو زیادہ اثر انداز کیا ہے۔ ادارے کا مستقبل کوئی مخصوص نہیں ہے۔ اللہ جب تک چاہے گا ادارہ کامیابی کے ساتھ چلتا رہے گا۔ لیکن وہ جسے اعلیٰ طلبا کہا جائے وہ ہر جگہ کم سے کم ہوتے چلے جارہے ہیں۔ عام طور پر لڑکوں میں تعلیم سے دلچسپی کم ہوتی جارہی ہے۔ سبھی کالجوں میں لڑکیوں کی تعداد زیادہ ہے۔ یہ خود آپ بھی دیکھ سکتے ہیں۔ باہری لوگ جو یہاں پڑھنے آتے ہیں وہ نہایت سنجیدگی کے ساتھ پڑھتے نظر آتے ہیں۔ حاضری لازمی قرار نہ دیے جانے کی وجہ سے طالب علموں کی موجودگی کلاس

www.urduchannel.in

میں کم ہوتی جارہی ہے۔ خاص کر بہار صوبہ سے پڑھنے والے طلبا دلی کے کسی بھی یونیورسٹی میں زیادہ کامیابی حاصل کرتے نظر آتے ہیں۔ کیونکہ ان کے اندر لگن ہے۔ مقامی طالب علم تجارتی فروغ کی طرف زیادہ توجہ دیتے ہیں۔

سوال: کیا مسلمانوں نے اس ادارے سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہے؟

جواب: اسے مسلمانوں کا ادارے تو نہ کہئے۔ یہ سیکولر ادارہ ہے۔ یہاں دروازے سب کے لئے کھلے ہوئے ہیں۔ کسی مذہب کے لئے مخصوص نہیں ہے۔ آزادی کے بعد غیر مسلموں کی تعداد سب سے زیادہ رہی ہے۔ کالج کی ابتدائی زمانے میں ماسٹر رام چندر، پیارے لال آشوب جیسے طالب عالم یہاں سے جڑے تھے۔ جو فائدہ حاصل کرنا چاہتا ہے، اس کے لئے کوئی پابندی نہیں ہے۔ سب کے لئے مواقع فراہم یکساں ہیں۔ استادوں سے، اس پورے ماحول سے، کالج کی لائبریری سے، کون کتنا فیض حاصل کرتا ہے۔ وہ طالب علم کی لگن اور محنت پر منحصر کرتا ہے۔ ہماری لائبریری میں جدید و قدیم بھی طرح کی کتابیں موجود ہیں۔ کوئی طالب علم اپنے استاد سے کلاس میں کتنا قرب حاصل کرتا ہے، یہ اس پر منحصر ہے۔ خواہ وہ کسی مذہب کا ماننے والا ہو۔

سوال: سیاست نے اس ادارے کو متاثر کیا ہے؟

جواب: یونیورسٹی کی سیاست استادوں تک ہی محدود ہے۔ اگر استاد ہڑتال کرتے ہیں تو سبھی یونیورسٹی کے کالجوں پر یکساں اثر پڑتا ہے۔ اس سیاست سے طالب علموں پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے۔ ملک کی سیاست کا تو یہاں بالکل ہی اثر نہیں ہوتا ہے۔ سبھی سیاسی پارٹیوں نے کالج میں اپنے طالب علموں کی پارٹی بنا رکھی ہے۔ ان کے نمائندے الیکشن میں حصہ لیتے ہیں۔ یہ الیکشن سبھی کالجوں میں ہوتا ہے۔ طالب علموں میں کوئی سیاسی اقتدار نہیں ابھرتا ہے۔ سیاسی طور پر اساتذہ طالب علموں پر کوئی اثر انداز نہیں ہوتے ہیں۔ اسی طرح طالب علم بھی اساتذہ پر کسی طرح کی نہ سیاسی اثر انداز چھوڑتا ہے۔

www.urduchannel.in

انٹرویو

محترمہ اوشا عالم

شعبۂ سائیکلوجی (نفسیات)

مورخہ ۳۰؍نومبر ۲۰۰۰ء

سوال: بحیثیت استاد یا طالب علم آپ کا تعلق اس ادارے سے کب سے رہا ہے؟

جواب: میں یہاں کی طالبہ بھی رہی ہوں۔ ۱۹۵۹ء میں ایک طالب علم کی حیثیت سے اس ادارے سے میرا تعلق بنا۔ اس وقت ادارے کا نام دلی کالج تھا۔ مرزا محمود بیگ صاحب یہاں کے پرنسپل تھے۔ ۱۹۶۴ء تک میں نے اس ادارے سے سائکلوجی کی تعلیم حاصل کی۔ ایم.اے. پاس کرنے کے بعد فوراً محمود بیگ صاحب نے مجھے نوکری دے دی۔ بیگ صاحب سے میرا تعلق والد کے رشتے سے بڑھ کر تھا۔ میرے ساتھ اپنی بیٹی کی طرح سے پیش آیا کرتے تھے۔ ان سے گفتگو کرتے وقت یہ محسوس نہیں ہوتا تھا کہ وہ پرنسپل ہیں بلکہ ایک بزرگ کی طرح جو اپنا گھر کا ہو ویسے ہی بات کیا کرتے تھے۔ آفس میں جانے کے بعد بٹھاتے، ٹھنڈا یا گرم سامنے پیش کرتے تب بولتے کہ بولو کیا تمہارے ساتھ پریشانی ہے۔ ان کی مسکراہٹ دیکھ کر آدمی پریشانی غائب ہو جاتی تھی۔ بیگ صاحب نے ہمیشہ طرح سے ہماری ہمت افزائی کی ہے۔

سوال: آزادی کے بعد یہاں کی ادب و تہذیب میں کیا تبدیلی آئی؟

جواب: آزادی سے پہلے پڑھنے اور پڑھانے کا ماحول بھی کے لئے اچھا رہتا تھا۔ بڑوں کا

www.urduchannel.in

ادب بالکل اچھی طرح سے کیا جاتا تھا۔ اس کالج سے جو کچھ میں نے سیکھا اس نے ذاتی زندگی پر بہت اثر کیا۔

سوال: اساتذہ اور طلبا کے آپسی تعلقات کس طرح کے ہیں؟

جواب: ہمارے وقت یعنی جب میں طالبہ تھی اس وقت استاد اور طلبا جتنا مل جل کر رہتے تھے، اب یہیں میں شمیمن صاحب کا ذکر کرنا چاہونگی جو میرے استاد تھے، وہ اتوار کو پورے دن کلاس لیتے تھے، سب کے لئے کچھ کھانے وغیرہ کا بھی انتظام کرتے تھے، اس کی وجہ سے طلبا و طالبات کی تعداد زیادہ رہتی تھی۔ پہلے طالب علم کی تعداد کم تھی اور اب بڑھ رہی ہے، اس لئے اب ویسے تعلقات رکھنا ناممکن سا لگتا ہے پھر بھی تعلقات عمدہ ہیں۔

سوال: آزادی کے وقت ملک کے سیاسی ماحول نے کالج کو کیسے متاثر کیا؟

جواب: آزادی کے وقت کالج بند ہو گیا۔ عمارت، لائبریری، تجربے گاہوں کو بڑا نقصان پہنچا۔ کئی طرح کے ماخذ کو برباد کیا گیا۔ اگر یہ ماخذ ملتا تو شاید دلی کالج کی تاریخ اچھی طرح سے لکھی جا سکتی تھی، مگر افسوس کہ ایسا نہیں ہو سکا۔ اب کالج ۱۹۴۸ء میں دوبارہ شروع کیا گیا تو ایک واقعہ ہے کہ میں سندھ سے آئی تھی، ساڑھے چار سو طلبا و طالبات صرف سندھ کے تھے۔ بیگ صاحب کی شخصیت نے ہم سبھی کو بڑا متاثر کیا۔ رفیوجی کے پڑھنے کی سہولیت کو بیگ صاحب نے عمدہ بنایا۔

سوال: سیاست کا اثر اس ادارے پر پڑا ہے کیا؟

جواب: ہمارے کالج میں سبھی پارٹیوں کے لوگ ہیں۔ پڑھنے پڑھانے کا ماحول زیادہ حاوی رہتا ہے۔ صرف میٹنگ میں کسی بات پر بحث ہو جاتی ہے۔ بعد میں سب پھر ایک ہو جایا کرتے ہیں۔

سوال: فرقہ وارانہ پالیسی نے کہاں تک اثر انداز کیا ہے؟

جواب: یہاں پر ہم نے ابھی تک کسی طرح کا فرقہ وارانہ ماحول نہیں دیکھا ہے۔ اساتذہ

www.urduchannel.in

اور نا ہی طلباء و طالبات میں فرقہ پرستی دیکھی گئی ہے۔ میں اس کالج میں یہ بھول گئی کہ کون ہندو اور کون مسلم یا عیسائی ہے۔ یہاں آ کے لگا کہ بس ہم سب انسان ہیں۔ کبھی بھی فرقہ واریت کا لفظ کسی کے ذہن میں نہیں آیا۔ طالب علم میں آپسی جھگڑے ہوتے ہیں، جو ذاتی طور پر ہوا کرتے ہیں نا کہ فرقہ پر۔ آج تک اس ادارے میں فرقہ پرستی والی بات نہیں رونما ہوئیں۔

☆☆

www.urduchannel.in

انٹرویو

جناب ڈاکٹر وریندر کمار صاحب

شعبۂ نباتیات

مورخہ یکم دسمبر ۲۰۰۰ء

سوال: بحیثیت استاد یا طالب علم آپ کا تعلق اس ادارے سے کب سے رہا ہے؟

جواب: ۱۹؍نومبر ۱۹۵۶ء میں، میں بحیثیت استاد کے اس ادارے میں بوٹنی پڑھانے کے لئے آیا۔ میں نے اسی سال دلی یونیورسٹی سے ایم۔ ایس۔ سی کیا تھا۔

میرا خیال تھا کہ آگے تحقیقی کام ہی کروں گا اور میرے لئے یہی بہتر ہوگا۔ پڑھانے کا ذرا بھی خیال نہیں تھا۔ دلی یونیورسٹی میں اس وقت ماحول بڑا خوشگوار تھا۔ اور کبھی بھی ہڑتال نہیں ہوا کرتی تھی۔ مجھے مرزا محمود بیگ صاحب نے جزوقتی طور پر کالج میں بوٹنی پڑھانے کے لئے نوکری پر رکھ لیا۔ ساتھ ہی ساتھ میں تحقیقی کام میں مشغول تھا۔ ڈاکٹر ناگر صاحب جو اس وقت دلی کالج میں بوٹنی ڈپارٹمنٹ کے ہیڈ تھے، انھوں نے تحقیقی کام میں بڑی مدد کی۔ مجھے پڑھانے کا طریقہ معلوم نہیں تھا۔ لڑکے کبھی کبھی تنگ کیا کرتے تھے۔ لیکن بعد میں پڑھانے کا طریقہ آتا گیا۔ اب لڑکوں نے پڑھانے میں تعاون دیا۔ میں نے الگ الگ سے کلاسیں بھی لینی شروع کر دیں۔ میری نوکری جزوقتی تھی۔ میں بوٹنی پڑھانے کے لئے استاد کی حیثیت سے اس کالج میں تھا۔ مجھے کئی جگہوں سے نوکری کے لئے درخواست آئی، مگر میں نے دلی کالج کو چھوڑنا مناسب نہیں سمجھا۔

www.urduchannel.in

سوال: آزادی کے بعد یہاں کس طرح کی تبدیلی آئی؟

جواب: آزادی سے پہلے اس ادارے کے جو بیشتر اساتذہ تھے، وہ لوگ پاکستان چلے گئے۔ جدید سائنس کی تعلیم شروع کی گئی۔ اسلامی تعلیم تو شروع سے ہی ہوتی آرہی تھی۔ اس کی شروعات اسلامی نظریے سے ہی ہوئی تھی۔ اس لئے اس کی خصوصیت ۱۹۷۴ء تک موجود تھی۔ یہ ادارہ ایک بند جگہ میں تھا۔ میں نے کافی سوچا کہ اس کے قائم کرنے والے واقعی نیک پرست انسان ہوں گے، تب ہی تو یہ کالج آج تک کسی نہ کسی شکل میں زندہ ہے۔ کسی بھی چیز کا لمبے عرصے تک چلنا، اس کے چلانے والے کون ہیں اور ان کا دل کیسا ہے، اس پر منحصر کرتا ہے۔ ایک اچھا ماحول بنا۔ پڑھ کر جانے والے آج بھی اس زمانے کو یاد کرتے ہیں کہ وہ پَل کتنا خوشگوار پَل تھا۔ کالج بہت پاپولر ہو گیا۔ اس کالج کو دوبارہ زندہ کرنے میں موسوی صاحب، ہری شنکر صاحب اور بیگ صاحب تین بھائیوں کا بڑا ہاتھ تھا۔ اس وقت چھوٹے بڑوں کی قدر خوب ہوا کرتی تھی۔

سوال: اساتذہ اور طلبا کے آپسی تعلقات کس طرح کے تھے یا ہیں؟

جواب: اساتذہ اور طلبا اپنے کام کو ذمے داری سے پورا کرتے اور دونوں محنتی ہوا کرتے تھے۔ چھوٹی موٹی ہڑتال ہوتی تھی، مگر طلبا دھیان رکھتے تھے کہ مثلاً سائنس والوں کا پریکٹیکل ہو رہا ہے تو کہتے تھے کہ تم لوگ اندر سے دروازہ بند کر لو اور اپنا کام کرتے رہو۔ اتنا ضرور خیال رکھا جاتا تھا۔ کبھی ایسی مار پیٹ نہیں ہوئی جسے میں کہہ سکوں کہ فرقہ وارانہ لڑائی کی شکل تھی۔ اس طرح کا ماحول لگ بھگ میرے لحاظ سے ۱۹۷۰ء تک رہا۔ بعد میں کچھ بدلاؤ آنا شروع ہو گیا۔ گورننگ باڈی کے رکن زیادہ تر اساتذہ ہوا کرتے تھے۔ مگر اب ایسا نہیں رہا۔ نیا نظام آنے سے اساتذہ کو یہ کہا گیا کہ بس یہاں تک ہی محدود رہو۔ اس سے آگے آپ کا کام نہیں ہے۔ میں نے سوچا اب وقت بدل چکا ہے۔ ذاکر حسین صاحب جس طرح کی تعلیم چاہتے تھے، اس طرح کی تعلیم اب تک یہاں نظر نہیں آئی ہے۔

www.urduchannel.in

سوال: آزادی کے وقت کالج پر کیا گذری؟

جواب: کالج کی کہانی تو آپ جانتے ہی ہیں۔ خیر دنگا فسادات کے بعد مرزا محمود بیگ صاحب نے اس ادارے کو سنبھالا۔ کالج کی عمارت اور لائبریری کو بہت نقصان پہنچایا گیا۔

سوال: فرقہ پرستی پر روشنی ڈالئے؟

جواب: میں آج اکیلا ہندو استاد ہوں جو مسجد کے بغل میں رہتا ہوں اور ریٹائر بھی ہو گیا ہوں۔ مگر آج تک کسی نے کچھ نہیں کہا۔ ماحول بہت اچھا رہتا ہے اور تھا۔ یہ سب دیکھ کر کسی بھی فرقہ وارانہ لفظ میری سوچ سے باہر چلی جاتی ہے۔ سبھی سے میرا تعلق بڑا اچھا ہے۔ آج تک کسی اساتذہ یا طلبا نے مجھ سے کچھ نہیں کہا۔ سبھی مل جل کر رہتے ہیں اور ہماری قدر کیا کرتے ہیں۔

سوال: اس ادارے کو کبھی سیاست نے اثر انداز کیا ہے؟

جواب: ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب اور مہاتما گاندھی جی کی طرز تعلیم یہاں ہوئی تھی۔ مگر ایسا نہ ہوا۔ سیاست نے لڑکوں کو تھوڑا متاثر کیا ہے۔ پڑھنے لکھنے کا ماحول کچھ بدل سا گیا ہے۔ ملکی سیاست ادارے پر کبھی حاوی نہیں رہی ہے۔ مگر اثر ڈالتی رہی ہے۔

☆☆

www.urduchannel.in

انٹرویو

جناب یونس جعفری صاحب

شعبۂ فارسی

مورخہ ۲؍دسمبر ۲۰۰۰ء

سوال: بہ حیثیت استاد یا طالب علم آپ کا تعلق اِس ادارے سے کب سے رہا ہے؟

جواب: بہ حیثیت طالب علم اینگلو عربک اسکول سے میرا تعلق ۱۹۴۹ء سے ہے۔ ۱۹۵۳ء میں، میں نے دلی کالج میں بی۔اے میں داخلہ لیا۔ ۱۹۵۸ء میں دلی کالج میں فارسی پڑھانے کے لئے مجھے بحیثیت جز وقتی استاد مقرر کیا گیا۔ اس عہدے کو بہت سے استادوں نے قبول کرنے پر منع کر دیا تھا۔ مجھ سے مرزا محمود بیگ صاحب نے درخواست کی کہ آپ اس عہدے پر تشریف لائیں۔ مجھے پڑھانے کے لئے ہفتہ میں ۲۶ کلاسیں دی گئیں تھیں۔ میں نے بخوبی ساری کلاسیں لینی شروع کر دیں اور کامیابی کے ساتھ پڑھاتا رہا۔ فارسی کی کئی کتابوں کو میں نے انگریزی میں ترجمہ بھی کیا۔ کیونکہ اس وقت فارسی کا جواب انگریزی زبان میں دیا جاتا تھا۔ کئی لوگ جو جز وقتی پر نوکری نہیں کرنا چاہتے تھے، وہی لوگ اب مجھے نوکری سے ہٹانے کے لئے جی توڑ کوشش کرنے لگے۔ لیکن وہ اپنے منصوبے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ ان میں سے کچھ وطن چھوڑ کر باہر چلے گئے اور کچھ خدا کو پیارے ہو گئے۔ مجھے یہ بات نہیں کہنی چاہیے مگر کیا کروں۔ میرے استاد سید عابد حسین صاحب نے بھی مجھے نوکری سے ہٹانے کی کوشش کی۔ اور جس کے لئے میں نے بد تمیزی بھی کیا۔

www.urduchannel.in

اور معافی مانگ لی۔ لیکن انھوں نے معاف نہیں کیا۔ اور جس کی وجہ سے دل کی خلش نہ مٹ سکی۔ میں نے کئی غیر ملکی دانشوروں کو تعلیم دی ہے۔ میں نے پوری ایمانداری کے ساتھ کالج اور طلبا کی خدمت کی ہے۔

سوال: طالب علمی کے زمانے کے اساتذہ کے بارے میں کچھ بتائیں؟

جواب: میں اپنے سب سے عزیز استاد مرحوم فرقت صاحب کا نام لوں گا۔ ویسے بھی استاد مجھے پیارے تھے۔ بچپن سے خواہش تھی کہ میں بھی کچھ لکھوں۔ انھوں نے مجھ سے کہا کہ تم لکھو اور بہتر لکھنے کی کوشش کیا کرو۔ حسینی صاحب ایک قابل استاد تھے اور ان کی قابلیت سے میں بہت متاثر تھا۔ مسعود علی خان ریاضی پڑھاتے تھے۔ وہ ایک ہمدرد انسان اور استاد تھے۔ شیام لال صاحب بھی اچھے استاد تھے۔

سوال: آزادی کے بعد اس ادارے کی ادب و تہذیب میں کیا بدلاؤ آیا؟

جواب: آزادی کے بعد جب میں یہاں آیا اس وقت ادارے کی حالت ایسی تھی جو کسی کارواں کے لُٹ جانے کے بعد ہوتی ہے۔ میں نے وہ زمانہ دیکھا، کالج کا ایک کمرہ تھا، جس کا نمبر ۶ تھا۔ اسے فزکس کا تجربہ گاہ بنایا گیا۔ اس میں کتابیں اوپر سے نیچے تک بھری ہوئی تھیں۔ کئی جگہوں پر آگ لگا دی گئی۔ پاکستان سے آئے لوگوں کو اس ادارے میں جگہ دی گئی۔ عمارتوں اور مسجد کی بے حرمتی کی گئی۔ اتر پردیش کے زمین دار کی زمین داری سرکار نے ختم کر دی۔ ان کے لڑکے علی گڑھ سے بی۔ ایڈ کر کے اس ادارے میں نوکری کے لئے آئے۔ عمارت کی مرمت کرانے میں کئی لوگوں نے معاشی امداد بھی دی، جو یہاں سے استاد بنے تھے۔ مرزا محمود بیگ صاحب نے یہاں کے ماحول کو بہت اچھا بنانے کی کوشش کی۔

سوال: اساتذہ اور طلبا کے آپسی تعلقات کیسے تھے یا ہیں؟

جواب: میں غریب انسان ہوں، لیکن میں نے غریبی کو کبھی طلبا کے بیچ تعلقات میں دیوار نہیں بننے دیا۔ مجھے استاد بننے کی تمنا تھی، لیکن خواب میں بھی میں نے نہیں سوچا تھا

www.urduchannel.in

کہ دلی کالج کا استاد بنوں گا۔ کیونکہ جب میں اپنے استاد موسوی صاحب سے بات چیت کرتا تھا، تو میرا گلا پھنس جاتا تھا۔ میں نے ہمیشہ اپنے طلبا کو اپنا مددگار پایا۔ جو سوال کرتا، میں کلاس میں جواب سمجھاتا تھا۔ اگر وقت نہ ملے تو باضابطہ باہر کئی گھنٹوں تک سمجھانے کی کوشش کرتا تھا اور جب تک وہ اچھی طرح سے سمجھ نہیں لیتے تھے، تب تک میں اس کو بار بار سمجھایا کرتا تھا۔ سوال جواب کرنے سے طلباء و طالبات کی شخصیت ابھرتی ہے۔

سوال: کیا مسلمانوں نے اس ادارے سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی؟

جواب: دلی کا مسلمان جو آج تجارت میں آگے بڑھ رہا ہے، وہ بہت حد تک کالج کی دین ہے۔ مولانا اخلاق حسین قاسمی جو اتر پردیش کے رہنے والے تھے۔ ان کی سوچ تھی کہ دلی کے مسلمان کا کوئی اعتبار نہیں۔ وہ جب چاہے دلی کو چھوڑ کر پاکستان چلے جاتے ہیں۔ مگر اتر پردیش کے مسلمان پاکستان نہیں جائیں گے کیونکہ ان کی جائداد یہاں ہے۔ دلی کے مسلمان کو سرکاری ملازمت میں کم لیا جاتا تھا۔ کیونکہ سوچ تھی کہ وہ پاکستان چلے جائیں گے۔ یہاں کے پڑھے لکھے مسلمانوں کو عرب اور دوسرے ملک جانے کا موقع ملتا رہا ہے۔ مسلمانوں کو سرکاری ملازمت نہ ملنے سے ہی اب وہ زیادہ تر تجارتی کاموں میں مصروف ہونے کے لئے مجبور ہیں۔ غیر مسلموں اور مسلمانوں نے یہاں تعلیم حاصل کر کے غیر ملکوں میں بھی بڑی شہرت حاصل کی ہے اور کرتے رہیں گے۔

سوال: سیاست نے اس ادارے کو کبھی متاثر کیا ہے؟

جواب: اندرونی سیاست نے اس ادارے کو تباہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ میں ذاتی طور پر جانتا ہوں۔ میں نے دیکھا ہے کہ یہاں شیعہ اور سنی طبقہ بنا۔ دونوں گروپ آمنے سامنے رہے اور اس ادارے کو بہت زیادہ متاثر کرنے کے ساتھ ساتھ نقصان بھی پہنچایا۔ دوسری سیاست دلی اور غیر دلی والوں کے بیچ دیکھنے کو ملی۔ اتر پردیش کے لوگوں نے دلی والوں کو نوکری یا ملازمت پر نہ رکھنے کی وکالت کی اور کہا کہ ان

www.urduchannel.in

لوگوں کا کوئی بھروسہ نہیں۔ یہ لوگ چلے جائیں گے۔ تیسری سیاست مشرقی اور مغربی اتر پردیش والوں میں جاری تھی۔ ملکی سیاست بہت کم ہی اثر ڈالتی ہے۔ یہاں کی فضا ہمیشہ سے ہی سیکولر رہی ہے۔

سوال: اس ادارے کا مستقبل آپ کی نظر میں کیا ہوسکتا ہے؟

جواب: یہ ادارہ دن بدن پھلتا پھولتا جارہا ہے۔ اور طلبا و اساتذہ مل کر اس ادارے کو کامیاب بنانے میں کوشاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ چاہے گا تو اس کا مستقبل کامیاب رہے گا۔ مستقبل کے بارے میں ویسے کہنا مشکل ہوگا۔ جدید علوم کے ساتھ اس ادارے کو جوڑا جا رہا ہے۔ اس لئے اس ادارے کو پیچھے جانے کا کوئی مطلب ہی نہیں نکلتا۔ لگ بھگ تین سو سال کی تاریخیں دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ اس ادارے نے کامیابی کی کئی منزلیں طے کی ہیں اور امید ہے کہ مستقبل میں بھی کامیابی کی منزلیں طے کرتا رہے گا۔

☆☆

www.urduchannel.in

انٹرویو

جناب گوپی چند نارنگ صاحب

سابق طالب علم، دلی کالج

۷/دسمبر ۲۰۰۰ء

سوال: بحیثیت استاد یا طالب علم آپ کا تعلق اس ادارے سے کب سے رہا ہے؟

جواب: میں اردو کے شوق کو اپنی جان کے ساتھ لگا کر بلوچستان سے دلی پہنچا تھا۔ اس وقت بلوچستان میں ۱۹۴۶ء تک اعلیٰ تعلیم کا کوئی خاص انتظام نہیں تھا۔ ملک کے تقسیم کے وقت میرے لئے زمین بہت سخت تھی اور آسمان بہت دور تھا۔ جسم اور جان کا رابطہ بنائے رکھنے کے لئے چھوٹی موٹی نوکری کرلی۔ اس کے علاوہ میرے پاس کوئی چارا بھی نہیں تھا۔ پانچ چھ سال اس جدوجہد میں گذر گئے اور پڑھائی کو بھی جاری رکھا۔ بی۔اے پاس کرنے کے بعد مجھے یہ فکر لاحق تھی کہ ملازمت کے ساتھ ساتھ ایم۔اے میں داخلہ کہاں لوں؟ سوائے دلی کالج کے اس وقت کوئی ادارہ نظر نہیں آرہا تھا۔ یہ ۱۹۵۲ء کی بات ہے۔ میں کسی طرح سے جناب خواجہ احمد فاروقی صاحب کی دہلیز پر پہنچا اور خدا اس شخص کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے کہ اس نے میری حوصلہ افزائی کی۔ میرا داخلہ دلی کالج میں ۱۹۵۲ء میں کرایا۔ جناب بیگ صاحب دلی کالج کے پرنسپل تھے۔ موسوی صاحب فارسی کے استاد تھے۔ دلی کالج کے سبزہ زار پر میری پڑھائی شروع ہوگئی۔ دلی کالج میں چاروں طرف پھول ہی پھول دکھائی پڑتے تھے۔ مجھے ذاکر حسین صاحب کے ہاتھوں ایک ایوارڈ بھی ملا۔ ایک لائبریری تھی جس میں زمین سے چھت

www.urduchannel.in

تک کتابیں دکھائی پڑتی تھیں۔ اردو کی اعلیٰ تعلیم کا انتظام سوائے دلی کالج کے دوسرے کالج میں نہیں تھا۔ اس لئے میری خوش نصیبی تھی کہ میرا داخلہ اس کالج میں ہوا اور اردو کی عمدہ کتابیں پڑھنے کے لئے میسر ہوئیں۔ بابائے اردو مولوی عبدالحق دلی چھوڑ کر اس وقت جا چکے تھے۔ عبادت بریلوی بہت بڑے تنقید نگار تھے۔ وہ بھی دلی کالج چھوڑ کر چلے گئے۔ خواجہ احمد فاروقی کی شاگردی کا مجھے شرف حاصل ہوا۔ میں جتنا دلی کالج کی فضاؤں سے سیکھا، اتنا کلاس روم سے نہیں سیکھا۔ علمی طور پر بڑے شخصیتوں سے جڑا رہا اور عملی طور پر کام بھی کیا۔ دلی کالج اردو میگزین کا خواجہ احمد فاروقی نے ڈول ڈالا۔ جتنے اس کے پیغامات تھے کیا سید محمود سے، کیا پروفیسر محمد مجیب سے، کیا ڈاکٹر تارا چند سے، کیا ڈاکٹر عابد حسین سے، کیا ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب سے، کیا دوسری بڑی ہستیوں سے جن کے مضامین جن کے پیغامات میرے لائے ہوئے ہیں۔ اور اس طرح میں نے کئی مضامین خط لکھ لکھ کر منگوائے۔ خواجہ احمد فاروقی صاحب رہنمائی کرتے۔ مجھے انھوں نے آرکائیوز میں بھیجا۔ پانچ چھ مہینے آرکائیوز میں پڑھا۔ اس سے میری زبردست ذہنی تربیت ہوئی۔ کئی مرحوم پرنسپل دلی کالج کے بارے میں مواد نکالی۔ میں نے ۱۹۵۷ء کے وقت ادارے پر جو گزری اور پھر آگے کی راہ ادارہ کس طرح اختیار کرتا گیا، اس پر میں نے بہت زیادہ آرکائیوز میں مواد تلاش کر کے اکٹھا کیا تھا۔ محمد حسین آزاد نے ۱۸۵۷ء کے غدر کے وقت دلی کالج کا نظریہ ظاہر کیا۔ وہ اب چھپ چکا ہے، جو میں نے آرکائیوز سے کھوجا تھا۔ خواجہ احمد فاروقی نے میری اس کارکردگی، میری محنت، میری دل سوزی کا صلہ مجھے یوں دیا کہ اس میگزین کا معاون بنا دیا۔ اور پہلے صفحے پر میرا نام دیا۔ میرے لئے یہ اس سے بڑی خوش نصیبی کی بات کیا ہو سکتی ہے۔ میرا داخلہ جس وقت کالج میں ہوا، میں اس وقت اردو کا واحد طالب علم تھا۔ میرے بعد جاوید وششٹ اور دوسرے لوگوں نے داخلہ لیا۔ لوگ ساتھ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا۔ اس وقت تک اردو کا کوئی دوسرا طالب علم نظر نہیں آتا تھا۔ لوگ اردو پڑھنا ہی نہیں چاہتے تھے۔ جب میں نے پی۔ ایچ۔ ڈی میں رجسٹریشن کروایا اس وقت

www.urduchannel.in

وزارت تعلیم وظیفہ دیتی تھی۔ خالصہ کالج میں بطور لکچر میرا تقرر ہوا۔ میں نے پی۔ایچ۔ڈی ہی کرنا گوارا کیا۔ چنانچہ تین سال بعد وہ جگہ کسی اور کو دے دی گئی۔

سوال: آپ اپنے طالب علمی کے زمانے کے اساتذہ اور دوستوں کے بارے میں کچھ بتائیں؟

جواب: اساتذہ کے بارے میں، میں نے پہلے ہی بہت کچھ آپ کو بتا دیا۔ رہا دوستوں کے بارے میں تو...دوستوں سے مجھے کسی بھی طرح مدد نہیں ملی۔ دس بارہ برس تک تو دوست احباب کوئی تھے ہی نہیں۔ آگے پیچھے تو اردو میں کوئی طالب علم ہی نہیں تھا۔ ڈاکٹر خلیق انجم، اسلم پرویز میرے بعد کالج میں داخل ہوئے۔ ان سے دوستی ریسرچ کی وجہ سے ہوئی تھی، جو دس بارہ برس تک رہی۔ جب میرا تقرر سینٹ اسٹیفن کالج میں بطور لیکچرر اور پھر دلی کالج میں ہوا تو اس کے بعد سید ھے حسد اور رشک کے سلسلے قائم ہو گئے۔

سوال: آزادی کے بعد اس ادارے کی ادب و تہذیب میں کیا تبدیلیاں رونما ہوئیں؟

جواب: یہ ادارہ ہماری ملی جلی تہذیب اور اردو کی علمی روایت کا ایک درخشاں ستارہ تھا۔ لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ بیگ صاحب کے پرنسپل نہ رہنے کے بعد برابر اس ادارے میں گراوٹ آتی گئی۔ ادارہ ہوتے ہی انسانوں سے، افراد سے، دل سوزی سے اداروں کو ترقی دیتا ہے۔ بیگ صاحب کے بعد وہ بات نہیں رہی۔ اور آہستہ آہستہ دلی کالج روبہ زوال ہو گیا۔ طالب علم کی تعداد اور بڑھنے لگی مگر وہ بات ادارے میں نہیں رہی۔

سوال: آزادی کے وقت ادارہ کن حالات سے گزرا؟

جواب: یہ بات پرانی دلی کے لوگ بتائیں گے۔ ادارہ بہت بُری حالت سے گزرا۔ مولانا ابوالکلام آزاد کا کرم تھا اور ذاکر حسین کا کہ انھوں نے اس ادارے کے ساتھ ساتھ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کو بھی بچالیا۔ افسوس ہے کہ دلی کالج کا نام دلی کالج سے ہٹا کر ذاکر حسین کالج رکھا گیا۔ میرا خیال ہے کہ ڈاکٹر ذاکر حسین دلی کالج نام رکھا جاتا تو بہتر تھا۔

سوال: اساتذہ اور طلبا کے تعلقات کیسے رہے؟

www.urduchannel.in

جواب: میں نے ۱۹۶۷ء میں اپنے تحقیقی کام کو پورا کیا۔ اس وقت ریڈیو میں میری تقریریں اور میگزین میں کچھ مضامین آتے تھے۔ جس کی تعریف ہمارے استاد جناب عابد حسین صاحب ہمیشہ کیا کرتے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب اساتذہ اور طلبا کے بیچ تعلقات کافی گہرے تھے۔ مجال ہے کہ کوئی طالب علم کلاس میں غیر حاضر ہو۔ اس وقت تعلیم کا سیاست سے کچھ لینا دینا نہیں تھا۔ بعد کے دنوں میں ایم۔ اے کلاس کی حاضری لازمی قرار نہ دیا جانا طے ہو گیا۔ انسانی قدر اور اپنی تہذیب سے طلبا کا رشتہ ٹوٹ رہا ہے۔ ہمارے یہاں ہر طرح کا فیصلہ لیڈر کیا کرتے ہیں۔ میرے لحاظ سے تعلیم کو سیاست سے بچایا جائے۔ اساتذہ اور طلبا کو چاہیے کہ روحانی قوت سے کام لیں۔ بات بات پر لیڈروں کو دعوت نہ دیں۔ اپنے مسئلے خود سے سلجھانے کی کوشش کریں۔ تعلیم پر دھیان دیں جس سے ملک کی ترقی ہو۔

سوال: فرقہ وارانہ پالیسی نے کس حد تک اس ادارے کو متاثر کیا ھے؟

جواب: فرقہ وارانہ پالیسی نے کسی حد تک اس ادارے کو متاثر نہیں کیا۔ دولت رام کالج آج جہاں ہے اور جس جگہ اس ادارے کو زمین دی گئی اس ادارے کے ٹرسٹی بولتے ہیں کہ وہاں مسلمان تعلیم کیسے حاصل کرتے۔ وہی پرانی دلی اور علم کا چکر۔ وہاں لڑکا کیسے جائے گا؟ میں بولتا ہوں آج کیا مسلمان پڑھنے وہاں نہیں جاتے ہیں۔ ہم لوگ ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچنے کے چکر میں رہ گئے۔ یہ لوگ وہیں ریلوے لائن پر چپکے رہے۔ یہ جو بھی لوگ تھے، فیصلہ کرنے والے ظاہر ہے کہ انھوں نے یہ فیصلہ غلط کیا اور جس سے دلی کالج کو نقصان پہنچا۔ اور زیادہ نقصان نام بدل کر کیا۔ ان کو اتنی ہمت نہ تھی کہ وزیر اعظم سے کہے کہ یہ اس کا پرانا تاریخی نام کو نہ بدلے اور ایک الگ کالج ذاکر حسین صاحب کے نام سے کھولئے۔ اگر اندرا گاندھی، جواہر لال نہرو کے نام یونیورسٹی بن سکتی ہے۔ کیا مولانا ابوالکلام کے نام سے کالج الگ نہیں کھولا جا سکتا تھا۔ خوشی کی بات ہے کہ مولانا ابوالکلام آزاد کے نام سے حیدر آباد میں ایک نیشنل اردو یونیورسٹی کا قیام ۱۹۹۸ء میں عمل میں آیا ہے۔ یہ بڑی افسوس کی

www.urduchannel.in

بات ہے کہ تاریخی نام کو پلٹ کر اس کا نام ذاکر حسین کے نام ذاکر حسین کالج رکھا گیا۔ جو لوگ بھی اس فیصلے میں شریک رہے، انھوں نے دور اندیشی سے اور تاریخ فہمی سے کام نہیں لیا۔ مجھے یقین ہے کہ ایک زمانہ پھر آئے گا اس نام پر دوبارہ غور ہوگا۔ ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب کی یاد تو ہم منائیں گے ہی، ان کے نام سے ایک نہیں کئی ادارے قائم ہونے چاہئیں۔ یونیورسٹی قائم ہونی چاہیے۔ لیکن دلی کا نام دلی کالج ہی رہنا چاہیے۔ میں تو آج بھی ڈاکٹر ذاکر حسین دلی کالج کہتا ہوں۔

سوال: مسلمانوں نے اس ادارے سے کس طرح فائدہ اٹھایا؟

جواب: یہ ادارہ کسی کا نہیں، سبھی مل جل کر یہاں سے تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ مسلمانوں کو یہاں سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ کوئی بھی ادارہ سماج میں ہوتا ہے اور معاشرہ اسے چلاتا ہے اس لئے کسی بھی ادارے کو ذات مذہب سے نہیں جوڑا جانا چاہیے۔ اردو ادب کے کئی نامور شخصیت کو جنم دیا ہے۔ اس ادارے کی اختر الایمان، جمیل جالبی، علی سردار جعفری جیسی بہت سی شخصیت آپ کو مل جائیں گی جن کا تعلق اس ادارے سے گہرا رہا ہے۔

حوالہ جات:

۱۔ سلمان غنی ہاشمی، موجودہ پرنسپل ذاکر حسین کالج، فکر و نظر میگزین، ۹۹۔۱۹۹۸ء، ذاکر حسین کالج، صفحہ ۳۵

۲۔ ایضاً 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 صفحہ ۳۴

۳۔ مرزا محمود بیگ، سابق پرنسپل دلی کالج، فکر و نظر میگزین، ۹۹۔۱۹۹۸ء، ذاکر حسین کالج، صفحہ ۳۳

۴۔ سلمان غنی ہاشمی، موجودہ پرنسپل ذاکر حسین کالج، فکر و نظر میگزین، ۹۹۔۱۹۹۸ء، ذاکر حسین کالج، صفحہ ۳۶

۵۔ دلی کالج اردو میگزین "شبینہ"، ۵۰۔۱۹۴۹ء، دلی کالج (ذاکر حسین کالج)، صفحہ ۸۔۷

☆☆

www.urduchannel.in

باب پنجم

اختتام

"ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا"

ہندوستان کا شاید ہی کوئی ایسا ادارہ ہو جو اپنی اصلی شکل بدل جانے کے باوجود زندہ جاوید رہا ہو۔ اور آج تک کامیابی کی منزلیں طے کر رہا ہو۔ تاریخ ہمیں سوچنے پر مجبور کر دیتی ہے کہ اس ادارے میں ایسی کون سی خاص بات ہے جس سے روز افزوں اس کی ترقی ہو رہی ہے۔ اگر ہماری آنکھیں تھوڑی دیر کے لئے بند ہو جاتی ہیں تو اس کالج کی پوری پوری تاریخ ہماری نظروں کے سامنے آ جاتی ہے۔ کالج کا پورا منظر ہمارے سامنے آ جاتا ہے۔

ایک بچہ چلتے چلتے راستے میں گر پڑتا ہے اور پھر کھڑا ہو کر اپنے دامن کو جھاڑتا ہوا مسکرا کر چل دیتا ہے۔ اسے گرنے کی فکر کم، چلنے اور آگے بڑھنے کی زیادہ رہتی ہے۔ ٹھیک اسی بچے کی طرح دلی کالج کو بھی کئی بار گرنا پڑا۔ اور پھر سنبھلنا پڑا۔ چنانچہ اس طرح گرتے گرتے وہ اس جوان کی طرح ہو چکا ہے، جس کی قسمت میں گرنا لکھا ہی نہیں ہے۔ اب صرف آگے کی جانب دیکھنا ہے۔ قیام مدرسہ غازی الدین سے لے کر ذاکر حسین کالج بننے تک کی پوری تاریخ دہرانا ممکن نہیں ہے، بلکہ ناگزیر ہے اور یہ چند صفحات اس کے لئے ناکافی ہیں۔ لیکن پھر بھی میں نے خاص خاص واقعات کو سامنے رکھتے ہوئے اس تاریخ کو جو اس وقت تقریباً تین سو سال پرانی ہے، چند صفحات میں سمیٹنے کی کوشش کی ہے۔ بہت سے ماخذ دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے واقعات و حقائق کی طرف صاف طور پر اشارہ کرنا مشکل ہے۔ اگر ۱۸۵۷ء کے غدر میں اور ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند کے وقت اس ادارے کو نقصان نہ پہنچتا تو شاید اس ادارے کی ایک مکمل تاریخ سامنے آ جاتی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آئندہ کوئی

www.urduchannel.in

شخص اس کی مکمل تاریخ لکھ ڈالے۔ اس ادارے کو اپنی تین سو سالہ زندگی میں نہ جانے کن کن مراحل سے گزرنا پڑا۔ اور اس نے اپنی زندگی میں عروج و زوال کی نہ جانے کتنی داستانیں مرتب کی ہیں۔ تین حکومتوں (مغلیہ، انگریزی اور آزاد ہندوستان کی حکومت) کا اس کالج کی تاریخ میں اہم رول رہا ہے۔ جب برٹش حکومت نے ہندوستان کی تعلیمی نظام کو پوری طرح سے تبدیل کرنا چاہا تو اس وقت کے ہندوستان میں رائج زبانوں پر خطروں کے بادل منڈلانے لگے۔ انگریزی تعلیم سے تال میل بیٹھانے کی کوشش کی۔ ہندوستانی زبانوں کو بچانے کا ایک یہی راستہ تھا کہ انگریزی زبان کو بھی ساتھ ملایا جائے اور اس کی تھوڑی بہت پذیرائی کی جائے تاکہ وہ پوری طرح ہم پر حاوی نہ ہو جائے۔

لوگوں نے اس ادارے کو بہت حد تک عیسایت کا مرکز مانا، لیکن ادارے کو عزت و آبرو کا پاس تھا۔ انگریزی تعلیم کی مخالفت نہ کرنے کی ایک وجہ یہ تھی کہ ہندوستانی زبان کی تعلیم کو کوئی خطرہ لاحق نہ ہو۔ اور اسے کوئی نقصان نہ پہنچے۔ دونوں کے توازن کو برابر رکھا، ایک کو دوسرے پر فوقیت نہ دی۔ تاکہ دیسی زبان اپنا وجود نہ کھونے پائے۔ اور دوسری جانب مغربی علوم سے بھی اچھی طرح واقفیت حاصل ہو سکے۔ یہ پہلا ادارہ ہے جس نے ہندوستانی زبان میں مغربی علوم کی کتابوں کا ترجمہ زیادہ سے زیادہ کرنا چاہا اور ترجمہ نگاری میں اس ادارے نے جو کارنامے انجام دیے ہیں وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ فورٹ ولیم کالج (کلکتہ) میں بھی ترجمہ کا کام ہوا۔ مگر دونوں میں بنیادی فرق تھا۔ فورٹ ولیم کالج انگریزوں کو ہندوستانی زبان سمجھنے اور جاننے کے لئے قائم کیا گیا تھا، جبکہ دلی کالج کا مقصد انگریزوں کے ساتھ ساتھ ہندوستانی عوام کو زیادہ سے زیادہ مغربی علوم اور ملکی زبان سے روشناس کرانا تھا۔ تاکہ عوام ہندستانی زبانوں کے ساتھ انگریزی زبان بھی سیکھ لیں۔ جس سے انھیں آئندہ فائدہ حاصل ہو۔ اگر انگریزی تعلیم اور دیسی تعلیم کا سنگم دلی کالج کو مانا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس ادارے سے ہندوستان کے ہر طبقے اور مذہب کے لوگوں نے تعلیمی میدان میں فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہے۔ اور آگے بھی کرتے رہیں گے۔

اس ادارے نے کچھ ایسی شخصیتوں کو پیدا کیا جو اس کی مرہون منت رہیں گی اور

www.urduchannel.in

یہ فرق کرنا بڑا مشکل ہے کہ اس ادارے نے ان لوگوں کو پیدا کیا یا ان لوگوں نے اس ادارے کو روح عطا کی۔ خیر جو بھی ہو، فائدہ ادارے کا ہی ہوا۔ اردو زبان نے دلی کالج میں اپنا ایک اعلیٰ مقام حاصل کیا اور اردو کو یہ مقام وہاں سے جڑی کئی نامور شخصیتوں نے جیسے آزاد حسین، مولانا نذیر احمد، حالی، ذکاء اللہ، مولوی عبدالحق وغیرہ نے دلوایا۔ بہت سے مضامین کو ترجمہ کرکے اردو کو بام پر پہنچانے کا بیڑہ ماسٹر پیارے لال اور ماسٹر رام چندر نے اٹھایا۔ ایسی بہت سی شخصیتوں کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ اس ادارے کی جان اور اس کی روح وہ ٹرانس لیشن سوسائٹی تھی، جس نے مغربی سائنس وادب جو کہ انگریزی زبان میں تھے، اسے اردو میں ترجمہ کیا اور لوگوں کو ان سے متعارف کرایا۔ اسی کے ساتھ ساتھ انگریزی کے بہت سے ایسے الفاظ جن کا ترجمہ نہیں ہوسکتا تھا، اس کے لئے خاص قاعدے اور اصول مرتب کیے۔ تاکہ علوم کو سمجھنے اور جاننے میں کسی بھی طرح کی دشواری درپیش نہ ہو۔ اور لوگ اسے آسانی سے سمجھ لیں۔ اس کام کے لئے اس ادارے کی ٹرانس لیشن سوسائٹی اور اس سے جڑی شخصیتوں کا، آج کا طالب علم ہمیشہ احسان مند رہے گا اور ان کا احترام کرے گا، کیونکہ طالب علموں نے اس سے بے حساب فائدے حاصل کیے ہیں اور جو بھی کامیابی انھیں ملی ہے یا مل رہی ہے، یا ملے گی، سب کی سب انھیں کی مرہون منت ہے۔ اس ادارے میں وقت اور زمانے کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے تعلیمی نظام اور مضامین کی پڑھائی میں ترمیم واضافہ ہوتا رہا ہے۔ بہت سے مضامین اور زبان کا اضافہ کیا گیا ہے۔ آج بھی یہ ادارہ کچھ ایسی ہندوستانی زبانوں کی تعلیم کے رواج کو جاری کیے ہوئے ہے۔ ان کو اپنائے ہوئے ہے اور ان کو فروغ دے رہا ہے جو دوسرے اداروں میں دیکھنے کو نہیں ملتیں۔

اس ادارے کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہاں بوٹنی ڈپارٹمنٹ میں ایک میوزیم بنایا گیا ہے، جس کے بنانے والے ڈاکٹر روی چترویدی صاحب ہیں۔ یہ میوزیم قابل دید ہے اور لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے۔ آزادی کے پچاس سالہ موقع پر ڈاکٹر روی چترویدی صاحب نے اس کالج کو میوزیم کی شکل میں یہ نایاب تحفہ دیا ہے۔ اس کالج کے مقدر میں نہ جانے کتنی بار کھلنا اور بند ہونا لکھا تھا۔ اس نے ذرا بھی ہمت نہ ہاری اور

www.urduchannel.in

حوصلے کے ساتھ اپنی منزل کی جانب گامزن رہا اور آج ایک مکمل تعلیم گاہ کی شکل میں موجود ہے۔ طلباء و طالبات ذوق در ذوق تعلیم حاصل کرنے آتے ہیں۔ ہندوستان کے ہر علاقے، ہر خطے سے طلباء و طالبات یہاں تعلیم حاصل کرنے آتے ہیں اور آتے رہیں گے۔ غیر ملکی طلباء و طالبات بھی اس ادارے میں تعلیم سے فیض یاب ہونے کے لئے آتے ہیں۔ یہاں کے مشہور اساتذہ نوکری سے سبکدوش ہو چکے ہیں۔ پھر بھی ان سے طلباء و طالبات سب علم کے میدان میں فیض حاصل کر رہے ہیں۔ غیر ملکی طلباء و طالبات تحقیقی کام کے سلسلے میں ان اساتذہ سے ملاقات کرتے ہیں اور اپنی تحقیق کو مکمل کرتے ہیں۔ یہاں کے پڑھے لکھے لوگ آج بھی سماج میں اعلیٰ مقام پاتے ہیں۔ جس طرح پہلے پا رہے تھے۔ ہندوستان کا شاید ہی کوئی ایسا شعبہ ہو جہاں اس ادارے سے جڑے لوگ کام نہ کرتے ہوں۔ مگر دلی کے لوگ خاص کر مسلمان اس ادارے سے بہت کم فیض یاب ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اس کی وجہ تجارتی مشغولیت اور معاشی حالت بھی بتائی جاتی ہے۔ مسلمان ویسے بھی معاشی طور پر دیگر طبقوں سے کمتر اور پچھڑے ہوئے ہیں۔ یہ سچر رپورٹ (۲۰۰۷ء) میں ظاہر ہو گیا ہے۔ لہٰذا وہ سوچتے ہیں کہ پہلے معاشی حالت درست کی جائے اس کے بعد تعلیم کی طرف آئیں گے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ تعلیم کو ترک ہی کر دیا جائے اور اس سے معاشی حالت کو سدھارنے میں کنارہ کشی اختیار کر لی جائے۔

آج بھی بہت سے لوگ اسے مسلمانوں کا ادارہ کہتے ہیں، لیکن ایسا نہیں ہے۔ یہ ادارہ اپنے تاریخی کردار کے شایانِ شان بلا تفریق ذات و ملت ہر قسم کے طلبا و طالبات کو تعلیم کی مدد سے اپنے مستقبل سنوارنے میں وہی نمایاں کردار ادا کر رہا ہے، جس کے پیش نظر بانیانِ مدرسہ غازی الدین، دلی کالج اور آخر کار ڈاکٹر ذاکر حسین کالج نے سنگِ بنیاد رکھی تھی۔

☆☆

www.urduchannel.in

کتب نامہ

www.urduchannel.in

۱۔ اپرنا بسو، دی گروتھ آف ایجوکیشن اینڈ پولی ٹیکل ڈیولپمنٹ ان انڈیا (۱۸۹۸ء۔۱۹۲۰ء)، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، دلی۔ ۱۹۷۴ء

۲۔ ایجوکیشن اسٹیٹکس برٹش انڈیا، ۱۹۴۵۔۴۶ء، گورنمنٹ آف انڈیا، پبلیکیشن برانچ، دلی۔ ۱۹۴۸ء

۳۔ ابن کلیم حسن نظامی، دلی یاترا، گل رعناء ادب سوسائٹی دبستان فروغ خطاطی ملتان، لاہور۔ ۱۹۸۸ء

۴۔ امداد صابری، ۱۸۵۷ء کے غدراء، شعراء، یونین پریس، دلی۔ ۱۹۶۰ء

۵۔ ایس۔ایس چوہان، ایڈوانس ایجوکیشن سائیکولوجی، وکاس پبلشنگ ہاؤس، شملہ۔ ۱۹۷۸ء

۶۔ ایچ۔شارپ (ایڈ) سلیکشن فرام ایجوکیشنل ریکارڈ حصہ اول (۱۷۸۱ء۔۱۸۳۹ء) کلکتہ، گورنمنٹ پرنٹنگ پریس، کلکتہ۔ ۱۹۲۰ء

۷۔ بشیر الدین احمد، واقعات دارالحکومت (حصہ اول)، اردو اکادمی، دلی۔ ۱۹۹۰ء

۸۔ پرسیول اسپئیر، دلی اے ہسٹوریکل اسکیچ، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، دلی۔ ۱۹۳۷ء

۹۔ تنویر احمد علوی، سفرناموں میں دلی، اردو اکادمی، دلی۔ ۱۹۹۴ء

۱۰۔ جی رسول عبدہ، دی ایجوکیشن آئیڈیا آف مولانا ابوالکلام آزاد، اسٹرلنگ پبلشرز، دلی۔ ۱۹۷۳ء

۱۱۔ جعفر سیدہ، ماسٹر رام چندر، اردو اکادمی، دلی۔ ۱۹۷۲ء

۱۲۔ جی۔ایم ینگ (ایڈ) اسپیچ بائی لارڈ میکالے، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس،

www.urduchannel.in

لندن۔۱۹۳۵ء
۱۳۔ چوپڑا، پوری، داس۔ بھارت کا سماجک سانسکرتک اور آرتھک اتہاس، حصہ ۳، میک ملین لمیٹڈ، پٹنہ۔۱۹۹۴ء
۱۴۔ حالی (الطاف حسین)، حیاتِ جاوید، تاج پبلشنگ ہاؤس، ضیا محل، جامع مسجد۔۱۹۷۶ء
۱۵۔ خلیق انجم، دلی کے آثارِ قدیمہ (فارسی تاریخوں میں)، اردو اکادمی دلی۔۱۹۸۸ء
۱۶۔ خلیق انجم (نظامی)، ۱۸۵۷ء کا تاریخی روزنامچہ، منیجر ندوۃ المصنفین، اردو بازار، جامع مسجد، دلی۔۱۹۸۵ء
۱۷۔ خواجہ احمد فاروقی، قدیم دلی کالج (اردو میگزین نمبر ۱۹۵۳ء) دلی۔۱۹۵۳ء
۱۸۔ دلی گزیٹیر، دلی ایڈمنسٹریشن پبلیکیشن ڈویژن، دلی۔۱۹۷۶ء
۱۹۔ روڈلف اینڈ روڈلف، ایجوکیشن اینڈ پالی ٹیکس ان انڈیا، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، دلی۔۱۹۷۲ء
۲۰۔ ریوتی شرن شرما، دلی کی داستان، ایشیا پبلیشرز، بھار گولین تیس ہزاری، دلی۔۱۹۵۷ء
۲۱۔ راجندر لال ہانڈا، دلی جو ایک شہر تھا، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، دلی۔۱۹۶۹ء
۲۲۔ سعیدہ اطہر عباس رضوی، شاہ ولی اللہ اینڈ ہز ٹائم، دلی پبلی کیشن ڈویژن، دلی۔۱۹۷۶ء
۲۳۔ سی۔ بی پاٹیل اینڈ پورنیما رائے، دلی اے ببلیو گرافی، اربن اسٹڈیز، شاردا پبلشنگ ہاؤس، دلی۔۱۹۹۷ء
۲۴۔ سمینار آن پرابلمس آف مسلم ایجوکیشن، (مسلم تعلیمی سوسائٹی) میور ہنج روڈ، کلکتہ۔۱۹۷۸ء
۲۵۔ سید یوسف بخاری، یہ دلی ہے، مکتبہ ہیمانما، دلی۔۱۹۴۴ء
۲۶۔ سرسید احمد خاں، آثار الصنادید، اردو اکادمی، دلی۔۱۹۹۲ء

www.urduchannel.in

۲۷۔ سی۔ایف اینڈریوس، ذکاءاللہ آف دہلی، کیمبرج۔۱۹۳۹ء

۲۸۔ شیخ محمد اکرام دانش، غالب نامہ، کاندھلہ، مظفرنگر، یو۔پی ۱۹۳۹ء

۲۹۔ شیو پرساد بھارتی، غازی آباد ایک اتیہاسک نگر (جلد)، وچار پرکاشن، بھجن پورا، دلی۔۱۹۹۸ء

۳۰۔ صدیق الرحمٰن قدوائی، ماسٹر رام چندر، شعبہ اردو، دلی یونیورسٹی، دلی۔۱۹۶۱ء

۳۱۔ غلام نبی ثاقب، موڈرنائیزیشن آف مسلم ایجوکیشن، اسلامک بک سروس، اردو بازار، لاہور۔۱۹۷۷ء

۳۲۔ فرانسس جے بورن، ایجوکشن سوشیالوجی، گرین ووڈ پریس پبلشر، نیویارک۔۱۹۶۹ء

۳۳۔ فلپ التباق اینڈ کیلی، ایجوکیشن اینڈ کلونیلزم، اسٹیٹ یونیورسٹی آف نیویارک، ۱۹۵۲ء

۳۴۔ خواجہ غلام السیدین، ایجوکشن کلچر اینڈ دی سوشل آرڈر، ایشیا پبلشرز ہاؤس، نیویارک۔۱۹۵۲ء

۳۵۔ کاش البرنی، مسلم انڈیا، اسٹار لامیٹ پبلشنگ کمپنی، اسپتال روڈ، لاہور۔۱۹۹۴ء

۳۶۔ لارڈ سیونن، ایجوکیشن فار آل، ہرمجسٹی اسٹیشنری آفس، لندن۔۱۹۸۶ء

۳۷۔ منصور اے قریشی، سَم آسپکٹس آف مسلم ایجوکیشن، یونیورسل بکس، اردو بازار، لاہور۔۱۹۸۳ء

۳۸۔ مجاہد حسین (زیدی)، دلی، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، دلی۔۱۹۶۵ء

۳۹۔ مرزا حیرت دہلوی، چراغ دلی،۔اردو اکادمی، دلی۔۱۹۸۷

۴۰۔ مشہور دیال، عالم میں انتخاب دلی، کتب خانہ انجمن ترقی اردو، جامع مسجد، دلی۔۱۹۸۷ء

۴۱۔ مالک رام، تذکرۂ معاصرین، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، دلی۔۱۹۷۲ء

۴۲۔ محمد عمر، اٹھارہویں صدی میں ہندوستانی معاشرت، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، دلی۔۱۹۷۳ء

www.urduchannel.in

۴۳۔ مولوی ابوالحسنات ندوی، ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں، اعظم گڑھ، یوپی۔۱۹۳۶ء
۴۴۔ مالک رام، قدیم دلی کالج، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، دلی۔۱۹۷۵ء
۴۵۔ مولوی عبدالحق، مرحوم دلی کالج، انجمن ترقی اردو ''ہند''، دلی۔۱۹۸۹ء
۴۶۔ نوراللہ اور ناتک، بھارتیہ شکشا کا اتیہاس (۱۹۷۳۔۱۸۰۰ء) میک ملن لمیٹڈ، دلی۔۱۹۷۴ء
۴۷۔ نارائنی گپتا، دلی بٹوین ٹو امپائرس (۱۹۳۱۔۱۸۰۳ء)، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، دلی۔۱۹۸۱ء
۴۸۔ نیناڈے گپتا، فکر نو میگزین، ذاکر حسین کالج، دلی۔۱۹۹۹ء
۴۹۔ وزیر حسن دہلوی، دلی کا آخری دیدار، ثمر آفسیٹ پرنٹرز، اردو اکادمی، دلی۔۱۹۸۶ء
۵۰۔ ہنری نورمن اینڈ کیتھ ینگ، دلی ۱۸۵۷ء، گیان پبلشنگ ہاؤس، دلی۔۱۹۸۸ء

﴿ختم شد﴾

www.urduchannel.in

DILLI COLLEGE

TAREEKH AUR KARNAME

by

Dr. Abdul Wahab

ڈاکٹر عبدالوہاب کا تعلق بہار کے ایک مردم خیز قصبہ مور-ٹھ (مدھوبنی) سے ہے۔ ان کے والد پیشے سے ڈاکٹر ہیں۔ ڈاکٹر عبدالوہاب نے ایم اے پٹنہ یونیورسٹی سے پاس کیا۔ ایم اے میں انھیں گولڈ میڈل انعام سے نوازا گیا۔ بعد ازاں جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی سے ایم فل اور پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ اسی درمیان انھوں نے NET (تاریخ) کا امتحان بھی پاس کیا۔ مسلمانوں کے موجودہ مسائل اور تعلیمی میدان میں ان کی پستی کے موضوع پر اس وقت وہ پوسٹ ڈاکٹریٹ کر رہے ہیں۔ میٹرک سے پی ایچ ڈی تک انھیں اسکالرشپ ملتی رہی جسے ان کی ذہانت اور تاریخ و ثقافت سے غیر معمولی شغف قرار دیا جاسکتا ہے۔

(ناشر)

EDUCATIONAL PUBLISHING HOUSE
3108, Gali Vakil, Kucha Pandit, Lal Kuan, Delhi-6 (INDIA)
Ph: 23216162,23214465 Fax : 0091-11-23211540
E-mail :info@ephbooks.com, ephdelhi@yahoo.com
Website: www.ephbooks.com